

4 سلسلہ
اصلاح عقائد

مَا يَأْتِيهِمْ مِنْ قَوْلِ الْإِلَهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ

فرشتوں ایمان انسانوں کے ساتھ
ان کے تعلق کی مضبوطی کا بیان

www.KitaboSunnat.com

انسان اور فرشتے

تالیف

حافظ امین حسین حفظہ اللہ



قرآن مجید اور شریعت کی ترجمان
مبشر اکیڈمی
لاہور پاکستان

ڈسٹری بیوٹر

نعمانی کتب خانہ
لاہور پاکستان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
قُلْ اطِيعُوا اللّٰهَ
وَاطِيعُوا الرَّسُوْلَ

مجلس التحقیق الاسلامی اربنہ

معدت البریری

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب و سنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی
کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے
درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

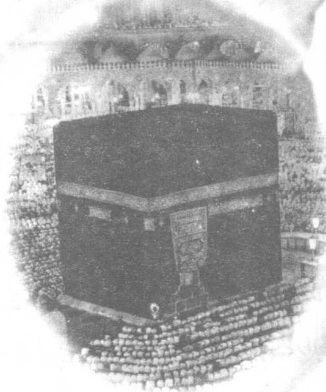
✉ KitaboSunnat@gmail.com

🌐 www.KitaboSunnat.com

مَا يَنْظُرُ مِنَ قَوْلِ الْإِنْسَانِ رَقِيبٌ عِنْدَهُ

انسان اور فرشتے

فرشتوں ایمان انسانوں کے ساتھ ان کے تعلق کی مضبوطی کا بیان



سلسلہ 4
اصلاح عقائد

www.KitaboSunnat.com

تالیف

حافظ امین حسین
حفظہ اللہ



قرآن عریض اور سیرت کی ترجمان
مبشر اکیڈمی

لاہور پاکستان



جملہ حقوق اشاعت بحق ناشر محفوظ ہیں!

نام کتاب _____ انسان اور فرشتے
مؤلف _____ حافظ مبشر حسین حفظہ اللہ
اشاعت _____
قیمت _____ روپے

ہمارے ڈسٹری بیوٹرز:

- ☆..... مکتبہ قدوسیہ، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور، برائے رابطہ: 042-7351124
☆..... کتاب سرائے، الحمد مارکیٹ، غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور: 042-7320318
☆..... فضلی بک پیمارکیٹ، اردو بازار، کراچی۔ برائے رابطہ: 021-2212318

ناشر:

مبشر اکیڈمی لاہور پاکستان

0300-4602878

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

پیش لفظ

اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سے تین طرح کی مخلوق ایسی ہے جسے مرکزی حیثیت حاصل ہے؛ ایک انسان، دوسری جنات اور تیسری فرشتے۔ ان تینوں طرح کی مخلوق کو اللہ تعالیٰ نے اصلاً اپنی عبادت و اطاعت کے لیے پیدا فرمایا ہے، تاہم انسان اور جنات کو اللہ تعالیٰ نے ارادہ و اختیار کی آزادی دے کر انہیں اپنی مرضی کا اظہار کرنے کی اجازت دے دی۔ لیکن اس ارادہ و اختیار کی اجازت کے باوجود انہیں اس بات سے مطلع کر دیا کہ اگر تم اپنے ارادہ و اختیار کو میری رضا و منشا کے مطابق بروئے کار لاؤ گے تو میری جنت کے مستحق بن جاؤ گے اور اگر اسے میری رضا و منشا کے خلاف استعمال کر دو گے تو تمہیں بالآخر جہنم کی آگ میں ڈال دیا جائے گا۔

اس کے برعکس فرشتے ایسی مخلوق ہیں جو محض اللہ کی عبادت و اطاعت کے لیے پیدا کئے گئے ہیں۔ وہ حکم الہی کے بغیر کچھ نہیں کرتے۔ انہیں جو حکم دیا جاتا ہے فوراً اس کی تعمیل کرتے ہیں، اللہ کی فرمانبرداری و اطاعت گزاری اور عبادت و پرستش میں وہ نہ تھکتے ہیں اور نہ سستی اور کاہلی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں فرشتوں کے اس مقصد عبادت و اطاعت کی کما حقہ تکمیل کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو کھانے پینے، سونے جانے اور دیگر خواہشاتِ نفس کا محتاج ہی نہیں بنایا۔

جس طرح انسان کے ساتھ جنات و شیاطین کا ایک تعلق ہے، اسی طرح فرشتوں کا بھی انسان سے کئی جہتوں سے تعلق ہے۔ انسان میں روح ڈالنے سے لے کر روح نکالنے تک، اعمال نامہ تیار کرنے سے لے کر قبر میں سوال کرنے تک اور جنت میں اہل جنت کی خدمت کرنے سے لے کر جہنم میں اہل جہنم کو سزا دینے تک فرشتوں کا کوئی نہ کوئی کردار ضرور ہے۔

اسی طرح دنیوی زندگی میں بھی بہت سے لمحات ہر انسان کے لیے ایسے آتے ہیں جہاں فرشتے اس کی فلاح و بہبود اور ترقی و نجات کے لیے دعائیں کرتے اور اس کی بخشش کے لیے استغفار کرتے ہیں۔ اور بہت سے لمحات ایسے بھی آتے ہیں جب یہی فرشتے انسان کی بدبختی و شقاوت کے لیے اللہ کے حضور ہاتھ بلند کر دیتے ہیں اور انسان پر لعنت کرتے ہیں۔ ان پاکباز ہستیوں کی دعایا لعنت، ہر ایک عمل کے پیچھے منشاء الہی کا فرما ہوتی ہے۔

فرشتوں کے وجود کو اس حیثیت سے تسلیم کرنا، جس حیثیت سے انہیں تسلیم کرنے کا قرآن ہم سے مطالبہ کرتا ہے، ایمان کے چھ بنیادی ارکان میں شامل ہے۔ اس لیے فرشتوں کے بارے قرآن و سنت کی بتائی ہوئی تعلیمات کو تسلیم کرنا ہمارے عقائد کا حصہ ہے۔ اور عقائد کی درستگی ہی جنت کی کنجی ہے۔ اگر خدا نخواستہ عقائد میں کسی بھی پہلو سے کجی رہ گئی تو جنت سے محرومی کا سوال پیدا ہو سکتا ہے۔

عقائد کے سلسلہ میں جس طرح ایمان باللہ اور ایمان بالرسول کو اہم حیثیت حاصل ہے، اس طرح ایمان بالملائکہ کی اہمیت سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا۔ ہمارے ہاں ایمان باللہ اور ایمان بالرسول پر تو بیسیوں کتابیں موجود ہیں مگر ایمان بالملائکہ پر قرآن و سنت کی صحیح تعلیمات پر مبنی لٹریچر نہ ہونے کے برابر ہے اور یہی وجہ ہے کہ ہمارے ہاں فرشتوں سے انکار کا رویہ بہت سے لوگوں میں پیدا ہو رہا ہے، بالخصوص جو لوگ سرسید اور غلام احمد پرویز وغیرہ جیسے لوگوں سے متاثر ہیں وہ تو فرشتوں کے الگ وجود کے سرے سے قائل ہی نہیں ہیں۔ اور جو لوگ ایمان بجمل میں فرشتوں پر ایمان لانے کا اقرار کرتے ہیں، وہ فرشتوں کی دنیا سے کچھ زیادہ باخبر نہیں ہیں اور بالخصوص اس پہلو سے شاید ہی کوئی یہ احساس رکھتا ہو کہ فرشتے ہر آن ہمارے ساتھ موجود رہتے ہیں..... ہمارا ہر اچھا برا عمل لکھتے ہیں..... خیر و بھلائی کے کام پر ہماری مدد

کرتے ہیں..... اور اس کی انجام دہی پر ہمارے لیے دعائیں کرتے ہیں..... اور برے کاموں اور شیاطین و جنات کے بے شمار حملوں سے ہمیں بچانے کے لیے زبردست پہرے دار کا کام دیتے ہیں.....!!

زیر نظر کتاب میں فرشتوں کے حوالے سے انہی چیزوں کو زیر بحث لایا گیا ہے اور آخر میں منکرینِ ملائکہ کے شبہات و اعتراضات کا بھی کافی و شافی جواب دیا گیا ہے۔

یہ کتاب پہلی مرتبہ 2004ء میں شائع کی گئی تھی، اس کی مقبولیت کے پیش نظر اب اسے دوبارہ نئے اسلوب کے ساتھ شائع کیا جا رہا ہے۔ امید ہے اصلاح عقائد کے سلسلہ میں یہ بڑی مفید ثابت ہوگی۔ ان شاء اللہ!

اور اللہ کا شکر ہے کہ اس نے بندہ ناچیز کو اصلاح عقائد پر لکھنے کی توفیق عطا فرمائی۔ واللہ الحمد!

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ایمان کے اس رکن (اِيْمَانٌ بِالْمَلٰٓئِكَةِ) کو سمجھنے، اس پر کما حقہ ایمان لانے اور فرشتوں پر ایمان لانے کا جو مقصد ہے، اسے بھی پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس کتاب کو ہم سب کی نجات کا ذریعہ بنا دے اور ہماری ان حقیر سی کوششوں کو شرف قبولیت بخشے، آمین یا رب العالمین!

اَلْعَبْدُ الْعَاجِزُ:

حافظ مبشر حسین حفظہ اللہ

0300-4602878

* * *

صاحبِ تصنیف ایک نظر میں

نام :	حافظ مبشر حسین
تاریخ پیدائش :	21-01-1978 [لاہور]
دینی تعلیم :	[دیوبندی، بریلوی اور اہلحدیث تینوں مکتب فکر کے علماء و مدارس سے استفادہ]
1989-90	حفظ القرآن
1991-92	تجوید و قرأت، ترجمہ قرآن، عربی گرامر
1992-99	درس نظامی + وفاق المدارس [الشہادۃ العالمیہ] ممتاز درجہ میں
عصری تعلیم :	
1996	میٹرک [فرسٹ ڈویژن]
1999	ایف۔ اے [فرسٹ ڈویژن]
2001	بی۔ اے [اے گریڈ] پنجاب یونیورسٹی
2004	ایم۔ اے [اسلامیات، اے گریڈ] پنجاب یونیورسٹی
2004	پی ایچ ڈی [فقہ اسلامی، پنجاب یونیورسٹی، زیر تکمیل]
تدریسی و تحقیقی ذمہ داریاں :	
1999-2000	جامعہ الدعوة الاسلامیہ مریدکے، لاہور
2000	جامعہ الدراسات الاسلامیہ، کراچی
2001-2004	اسلامک ریسرچ کونسل، ماہنامہ محدث، لاہور
2004-2005	پریسٹن یونیورسٹی، لاہور کیمپس
تصنیف و تالیف :	
1-	تقریباً 50 تحقیقی مضامین [فکر و نظر، دعوت، محدث، ترجمان القرآن، ایشیا وغیرہ میں شائع ہو چکے ہیں]
2-	20 کتابیں شائع ہو چکی ہیں [مزید زیر طبع و زیر تالیف ہیں]
3-	بہت سے مختلف کتابوں کے تراجم و حواشی، تخریج و تحقیق وغیرہ۔
4-	مختلف دینی رسائل و جرائد سے قلمی تعاون، علمی وادارتی مشاورت۔
5-	مبشر اکیڈمی کے نام سے دینی لٹریچر کی نشر و اشاعت کے ادارہ کی نظامت۔ واللہ الحمد!

آئینہ کتاب

	پیش لفظ	*
3		
15		باب 1
	فرشتوں سے تعارف!	
15	فرشتوں پر ایمان لانا ضروری ہے	*
16	فرشتے کب پیدا کئے گئے؟	*
16	فرشتے کس چیز سے پیدا کئے گئے؟	*
17	کیا فرشتوں کو دیکھنا ممکن ہے؟	*
17	فرشتوں کا قد و قامت اور جسمانی ہیئت کیسی ہے؟	*
19	کیا فرشتے خوبصورت ہیں؟	*
20	فرشتے مذکر ہیں یا مؤنث؟	*
21	کیا فرشتے شادی بیاہ کرتے ہیں؟	*
21	کیا فرشتوں کی اولاد ہے؟	*
21	کیا فرشتے کھاتے پیتے ہیں؟	*
23	کیا فرشتے تھکتے اور بیمار ہوتے ہیں؟	*
23	کیا فرشتے سوتے اور آرام کرتے ہیں؟	*
24	کیا فرشتے بے ہوش ہوتے ہیں؟	*
25	فرشتے کہاں رہتے ہیں؟	*
25	فرشتوں کی تعداد کتنی ہے؟	*

27	* کیا فرشتوں کو موت آتی ہے؟
31	باب 2
	فرشتوں کو عطا کردہ قدرت و اختیارات
31	* مختلف شکلیں اختیار کرنے کی قدرت
33	* انسانوں سے کئی گنا زیادہ قوت
35	* سرعت رفتار
36	* وہی علم
37	باب 3
	فرشتوں کی عادات و صفات اور اخلاق و کردار
36	* فرشتے گناہوں سے پاک ہیں
37	* فرشتے انتہائی نیک ہیں
37	* فرشتے شرم و حیا سے متصف ہیں
39	* فرشتے نظم و ضبط کے پابند ہیں
40	* فرشتے بحث و مباحثہ بھی کرتے ہیں
42	* فرشتے اللہ کے خوف سے ڈرتے ہیں
43	باب 4
	فرشتوں کا مقصد پیدائش
43	* فرشتوں کی ذمہ داریاں
44	* کیا فرشتوں کے علاوہ کوئی اور ہستی بھی کائنات میں مامور ہے؟
45	* تسبیح و تحمید
45	* رکوع و سجود

46	* حج و طواف
46	* خوف و خشیت الہی
47	باب 5
	مشہور فرشتے اور ان کی ذمہ داریاں
47	* حضرت جبریل <small>علیہ السلام</small> اور ان کی ذمہ داری
47	* حضرت جبریل <small>علیہ السلام</small> کی فضیلت
48	* جبرائیل کا تلفظ
49	* جبرائیل کا ایک نام 'الروح' بھی ہے
49	* جبریل کا اردو ترجمہ
50	* حضرت جبریل <small>علیہ السلام</small> کی ذمہ داری
51	* حضرت میکائیل <small>علیہ السلام</small> اور ان کی ذمہ داری
52	* حضرت اسرافیل <small>علیہ السلام</small> اور ان کی ذمہ داری
54	* حضرت ملک الموت <small>علیہ السلام</small> اور ان کی ذمہ داری
59	* حضرت ہاروت <small>علیہ السلام</small> اور حضرت ماروت <small>علیہ السلام</small>
61	* مذکورہ قصہ کے حوالے سے چند اہم نکات اور بعض شبہات کا ازالہ
63	* ہاروت و ماروت کے بارے میں ایک ضعیف روایت
64	* حضرت مالک <small>علیہ السلام</small> اور ان کی ذمہ داری
65	* جہنم کے دیگر فرشتے
66	* جنت کے فرشتے
66	* کراما کاتبین یعنی اعمال لکھنے والے فرشتے
67	* منکر، نکیر یعنی قبر کے فرشتے

67	* عذاب کے فرشتے
68	* عرش کو اٹھانے والے فرشتے
68	* رحمت کے فرشتے
70	باب 6
	فرشتوں کے انسانوں کے ساتھ تعلقات کی نوعیت
70	* انسان کی تخلیق اور فرشتے
71	* انسان کی موت اور فرشتے
71	* فرشتے لوگوں کے اعمال لکھتے ہیں
73	* صاحب الیمین اور صاحب الشمال فرشتے
73	* فرشتے ارادہ و نیت بھی لکھتے ہیں؟
74	* فرشتے دلوں میں خیر ڈالتے ہیں
76	* فرشتے انسانوں کو گھیرے ہوئے ہیں
76	* انسان کی آزمائش کے لیے فرشتے نازل ہوتے ہیں
78	* فرشتے قبر میں سوال کرتے ہیں
80	* انسانوں کے لیے فرشتے 'رسول'!
81	باب 7
	فرشتوں کے انبیاء و رسل کے ساتھ تعلقات کی نوعیت
81	* فرشتے اور (حضرت آدم علیہ السلام)
82	* فرشتے اور دیگر انبیاء و رسل
83	* وحی الہی کے ساتھ فرشتوں کی آمد
83	* خوشخبری کے ساتھ فرشتوں کی آمد

84	* عذاب کے ساتھ فرشتوں کی آمد
85	* حضرت سلیمان علیہ السلام اور فرشتے
86	* حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرشتے
86	* حضرت طالوت علیہ السلام اور فرشتے
88	* حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور فرشتے
89	* حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور فرشتے
90	* جبریل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو امامت کرواتے تھے
90	* جبریل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دم کرتے تھے
91	* جبریل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قرآن کا دور کرتے تھے
91	* فرشتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ معراج
91	* فرشتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت فرماتے ہیں
93	باب 8
	فرشتوں اور اہل ایمان کے تعلقات کی نوعیت
93	* اہل ایمان سے محبت
93	* اہل ایمان کے لیے دعائیں
95	* فرشتوں کی دعائیں پانے والے چند خوش نصیب
95	* (۱)..... خیر و بھلائی کا سبق دینے والے
95	* (۲)..... نماز باجماعت کا انتظار کرنے
95	* (۳)..... نماز پڑھ کر مصلیٰ پر بیٹھنے والے
96	* (۴)..... اگلی صفوں میں نماز پڑھنے والے
96	* (۵)..... دائیں جانب نماز پڑھنے والے

96	* (۶)..... صفوں میں مل کر کھڑے ہونے والے
97	* (۷)..... نبی کریم ﷺ پر درود بھیجنے والے
97	* (۸)..... روزہ رکھنے والے
97	* (۹)..... مریضوں کی عیادت کرنے والے
98	* فرشتے اہل ایمان کی راہنمائی کرتے ہیں
98	* فرشتے دعا پر آمین کہتے ہیں
99	* فرشتے نماز جمعہ میں شرکت کرنے والوں کا اندراج کرتے ہیں
99	* فرشتے علم و ذکر کے حلقوں میں حاضری دیتے ہیں
101	* تلاوت قرآن کے وقت فرشتوں کی آمد
102	* ایمان والوں سے فرشتوں کا مصافحہ!
103	* صبح و شام فرشتوں کی آمد و رفت
104	* خواب میں فرشتوں کا دیدار!
105	* فرشتے اہل ایمان کو بشارتیں دیتے ہیں
108	* درود پڑھنے والوں کا درود آنحضرت ﷺ تک پہنچاتے ہیں
108	* جنگوں میں اہل ایمان کا ساتھ دیتے ہیں
109	* جنگ بدر میں کتنے فرشتے شریک ہوئے؟
109	* فرشتوں کی شرکت کا انکار کرنے والے!
110	* کیا فرشتوں نے جنگ میں حصہ لیا تھا؟
112	* مشکلات میں اہل ایمان سے فرشتے تعاون کرتے ہیں
114	* ایک شہید پر فرشتوں کا سایہ
114	* فرشتے مکہ و مدینہ کو دجال سے محفوظ رکھیں گے

115	* ملک شام کے مسلمان اور فرشتے
115	* صالحین کے جنازے میں فرشتوں کی حاضری
116	باب 9
	فرشتوں کے کافرو فاسق لوگوں کے ساتھ تعلقات کی نوعیت
116	* کافروں پر عذاب
118	* کیا قوم لوط پر عذاب آتش نشانی انجارتھا؟
119	* کافروں پر لعنت!
119	* صحابہ کرام کو گالیاں دینے والوں پر لعنت!
120	* خاوند کی نافرمانی کرنے والی بیوی پر لعنت!
120	* بدعتی کو پناہ دینے والے پر لعنت!
120	* بدعہدی کرنے والے پر لعنت!
121	* اپنے بھائی پر اسلمہ تان لینے والے پر لعنت
121	* اللہ کے قوانین میں رکاوٹ ڈالنے والے پر لعنت!
122	باب 10
	فرشتوں کے حقوق اور ہماری ذمہ داریاں
122	* فرشتوں پر ایمان لانا
122	* فرشتوں سے محبت کرنا
123	* فرشتوں کو برا بھلا نہ کہنا
123	* نماز میں دائیں جانب نہ تھوکنے
124	* قابل نفرت چیزوں سے احتیاط کرنا
124	* اللہ کی نافرمانی اور کارگناہ سے پرہیز کرنا

125	* جس گھر میں کتاب یا تصویریں ہوں، وہاں رحمت کے فرشتے نہیں آتے!
128	* جہاں کوئی جنبی یا نشہ کرنے والا ہو، وہاں رحمت کے فرشتے نہیں آتے!
128	* جہاں کھٹی اور بینڈ باجے وغیرہ ہوں، وہاں بھی رحمت کے فرشتے نہیں آتے!
130	باب 11 انسان افضل ہے یا فرشتے؟
132	* محل نزاع بات؟
132	* نیک لوگوں کو فرشتوں سے افضل کہنے والوں کی دلیل
134	* فرشتوں کو انسانوں سے افضل کہنے والوں کی دلیل
135	* راجح قول اور امام ابن تیمیہ کا فیصلہ!
136	* فرشتوں پر ایمان لانے کا فائدہ؟
136	باب 12 منکرین ملائکہ اور ان کے شبہات کا ازالہ
136	* فرشتے اور سرسید احمد خان کے نظریات
140	* فرشتوں کے ذاتی تشخص کے دلائل
141	* جبریل کی حقیقت اور نبوت کا مقام سرسید صاحب کے نزدیک
142	* فطری ملکہ اور نبوت میں فرق؟
142	* فطری ملکہ اور علامہ اقبالؒ
147	* فرشتوں پر ایمان اور مسٹر پرویز!
152	* پرویزی گروہ فرشتوں پر ایمان نہیں رکھتا!

* * *

باب ۱:

فرشتوں سے تعارف.....!

فرشتوں پر ایمان لانا ضروری ہے:

قرآن مجید کا مطالعہ کریں تو پہلے پارہ سے لے کر آخری پارے تک فرشتوں کا تذکرہ ملتا ہے۔ یہ فرشتے ہیں کیا؟ کس چیز سے پیدا کئے گئے؟ ان کی تخلیق کا مقصد کیا ہے اور انسان سے ان کے تعلق کی بنیادیں کیا ہیں؟ ان سب باتوں کی تفصیل تو آگے آرہی ہے تاہم بحیثیت مسلمان ہمارے لیے سب سے پہلے یہ بات ضروری ہے کہ ہم ان کی موجودگی کو تسلیم کریں اور اُس حیثیت سے تسلیم کریں جس حیثیت سے قرآن مجید انہیں پیش کرتا ہے نہ کہ کسی اور حیثیت سے۔ کیونکہ مشرکین مکہ بھی فرشتوں کے وجود کو تسلیم کرتے تھے مگر وہ انہیں اللہ کی بیٹیاں تصور کرتے تھے جب کہ قرآن مجید نے ان کے اس تصور کی نفی کی ہے۔

باقی رہی یہ بات کہ قرآن مجید اور احادیثِ رسولؐ میں ان فرشتوں کے بارے کیا تصور پیش کیا گیا ہے؟ تو زیر نظر کتاب اول تا آخر اسی کا جواب ہے۔

فرشتوں کے وجود کو تسلیم کرنا اِنْمَانٌ بِالْمَلَائِكَةِ کہلاتا ہے اور یہ ایمان کے چھ اساسی ارکان میں سے ایک رکن ہے جیسا کہ قرآن و حدیث کے درج ذیل دلائل سے واضح ہے:

(۱): ﴿لَيْسَ الْبِرُّ أَنْ تُولُوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ﴾ [سورة البقرة: ۱۷۷]

”ساری اچھائی مشرق و مغرب کی طرف منہ کرنے میں ہی نہیں بلکہ حقیقتاً اچھا شخص وہ ہے جو اللہ تعالیٰ پر، قیامت کے دن پر، فرشتوں پر، (اللہ کی) کتاب پر اور (اس کے) نبیوں پر ایمان رکھنے والا ہو۔“

(۲): ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي نَزَّلَ عَلَيَّ رَسُولَهُ وَالْكِتَابِ الَّذِي أَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ مَنْ يُكْفَرْ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا﴾ [سورة النساء: ۱۳۶]

”اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ پر، اس کے رسول ﷺ پر، اس کی کتاب پر جو اس نے اپنے رسول پر اتاری

ہے اور ان کتابوں پر جو اس سے پہلے اس نے نازل فرمائی ہیں، ایمان لاؤ! جو شخص اللہ سے، اس کے فرشتوں سے، اس کی کتابوں سے، اس کے رسولوں سے اور قیامت کے دن سے انکار کرے، وہ تو بہت دور کی گمراہی میں جا پڑا۔“

(۳) ﴿عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: بَيْنَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ إِذْ طَلَعَ عَلَيْنَا رَجُلٌ شَدِيدٌ بَيَاضِ الثِّيَابِ شَدِيدٌ سَوَادِ الشَّعْرِ..... قَالَ فَاسْخِرْنِي عَنِ الْإِيمَانِ؟ قَالَ: أَنْ تُؤْمِنَ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَتُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ﴾

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ”ایک دن ہم اللہ کے رسول ﷺ کے پاس تھے کہ اچانک ایک آدمی آیا جس کے کپڑے انتہائی سفید اور بال انتہائی سیاہ تھے اس نے (آنحضرت سے) کہا: مجھے ایمان کے متعلق آگاہ کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: (ایمان یہ ہے) کہ تو اللہ تعالیٰ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر، آخرت کے دن پر اور تقدیر کے اچھایا برا ہونے پر ایمان لائے۔“ (۱)

معلوم ہوا کہ مذکورہ بالا چھ کی چھ چیزیں ایمان کے بنیادی ارکان ہیں اور کوئی شخص اس وقت تک دائرہ اسلام میں داخل نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ ان چھ چیزوں پر ایمان نہ لے آئے اور یہ بھی واضح رہے کہ ان میں سے کسی ایک کا انکار بھی انسان کو دائرہ اسلام سے خارج کر دیتا ہے۔

فرشتے کب پیدا کئے گئے؟

قرآن مجید کے مطالعہ سے یہ بات تو معلوم ہوتی ہے کہ انسان (یعنی آدم علیہ السلام) کی تخلیق سے پہلے فرشتے موجود تھے مگر وہ کتنا عرصہ پہلے پیدا کیے گئے، اس کی تعیین نہ تو قرآن مجید میں مذکور ہے اور نہ ہی کسی صحیح حدیث میں۔ (واللہ اعلم!)

فرشتے کس چیز سے پیدا کئے گئے؟

اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو نور سے پیدا کیا جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

(۱) [صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان الایمان والسلام (ح ۸) ومثله فی البخاری (ح ۵۰۰)]

((خُلِقَتِ الْمَلَائِكَةُ مِنْ نُورٍ وَخُلِقَ الْجَانُّ مِنْ مَّارِجٍ مِنْ نَّارٍ وَخُلِقَ آدَمُ مِمَّا وُصِفَ لَكُمْ))

”فرشتوں کو نور سے پیدا کیا گیا، جنات کو آگ سے پیدا کیا گیا اور آدم علیہ السلام کو اس چیز سے پیدا کیا گیا جو تمہیں بتادی گئی ہے۔“^(۱) (یعنی مٹی سے، دیکھیے سورۃ الاعراف: آیت ۱۲)

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کون سا نور ہے جس سے فرشتوں کو پیدا کیا گیا؟ تو اس سوال کا جواب قرآن و سنت میں کہیں مذکور نہیں اور نہ ہی عقلی طور پر ہم اس کا ادراک کر سکتے ہیں کہ وہ کون سا نور تھا۔ لہذا اس نور کے بارے خاموشی ہی مناسب ہے۔ (واللہ اعلم!)

فرشتوں کو دیکھنا ممکن ہے؟

فرشتے نورانی مخلوق ہیں جنہیں ان کی اصلی شکل و صورت میں دیکھنا انبیاء و رسل کے علاوہ کسی اور کے لیے ممکن نہیں اور یہی وجہ ہے کہ ہمارے ارد گرد لاتعداد فرشتے اپنے کاموں میں مصروف ہیں مگر ہمیں وہ دکھائی نہیں دیتے۔ تاہم اگر وہ انسانی شکل اختیار کر کے سامنے آئیں تو پھر انہیں دیکھنا ممکن ہے اور اس کی کئی ایک مثالیں قرآن و حدیث میں موجود ہیں جن کی تفصیل چھٹے باب میں فرشتے اور انسان کے ضمن میں آئے گی۔ ان شاء اللہ!

فرشتوں کا قد و قامت اور جسمانی ہیئت کیسی ہے؟

قرآن و سنت کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ فرشتے انسان کی بہ نسبت عظیم مخلوق ہے اور خود فرشتوں میں بھی بعض چھوٹے ہیں بعض بڑے۔ بعض کے دو دو پر ہیں اور بعض کے چھ چھ سو، مثلاً قرآن مجید میں ہے:

﴿الْحَمْدُ لِلَّهِ فَاطِرِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ جَاعِلِ الْمَلَائِكَةِ رُسُلًا أُولَىٰ أَجْنِحَةٍ مَّثْنَىٰ وَثُلَاثَ

وَرُبْعَ يَزِيدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَاءُ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ [سورۃ فاطر: آیت ۱]

”اللہ تعالیٰ ہی کے لیے تمام تعریفیں ہیں جو (ابتداءً) آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے اور دو دو تین تین چار چار پروں والے فرشتوں کو اپنا قاصد (پیغام بر) بنانے والا ہے۔ تخلیق میں، وہ جو کچھ چاہتا ہے، زیادتی کرتا ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔“

(۱)..... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ (جبریل علیہ السلام کے بارے میں) اللہ کے رسول ﷺ نے

فرمایا:

(۱) [صحیح مسلم، کتاب الزہد، باب فی احادیث متفرقة (۱: ۱۰۰)]

((اِنَّمَا هُوَ جَبْرِيْلُ لَمْ اَرَهُ عَلَى صُوْرَتِهِ الَّتِي خُلِقَ عَلَيْهَا غَيْرَ هَاتَيْنِ الْمَرْئِيْنِ رَاَيْتُهُ مُنْهَبِطًا مِنْ السَّمَاءِ سَادًّا عَظَمَ خَلْقِهِ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ اِلَى الْاَرْضِ))

”وہ جبریل علیہ السلام ہی تھے، میں نے انہیں ان کی اصلی پیدائشی صورت میں صرف انہی دو مرتبہ دیکھا ہے۔ میں نے انہیں آسمان سے جب اترتے دیکھا تو ان کا وجود آسمان سے لے کر زمین تک پھیلا ہوا تھا۔“ [بعض روایات کے مطابق:] ”ان کے وجود نے سارا افاق ہی گھیر رکھا تھا، اور ان کے چہ سو پر تھے۔“ (۱)

(۲)..... حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے جبریل علیہ السلام کو جب ان کی اصلی شکل میں دیکھا تو ان کے چہ سو پر تھے اور ہر پر نے افاق کو گھیر رکھا تھا۔ ان کے پروں سے مختلف رنگ اور قیمتی موتی بکھر رہے تھے۔ (۲)

(۳)..... اسی طرح وہ فرشتے جنہوں نے عرش اٹھا رکھا ہے، ان کے قدم و قامت کے بارے میں حضور نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ

”مجھے ان میں سے ایک فرشتے کی قدم و قامت بیان کرنے کی اجازت ملی ہے (اور اس کا وجود کتنا بڑا ہے اس کا اندازہ اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ) اس کے کان کی لو سے کندھے تک کا درمیانی حصہ اتنا لمبا ہے کہ چٹنی سات سو سال کی مسافت۔“ (۳)

(۴)..... اسی طرح ایک اور فرشتے کے بارے میں آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ نے ایک مرغ (اس سے مراد مرغ نما فرشتہ ہے جیسا کہ اگلی حدیث سے واضح ہے) کے بارے میں بتانے کی مجھے اجازت دی ہے۔ اس کے پاؤں زمین کے اندر چلے گئے ہیں اور اس کی

(۱) [صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب معنی قول اللہ ”ولقد راه نزلة اخراى“ (۱۷۷) نیز دیکھیے: صحیح

بخاری، کتاب بدء الخلق، باب اذقال احدکم امین والملائكة فی..... (ح- ۲۲۳۲ تا ۲۲۳۳)]

(۲) [البدایة والنہایة (۴۷/۱) حافظ ابن کثیر نے اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔ بحوالہ ”عالم الملائكة الابرار“ از

قلم: دکتور عمر سلیمان الاشقر (ص ۱۳)]

(۳) [ابوداؤد: کتاب السنة، باب فی الجهمیة (ح- ۴۷۲۷) سلسلہ الاحادیث الصحیحة (ح- ۱۵۱) شیخ البانی

نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ جس روایت میں ہے کہ ”اس کے کان کی لو سے ہنسی کی ہڈی تک پہنچنے کے لیے ایک تیز رفتار

پرندے کو تیز ہزار سال کی مدت درکار ہوگی۔“ اسے شیخ نے ضعیف قرار دیا ہے۔ دیکھیے: السلسلہ الضعیفة (ح- ۱۹۲۷)]

گردن عرش کے نیچے مڑی ہوئی ہے اور اس حالت میں وہ (تبیح بیان کرتے ہوئے) کہتا ہے: ”یا اللہ! تو پاک ہے۔ یارب! تو کس قدر عظیم ہے۔“ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے جواب دیا جاتا ہے کہ ”جو میرے نام کے ساتھ جھوٹی قسم کھاتا ہے (کیا) اسے معلوم نہیں؟!“^(۱) یعنی تم تو میری عظمت جانتے ہو مگر میرے نام کے ساتھ جھوٹی قسمیں کھانے والے میری عظمت کو بھول جاتے ہیں!

(۵)..... ایک اور حدیث میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”عرش کو اٹھانے والے فرشتوں میں سے ایک فرشتے کے بارے میں مجھے بتانے کی اجازت دی گئی ہے، اس کے پاؤں سب سے پگھلی زمین میں ہیں اور اس کے سینگوں پر عرش ہے اور اس کے دونوں کانوں کی لو اور کندھوں کے درمیان اتنی دوری ہے کہ اسے طے کرنے کے لیے پرندے کو سات سو سال کی پرواز چاہیے۔ وہ فرشتہ کہتا ہے: ((سُبْحَانَكَ حَيْثُ كُنْتُ)) ”یا اللہ! تو پاک ہے جہاں بھی ہے۔“^(۲)

فرشتے خوبصورت ہیں؟

قرآن و سنت کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مجموعی طور پر فرشتے خوبصورت ہیں مگر ان میں سے بعض فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے ہیبت ناک شکلیں بھی عطا کر رکھی ہیں مثلاً مومن کی موت کے وقت آنے والے فرشتوں کی شکل و صورت بیان کرتے ہوئے آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ الْعَبْدَ الْمُؤْمِنَ إِذَا كَانَ فِيهِ انْقِطَاعٌ مِنَ الدُّنْيَا وَاقْبَالٌ مِنَ الْآخِرَةِ نَزَلَ إِلَيْهِ مَلَائِكَةٌ مِنَ السَّمَاءِ بِيضُ الْوُجُوهِ كَانَ وَجُوهُهُمْ السَّمْسُ مَعَهُمْ كَفَنٌ مِنْ أَكْفَانِ الْجَنَّةِ وَحُنُوطٌ مِنْ حُنُوطِ الْجَنَّةِ))

”جب مومن بندہ اس دنیا سے رخصت ہو کر آخرت کو سدھار رہا ہوتا ہے تو آسمان سے اس کے پاس فرشتے آتے ہیں، ایسے روشن چہرے والے گویا کہ ان کے چہرے سورج ہیں۔ ان کے پاس جنت سے لایا ہوا کفن ہوتا ہے اور جنت ہی کی لائی ہوئی خوشبو بھی۔“^(۳)

اس حدیث میں فرشتوں کی خوبصورتی کی طرف اشارہ ہے جبکہ ایک حدیث میں بعض فرشتوں کی ہیبت

(۱) | سلسلة الاحاديث الصحيحة (ج ۱۰۰) |

(۲) | صحيح الجامع الصغير (ج ۹۸۵۲) |

(۳) | احمد (۲: ۲۸۷) مشکوٰۃ: كتاب الجنائز: باب ما يقول عند من حضره الموت: الفصل الثالث (ج ۱۶۳) |

ناک و خوفناک شکل کا تذکرہ اس طرح کیا گیا ہے:

((إِذَا قُبِرَ الْمَيِّتُ ، أَوْ قَالَ : أَحَدُكُمْ ، آتَاهُ مَلَكَانِ اسْوَدَانِ أَرْزَقَانِ يُقَالُ لِأَحَدِهِمَا الْمُنْكَرُ وَالْآخَرُ الذَّكِيْرُ.....))

”جب میت دفنائی جاتی ہے (یا آپ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی ایک کی میت دفنائی جاتی ہے) تو اس کے پاس دو سیاہ رنگ کے، نیلی آنکھوں والے دو فرشتے آتے ہیں، ان میں سے ایک کو منکر اور دوسرے کو ذکیر کہا جاتا ہے۔“^(۱)

بعض روایات میں انہی فرشتوں کے بارے میں ہے کہ ”ان کی آنکھیں تانبے کی دیگیوں کے برابر ہیں، دانت گائے کے سینگ کی طرح ہیں اور آواز بجلی کی کڑک کی طرح (گرج دار) ہے۔“ اس کی مزید تفصیل اگلے صفحات میں ”فرشتوں کا مقصد پیدائش“ کے ضمن میں آئے گی۔

فرشتے مذکر ہیں یا مؤنث؟

مشرکین مکہ فرشتوں کو مؤنث تصور کرتے تھے اور انہیں ”اللہ کی بیٹیاں“ کہا کرتے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے ان کے اس تصور کی نفی کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ فَاسْتَفْتِهِمُ الرِّبِّكَ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُونَ أَمْ خَلَقْنَا الْمَلَائِكَةَ إِنَاثًا وَهُمْ شَاهِدُونَ أَلَا إِنَّهُمْ مِنْ إَفِكِهِمْ لَبِقُولُونَ وَلَدَ اللّٰهُ وَأَنَّهُمْ لَكَذِبُونَ أَصْطَفَى الْبَنَاتِ عَلَى الْبَنِينَ مَا لَكُمْ كَيْفَ تَجْكُمُونَ أَفَلَا تَدْعُرُونَ أَمْ لَكُمْ سُلْطٰنٌ مُّبِينٌ فَآتُوا بِكِتَابِكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِينَ ﴾ [سورة الصافات: ۱۴۹ تا ۱۵۵]

”(اے نبی!) آپ ان سے دریافت کیجئے کہ کیا آپ کے رب کی بیٹیاں ہوں اور ان کے (اپنے لیے) بیٹے؟ یا یہ اس وقت موجود تھے جب کہ ہم نے فرشتوں کو مؤنث پیدا کیا؟ آگاہ رہو کہ یہ لوگ صرف اپنی طرف سے جھوٹ کہہ رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی اولاد ہے۔ یقیناً یہ جھوٹے ہیں۔ کیا اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے بیٹیوں کو بیٹوں پر ترجیح دی ہے؟ تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ تم کیسے حکم لگاتے پھرتے ہو؟ کیا تم اس قدر بھی نہیں سمجھتے؟ یا تمہارے پاس اس کی کوئی صاف دلیل ہے؟ اگر سچے ہو تو جاؤ اور اپنی ہی کتاب لے آؤ۔“

(۱) [ترمذی: کتاب الجنائز: باب ماجاء فی عذاب القبر (ح ۱۰۷۱)]

اسی طرح ایک اور مقام پر مشرکین کے اس تصور کی نفی کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿أَوْ مَنْ يُنشِئُوا فِي الْحِلْيَةِ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِينٍ وَجَعَلُوا الْمَلَائِكَةَ الَّذِينَ هُمْ عِبَادُ

الرُّحْمَنِ إِتَانًا أَشْهَدُوا خَلَقَهُمْ سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَهُمْ يُسْتَلُونَ﴾ [الزخرف: ۱۸، ۱۹]

”کیا (اللہ کی اولاد لڑکیاں ہیں) جو زیورات میں پللیں اور جھڑے میں (اپنی بات) واضح نہ کر سکیں؟ اور

انہوں نے فرشتوں کو جو رحمان کے عبادت گزار ہیں، عورتیں قرار دے لیا۔ کیا ان کی پیدائش کے موقع پر یہ

موجود تھے؟ ان کی یہ گواہی لکھ لی جائے گی اور ان سے (اس چیز کی) باز پرس کی جائے گی۔“

ان دونوں آیات سے معلوم ہوا کہ فرشتے مؤنث نہیں ہیں۔ باقی رہا یہ سوال کہ آیا پھر یہ مذکر ہیں؟ تو اس

کا جواب یہ ہے کہ انہیں مذکر بھی نہیں کہا گیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں عباد الرحمن یعنی رحمن کے بندے

قرار دیا ہے۔ اس لیے فرشتوں کے مذکر یا مؤنث ہونے کی بحث میں ہمیں پڑنا ہی نہیں چاہیے!

کیا فرشتے شادی بیاہ کرتے ہیں؟

شادی بیاہ یا جنسی تعلق کی ضرورت مذکر کو مؤنث سے یا مؤنث کو مذکر سے ہوتی ہے اور جب فرشتے نہ

مذکر ہیں نہ مؤنث تو پھر صاف ظاہر ہے کہ وہ شادی بیاہ نہیں کرتے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ نے ان میں جنسی

خواہشات پیدا کی ہیں۔

کیا فرشتوں کی اولاد ہے؟

جب فرشتوں میں شادی بیاہ کا سلسلہ نہیں تو پھر ان میں اولاد کیسے پیدا ہو۔ لہذا فرشتوں کی نسل نہیں بروہتی

بلکہ یہ اتنے ہی ہیں جتنے اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمادئے ہیں۔ فرشتے کتنے ہیں؟ اور کیا ان کی تعداد میں کمی ہوتی

ہے؟ ان سوالوں کے جواب آگے آرہے ہیں۔

کیا فرشتے کھاتے پیتے ہیں؟

جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرشتوں میں شادی بیاہ کی حاجت نہیں رکھی اسی طرح انہیں کھانے پینے سے بھی

بے نیاز کر دیا ہے۔ اس کی وضاحت قرآن مجید میں مذکور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس واقعہ سے بھی ہوتی

ہے جس میں ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے پاس فرشتے آئے تو آپ علیہ السلام ان کے لیے فوراً گوشت لے آئے مگر

انہوں نے اسے تناول نہ کیا۔ یہ واقعہ قرآن مجید کے مختلف مقامات پر مذکور ہے مثلاً ایک جگہ ارشاد ہے:

﴿وَلَقَدْ جَاءَتْ رُسُلُنَا إِبْرَاهِيمَ بِالْبَشْرَىٰ قَالُوا سَلِمًا قَالَ سَلَّمَ فَمَا لَبَّكُ أَنْ جَاءَ بِعِجْلٍ حَنِئِدٍ فَلَمَّا رَأَىٰ أَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ إِلَيْهِ نَكَرَهُمْ وَأَوَّجَسَ مِنْهُمْ خِيفَةً قَالُوا لَا تَخَفْ إِنَّا أُرْسِلْنَا إِلَىٰ قَوْمٍ لُّوطٍ﴾ [سورة هود: ۶۹، ۷۰]

”اور ہمارے بھیجے ہوئے پیغامبر (یعنی فرشتے) ابراہیم علیہ السلام کے پاس خوشخبری لے کر پہنچے اور سلام کہا تو انہوں نے بھی جواب سلام دیا اور بغیر کسی تاخیر کے گائے کا بھنا ہوا پھنڈا لے آئے۔ اب جو (ابراہیم علیہ السلام نے) دیکھا کہ ان کے ہاتھ اس (گوشت) کی طرف نہیں بڑھ رہے تو انہیں آنجان پا کر دل ہی دل میں ان سے خوف کرنے لگے۔ ان (فرشتوں) نے کہا کہ ڈرو نہیں ہم تو قوم لوط کی طرف بھیجے ہوئے آئے ہیں۔“

ان آیات کی تفسیر میں حافظ صلاح الدین یوسف رقمطراز ہیں کہ

”حضرت ابراہیم علیہ السلام بڑے مہمان نواز تھے۔ وہ یہ نہیں سمجھ پائے کہ یہ فرشتے ہیں جو انسانی صورت میں آئے ہیں اور کھانے پینے سے معذور ہیں بلکہ انہوں نے انہیں مہمان سمجھا اور فوراً مہمانوں کی خاطر تواضع کے لیے بھنا ہوا پھنڈا الا کر ان کی خدمت میں پیش کیا۔ نیز اس سے یہ معلوم ہوا کہ مہمان سے پوچھنے کی ضرورت نہیں بلکہ جو موجود ہو حاضر خدمت کر دیا جائے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب دیکھا کہ ان کے ہاتھ کھانے کی طرف بڑھ ہی نہیں رہے تو انہیں خوف محسوس ہوا۔ کہتے ہیں کہ ان کے ہاں یہ چیز معروف تھی کہ آئے ہوئے مہمان اگر ضیافت سے فائدہ نہ اٹھاتے تو سمجھا جاتا تھا کہ آنے والے مہمان کسی اچھی نیت سے نہیں آئے ہیں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ کے پیغمبروں کو غیب کا علم نہیں ہوتا۔ اگر ابراہیم علیہ السلام غیب دان ہوتے تو بھنا ہوا پھنڈا بھی نہ لاتے اور ان سے خوف بھی محسوس نہ کرتے۔ (ابراہیم علیہ السلام کے) اس خوف کو فرشتوں نے محسوس کیا یا تو ان آثار سے جو ایسے موقعوں پر انسان کے چہرے پر ظاہر ہوتے ہیں یا اپنی گفتگو میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کا اظہار فرمایا، جیسا کہ دوسرے مقام پر وضاحت ہے: ﴿إِنَّا مِنْكُمْ وَجِلُونَ﴾ [سورة الحجر: ۵۳] ”ہمیں تو تم سے ڈر لگتا ہے۔“ چنانچہ فرشتوں نے کہا ڈرو نہیں، آپ جو سمجھ رہے ہیں ہم وہ نہیں ہیں بلکہ اللہ کی طرف سے بھیجے گئے ہیں اور ہم قوم لوط کی طرف جا رہے ہیں۔“^(۱)

(۱) [تفسیر احسن البیان (ص ۵۶۰/۵۶۱)]

یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر فرشتے قوم لوط کی طرف جا رہے تھے تو پھر وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس کیوں رکے؟ اس کا جواب قرآن مجید کے دوسرے مقام پر یہ دیا گیا ہے کہ فرشتے آپ کو بیٹے کی خوشخبری دینے کے لئے رُکے تھے، چنانچہ ارشاد باری ہے:

﴿قَالُوا لَا تَوْجَلْ إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ عَلِيمٍ﴾ [سورة الحجر: ۵۳]

”انہوں نے کہا ڈرو نہیں، ہم تمہیں ایک صاحب فہم فرزند کی بشارت دیتے ہیں۔“

کیا فرشتے تھکتے اور بیمار ہوتے ہیں؟

اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو بیماری، سستی، کاہلی، دکھ، تکلیف، تھکاوٹ اور اکتاہٹ وغیرہ سے محفوظ رکھا ہے اور وہ دن رات اپنے کاموں میں مصروف و مشغول ہیں۔ اس کی وضاحت قرآن مجید کی درج ذیل آیات سے ہوتی ہے:

(۱): ﴿وَلَهُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ عِنْدَهُ لَا يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِهِ وَلَا

يَسْتَحْسِرُونَ يُسَبِّحُونَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُونَ﴾ [سورة الانبياء: ۱۹، ۲۰]

”آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے، اسی اللہ کا ہے اور جو اس کے پاس (فرشتے) ہیں وہ اس کی عبادت سے نہ سرکشی کرتے ہیں اور نہ تھکتے ہیں۔ وہ دن رات (اس اللہ کی) تسبیح بیان کرتے ہیں اور ذرا سی بھی سستی نہیں کرتے۔“

(۲): ﴿فَإِنْ اسْتَكْبَرُوا فَالذِّنِينَ عِنْدَ رَبِّكَ يُسَبِّحُونَ لَهُ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ﴾

”پھر اگر یہ کفر و غرور کریں تو وہ (فرشتے) جو آپ کے رب کے پاس ہیں، وہ تو رات دن اس کی تسبیح بیان کر رہے ہیں اور کسی (وقت بھی) نہیں اکتاتے۔“ [سورة فصلت: ۸]

کیا فرشتے سوتے اور آرام کرتے ہیں؟

آرام اور نیند، تھکاوٹ کو دور کرنے کے لیے ہوتی ہے اور جب یہ واضح ہو گیا کہ فرشتے نہ تھکتے ہیں اور نہ سب پڑتے ہیں تو پھر لامحالہ ان کے لیے نیند اور آرام کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی۔ اس لیے یہ ماننا پڑے گا کہ فرشتے سوتے ہیں نہ آرام کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں ان کے مشاغل کی تفصیلات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہر لمحہ اللہ کے کاموں اور اس کی تسبیح و تمجید میں مصروف رہتے ہیں۔

فرشتے بے ہوش ہوتے ہیں؟

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((إِذَا قَضَى اللَّهُ الْأَمْرَ فِي السَّمَاءِ ضُرِبَتِ الْمَلَائِكَةُ بِأَجْنِحَتِهَا خُضْعًا نَاقِلًا لِقَوْلِهِ كَالسَّلْسِلَةِ عَلَى صَفْوَانٍ (قَالَ عَلِيٌّ وَقَالَ غَيْرُهُ) صَفْوَانٌ يَنْفَذُهُمْ ذَلِكَ فَإِذَا أَفْرَعُ عَنْ قُلُوبِهِمْ قَالُوا مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ؟ قَالُوا لِلَّذِي قَالَ: الْحَقُّ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ))

”جب اللہ تعالیٰ آسمان پر کوئی فیصلہ فرماتے ہیں تو فرشتے عاجزی سے اپنے پر مارنے لگتے ہیں تو اس سے اس طرح آواز پیدا ہوتی ہے جیسے کسی صاف چکنے پتھر پر زنجیر کے مارنے سے پیدا ہوتی ہے (علی بن مدینیؒ فرماتے ہیں کہ سفیان راوی کے سوا دیگر راویوں نے یہ لفظ بھی بیان کئے ہیں) یَنْفَذُهُمْ ذَلِكَ (اس آواز سے ان فرشتوں پر وہشت طاری ہو جاتی ہے) پھر اللہ تعالیٰ اپنا حکم فرشتوں تک پہنچا دیتے ہیں۔ جب ان کے دلوں سے ڈر اور وہشت دور ہو جاتی ہے تو دوسرے فرشتے نزدیک والے فرشتوں سے دریافت کرتے ہیں کہ پروردگار نے کیا حکم صادر فرمایا ہے؟ نزدیک والے فرشتے جواب دیتے ہیں کہ جو فرمایا بجا ارشاد فرمایا اور وہ بڑا عالی شان اور عظمت والا ہے۔“^(۱)

مذکورہ بالا روایت میں بعض فرشتوں کی ایسی سخت گھبراہٹ کا بیان ہے جس سے وہ اللہ کا حکم سننے کی بھی تاب نہ لاسکیں جب کہ بعض دوسری روایات میں بعض فرشتوں کا اس موقع پر بے ہوش ہو جانے کا بھی ذکر ہے۔ اس کی وضاحت حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے درج ذیل حدیث سے بھی ہوتی ہے:

”آنحضرت ﷺ نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ کسی معاملے کو وحی کرنے کا ارادہ کرتے ہوئے گفتگو کرتے ہیں تو اس وحی سے آسمانوں میں زلزلہ برپا ہو جاتا ہے..... اللہ سے خوف کی وجہ سے ایسا ہوتا ہے..... جب اہل آسمان (یعنی فرشتے) اس وحی کی آواز کو سنتے ہیں تو وہ بھی بے ہوش ہو کر سجدہ ریز ہو جاتے ہیں۔ سب سے پہلے حضرت جبریل علیہ السلام اپنا سر اٹھاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ حسب منشاء ان سے اپنی وحی سے کلام فرماتے ہیں۔ پھر جبریل علیہ السلام [دوسرے فرشتوں سے] فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ حق

(۱) [صحیح بخاری: کتاب النفسیر: باب قوله "الامن سترق السمع فاتبعه شهاب مبین" تفسیر الححرات

(ح ۱۰ ۴۷۰) ابو داؤد (ح ۳۹۸۹) ترمذی (ح ۳۲۲۳) ابن ماجہ (ح ۱۹۴) ابن حبان (ح ۳۶)]

بات کہی اور وہ عالیشان ہے۔“ (۱)

فرشتے کہاں رہتے ہیں؟

قرآن و سنت کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ فرشتے عام طور پر آسمانوں میں رہتے ہیں (۲) اور اللہ کے حکم سے مختلف کاموں کے لیے زمین پر آتے ہیں اور پھر واپس آسمان پر چلے جاتے ہیں مثلاً قرآن مجید کے ایک مقام پر خود فرشتوں کی یہ بات مذکور ہے کہ:

﴿وَمَا نَنْزِلُ إِلَّا بِأَمْرِ رَبِّكَ﴾ [سورۃ مریم: ۶۴]

”ہم تیرے رب کے حکم کے بغیر نہیں اترتے۔“

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے جبریل علیہ السلام سے کہا:

((مَا يَمْنَعُكَ أَنْ تَزُورَنَا أَكْثَرَ مِمَّا تَزُورُنَا؟))

”آپ کو کیا رکاوٹ ہے کہ آپ ہمارے پاس اس سے زیادہ مرتبہ آئیں جتنا کہ اب آپ آتے ہیں؟“

تو اس پر یہ آیت (مذکورہ بالا) نازل ہوئی۔ (۳)

اسی طرح قرآن مجید کے ایک اور مقام پر ہے کہ شب قدر کے موقع پر اللہ کے حکم سے فرشتے زمین پر اترتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿تَنْزِيلُ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوحِ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ مِنْ كُلِّ أَمْرٍ﴾ [سورۃ القدر: ۴]

”اس (شب) میں ہر کام کے سرانجام دینے کے لیے اپنے رب کے حکم سے فرشتے اور روح امین (یعنی

جبریل علیہ السلام) اترتے ہیں۔“

فرشتوں کی تعداد کتنی ہے؟

فرشتوں کی تعداد کتنی ہے؟ اس بارے میں قرآن و سنت میں کوئی عدد مذکور نہیں۔ اسی طرح انسانوں اور جنوں کی حتمی تعداد کے بارے میں بھی قرآن و سنت کے نصوص خاموش ہیں بلکہ قرآن مجید میں تو یہ بات بیان کی گئی ہے کہ:

(۱) [تفسیر ابن کثیر (۷/۴) السنۃ لابن ابی عاصم (۱-۲۷۷)]

(۲) [دیکھئے: سورۃ الانبیاء- آیات ۱۹، ۲۰، سورۃ فصلت- آیت ۳۸- سورۃ شوری- آیت ۵]

(۳) [صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب قوله ”وما ننزل الا بامر ربك“..... (ح- ۴۷۳۱)]

﴿وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ﴾ [سورة المدثر: ۳۱]

”تیرے رب کے لشکروں کو اس کے سوا اور کوئی جانتا ہی نہیں۔“

بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ فرشتوں کی تعداد بہت زیادہ ہے بلکہ اندازہ ہوتا ہے کہ انسانوں اور جنوں سے بھی ان کی تعداد زیادہ ہے۔ یہ احادیث درج ذیل ہیں:

(۱)..... حضرت مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے (واقعہ معراج بیان کرتے ہوئے) ارشاد فرمایا:

((فَرُفِعَ لِي الْبَيْتُ الْمَعْمُورُ يُصَلِّي فِيهِ كُلُّ يَوْمٍ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ إِذَا خَرَجُوا لَمْ يَعُودُوا إِلَيْهِ آخِرُ مَا عَلَيْهِمْ))

”پھر مجھے بیت المعمور دکھایا گیا، میں نے جبریل علیہ السلام سے اس کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے بتلایا کہ یہ بیت المعمور ہے اس میں ستر ہزار فرشتے روزانہ نماز پڑھتے ہیں اور ایک مرتبہ جو فرشتے نماز پڑھ کر اس سے نکل جاتے ہیں تو پھر کبھی داخل نہیں ہو پاتے۔“ (۱)

(۲)..... حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((مَا فِيهَا مَوْضِعٌ أَرَبِيعَ أَصَابِعِ إِلَّا وَمَلَكَ وَاضِعٌ جَبْهَتَهُ لِلَّهِ سَاجِدًا))

”آسمانوں میں کہیں چار انگلیاں جگہ بھی ایسی نہیں جہاں کوئی نہ کوئی فرشتہ سجدہ ریز نہ ہو۔“ (۲)

(۳)..... حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

(۱) [بخاری: کتاب بدء الخلق: باب ذكر الملائكة (۳۲۰۷) مسلم: کتاب الايمان: باب الاسراء برسول الله (۱۶۲)]

(۲) [ترمذی: کتاب الزهد: باب ماجاء فى قول النبى "لو تعلمون ما علم لضحككم قليلا" (ج ۲۳۱۲) ابن ماجه:

کتاب الزهد: باب الحزن والبكاء (ج ۴۱۹۰) مسند احمد (ج ۵ ص ۱۷۳)]

☆..... [اگر کبھی فرشتے سجدہ ریز ہیں تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مختلف امور کی انجام دہی کے لیے فرشتے آمد و رفت وغیرہ کیسے کرتے ہیں؟ اس سوال کے پیش نظر بعض اہل علم نے یہ جواب دیا ہے کہ اس حدیث میں سجدہ کے حقیقی معنی مراد نہیں بلکہ اس سے مراد اطاعت و فرمانبرداری ہے اور بعض نے یہ جواب دیا ہے کہ فرشتوں کی بڑی تعداد سجدہ ریز ہے۔ اس لیے اکثریت کے پیش نظر کلی حکم لگا دیا گیا ہے۔ اور بعض نے کہا کہ اس سے مراد سات آسمانوں میں سے کسی ایک آسمان کے فرشتے ہیں، سبھی آسمانوں کے فرشتے مراد نہیں واللہ اعلم! دیکھئے: مرقاة از ملا علی قاری (۲۰۷، ۲۰۸، ۱۹) تحفة الاحوذی از عبد

الرحمن مبارکپوری، بذیل حدیث بالا]

((يُؤْتِيٰ بِجَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لِّهَا سَبْعُونَ اَلْفَ رَمَامٍ مَّعَ كُلِّ رَمَامٍ سَبْعُونَ اَلْفَ مَلَكٍ يَّجْرُؤْنَهَا))
 ”قیامت کے روز جہنم کو اس حال میں لایا جائے گا کہ اس کی ستر (۷۰) لگا میں ہوں گی اور ہر لگام کے ساتھ ستر ہزار فرشتے ہوں گے جو اسے کھینچ کر لارہے ہوں گے۔“ (۱)

کیا فرشتوں کو موت آتی ہے؟

جس طرح انسانوں کی پیدائش اور موت کے مختلف مراحل ہیں، فرشتوں کے لیے یہ مراحل نہیں ہیں یعنی دنیا میں نئے انسان پیدا ہوتے ہیں اور پہلے سے موجود انسان فوت ہوتے رہتے ہیں، لیکن اس کے برعکس جب سے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو پیدا کیا ہے، تب سے وہ زندہ ہیں اور قیامت قائم ہونے تک زندہ رہیں گے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں جو ذمہ داریاں دی گئی ہیں انہیں باحسن طریقے سے وہ پورا کرتے رہیں گے لیکن جب قیامت آجائے گی تو یہ فرشتے بھی موت سے دوچار ہوں گے اور ایک ایسا وقت آئے گا جب کائنات میں اللہ رب العزت کے علاوہ کوئی اور زندہ نہ ہوگا اسی صورت حال کو قرآن مجید میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:

﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَيَبْقَىٰ وَجْهَ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ﴾ [سورة الرحمن: ۲۶، ۲۷]
 ”زمین پر جو ہیں سب فنا ہونے والے ہیں، صرف تیرے رب کی ذات جو عظمت اور عزت والی ہے، وہی باقی رہ جائے گی۔“

اسی طرح قرآن مجید کی ایک اور آیت میں ہے:

﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ﴾ [سورة آل عمران: ۱۸۵]
 ”آخر کار ہر نفس (جان) کو مرنا ہے۔“

ان آیات سے معلوم ہوا کہ یہ ساری کائنات تباہ ہوگی اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہر ذی روح موت سے دوچار ہوگا۔ یہ منظر کس طرح برپا ہوگا، اس سلسلہ میں حافظ ابن کثیرؒ سورہ زمر کی آیت ۶۸ کے تحت رقمطراز ہیں:
 ”اور صور پھونک دیا جائے گا پس آسمانوں اور زمین والے سب بے ہوش ہو کر گر پڑیں گے مگر جسے اللہ چاہے۔ یہ دوسرا صور ہوگا جس سے ہر زندہ مر جائے گا خواہ آسمانوں میں ہو یا زمین میں مگر وہ (نہیں

(۱) [صحیح مسلم: کتاب الحنة و نعيمها: باب جهنم اعادنا الله منها (ح ۲۸۴۲)]

مرے گا) جسے اللہ چاہے۔ جیسا کہ نَفَخُ فِي الصُّورِ کی مشہور حدیث میں ہے۔ پھر باقی بچنے والوں کی روحمیں قبض کی جائیں گی۔ یہاں تک کہ سب سے آخر میں ملک الموت مرے گا اور صرف اللہ تعالیٰ ہی باقی رہ جائے گا جو جی و قیوم ہے، جو اول سے ہے اور آخر میں بھی ہمیشگی اور بقا کے ساتھ رہے گا۔ اور اللہ تعالیٰ (اس وقت) کہیں گے: آج کس کی بادشاہت ہے؟ تین مرتبہ یہی بات کہنے کے بعد اللہ تعالیٰ خود ہی اپنے آپ کو جواب دیں گے کہ آج صرف اللہ تعالیٰ کی بادشاہت ہے جو اکیلا اور قہار ہے۔ (نیز اللہ تعالیٰ فرمائیں گے) پہلے بھی میں اکیلا ہی تھا اور اب بھی میں ہی ہر چیز پر غالب ہوں اور میں نے ہر چیز کو فنا ہو جانے کا حکم دے دیا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ سب سے پہلے حضرت اسرافیل علیہ السلام کو زندہ کریں گے اور انہیں حکم دیں گے کہ وہ صور پھونکیں۔ یہ تیسرا اور بعض اہل علم کے بقول دوسرا (مترجم) تصور ہوگا، جس سے وہ ساری مخلوق جو مردہ تھی، زندہ ہو جائے گی جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ثُمَّ نَفَخَ فِيهِ أُخْرَىٰ فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَنْظُرُونَ﴾ [سورة الزمر: ٦٨]

”پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا پس وہ (سب) کھڑے ہو کر دیکھنے لگ جائیں گے۔“^(۱)

بعض روایات میں چار بڑے فرشتوں کی موت کا تذکرہ اس طرح کیا گیا ہے:

(۱)..... حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَاءَ اللَّهُ﴾

”پھر صور میں پھونکا جائے گا تو اس سے آسمانوں اور زمین کی ہر چیز فنا ہو جائے گی سوائے اس کے جسے تیرا رب چاہے۔“

تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: اے اللہ کے رسول! وہ کون لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ (پہلے صور پھونکنے کے وقت) مرنے سے مستثنیٰ کر دیں گے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((هم جبريل وميكائيل واسرافيل وملك الموت.....))

”وہ جبریل علیہ السلام، میکائیل علیہ السلام، اسرافیل علیہ السلام اور ملک الموت علیہ السلام ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ملک الموت سے (اس وقت) پوچھیں گے (جب وہ پہلا صور پھونک چکے ہوں گے) کہ میری مخلوق میں سے کون

(۱) [تفسیر ابن کثیر (ج ۴ ص ۹۶)]

کون باقی رہ گیا ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ کو اس بات کا سب سے زیادہ علم ہے، چنانچہ ملک الموت کہیں گے: اے پروردگار! جبریل، میکائیل، اسرافیل اور یہ تیرا ضعیف بندہ ملک الموت باقی رہ گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ اسرافیل اور میکائیل کی جان بھی نکال لو چنانچہ (ملک الموت حکم کی تعمیل کریں گے اور) یہ دونوں فرشتے بھی دو بڑے بڑے پہاڑوں کی طرح گر پڑیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ ملک الموت سے فرمائیں گے کہ تم خود بھی مر جاؤ چنانچہ وہ بھی مر جائے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ حضرت جبریل علیہ السلام سے پوچھیں گے کہ اے جبریل! اب کون باقی رہ گیا ہے؟ جبریل علیہ السلام کہے گا: اے بلند بالا، برکت و عظمت اور جاہ و جلال والے اللہ، آپ ہی کا چہرہ باقی ہے جو ہمیشہ باقی رہے گا اور یا پھر یہ جبریل باقی رہ گیا ہے جو مرنے اور فنا ہونے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: اے جبریل! تیرا مرنا بھی ضروری ہے! چنانچہ اسی وقت جبریل علیہ السلام سجدہ ریز ہو جائیں گے اور ان کے پر پھڑ پھڑانے لگیں گے اور وہ سبحانک ربی تبارک و تعالیٰ یا ذا الجلال والاكرام کہتے ہوئے اپنی جان، جان آفرین کے سپرد کر دیں گے۔“ (۱)

(۲)..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ دو آدمیوں نے آپس میں جھگڑا کیا اور ایک دوسرے کو برا بھلا کہا۔ ایک ان میں سے مسلمان تھا اور دوسرا یہودی۔ مسلمان نے کہا: اس ذات کی قسم! جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام دنیا والوں پر بزرگی دی۔ جب کہ یہودی نے کہا: اس ذات کی قسم! جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تمام دنیا والوں پر بزرگی عطا کی۔ اس پر مسلمان نے ہاتھ اٹھایا اور یہودی کے طمانچہ دے مارا۔ وہ یہودی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور مسلمان کے ساتھ اپنا یہ جھگڑا آپ کے سامنے بیان کیا۔ آپ نے اس مسلمان کو بلوایا اور اس سے بھی اس واقعہ کی تفصیل پوچھی۔ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ساری بات بتادی۔ (کہ یہ یہودی آپ کے مقابلے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو افضل قرار دیتا تھا اس لیے میں نے اسے مارا ہے) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(۱) [تفسیر قرطبی: بذیل: سورة زمر- آیت ۶۸، نیز دیکھئے: تفسیر درمنثور، للسیوطی (ج ۵ ص ۶۳۰)] اس روایت کی سند میں بعض کمزور راوی ہیں، اس لیے ان عالی مرتبت فرشتوں کی موت کی یہ تفصیل حتیٰ قرآن میں دی جا سکتی، تاہم قرآن مجید کے عموم سے یہ بات ضرور ثابت ہوتی ہے کہ یہ تمام فرشتے بھی دوسری مخلوق کے ساتھ موت سے دوچار ہوں گے پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ انہیں بھی دوسری مخلوق کے ساتھ زندہ فرمائیں گے اور جنت، جہنم، میدانِ حشر، وغیرہ میں ان کی ذمہ داریاں لگائیں گے۔ اس کی مزید تفصیل آگے آرہی ہے۔ ان شاء اللہ!]

((لَا تُخَيِّرُونِي عَلَىٰ مُوسَىٰ فَإِنَّ النَّاسَ يَصْعَقُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَأَصْعَقُوا مَعَهُمْ فَأَكُونُوا أَوَّلَ مَنْ يَفِيضُ فَإِذَا مُوسَىٰ بَاطِشٌ حَنْبَ الْعَرْشِ فَلَا أَدْرِي أَكَانَ فَيَمْنُ صَعِقَ فَأَفَاقَ قَبْلِي أَوْ كَانُ مَعْنُ اسْتَبْتَنِي اللَّهُ))

”مجھے حضرت موسیٰ پر ترجیح نہ دو، لوگ قیامت کے روز بے ہوش کر دیئے جائیں گے۔ میں بھی بے ہوش ہو جاؤں گا۔ بے ہوشی سے ہوش میں آنے والا سب سے پہلا شخص میں ہوں گا لیکن میں اٹھتے ہی دیکھوں گا کہ موسیٰ علیہ السلام نے عرش کا کنارہ پکڑا ہوگا، اب مجھے معلوم نہیں کہ موسیٰ علیہ السلام بھی بے ہوش ہونے والوں میں ہوں گے اور مجھ سے پہلے انہیں ہوش آچکا ہوگا یا پھر یہ ان لوگوں میں سے ہوں گے جنہیں اللہ تعالیٰ نے بے ہوش ہونے سے مستثنیٰ کر دیا ہے۔“ (۱)

(۳)..... حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی زندگی میں ایک مرتبہ کوہ طور پر نور الہی کی کرن پڑنے سے بے ہوش ہوئے تھے۔ اس لیے مسلم کی اسی روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

”مجھے معلوم نہیں کہ کوہ طور کے موقع پر موسیٰ علیہ السلام کی بے ہوشی کو آج کی بے ہوشی کے برابر کر کے انہیں چھوڑ دیا گیا ہے یا پھر وہ بے ہوش ہوئے ہیں اور اس کے باوجود مجھ سے پہلے اٹھ کھڑے ہوئے ہیں؟!“

اس حدیث کے پیش نظر بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ بعض فرشتوں پر موت اور بے ہوشی کی یہ کیفیت طاری نہیں ہوگی، لیکن یہ بات غلط ہے اس لئے کہ قرآن مجید کے عموم سے یہ بات واضح ہے کہ قیامت قائم ہوتے وقت ہر ذی روح پر ایک مرتبہ موت ضرور جاری ہوگی۔ (واللہ اعلم!)

* * *

(۱) [صحیح بخاری: کتاب الخصومات: باب ما یذکر فی الاشخاص والخصومة بین المسلم والیہود

(ح ۲۴۱۱) صحیح مسلم: کتاب الفضائل: باب من فضائل موسیٰ اللیلۃ (ح ۲۳۷۳) ابو داؤد (ح ۴۶۷۱)

ترمذی (ح ۳۲۴۰) ابن ماجہ (ح ۴۲۷۴) |

فرشتوں کو عطا کردہ قدرت و اختیارات

مختلف شکلیں اختیار کرنے کی قدرت:

اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو یہ قدرت عطا کر رکھی ہے کہ وہ چاہیں تو اپنی اصلی شکل کے علاوہ کوئی اور صورت اختیار کر لیں۔ یہ صورت کسی ایسے انسان کی بھی ہو سکتی ہے جسے دیکھنے والے پہچان لیں اور کسی مجہول الحال شخص کی بھی ہو سکتی ہے۔ انسانوں کے علاوہ کسی اور ذی روح کی صورت اختیار کرنے کی فرشتوں کو طاقت ہے یا نہیں؟ اس کے بارے میں قرآن و سنت میں کوئی صراحت یا ذکر نہیں ملتا البتہ ان کے انسانی شکل اختیار کرنے کے واقعات ضرور ملتے ہیں اور انہی سے اندازہ ہوتا ہے کہ فرشتوں کو دیگر شکلیں اختیار کرنے کی بھی قدرت اللہ تعالیٰ نے عطا کر رکھی ہوگی۔

فرشتوں کا انسانی شکل اختیار کرنے کے چند واقعات ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:

- (۱)..... قرآن مجید کے مختلف مقامات پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حوالے سے یہ واقعہ مذکور ہے کہ ان کے پاس فرشتے انسانی شکل میں آئے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام ان فرشتوں کو پہچان نہ پائے پھر فرشتوں کے بتانے پر آپ علیہ السلام کو معلوم ہوا کہ یہ انسان نہیں ہیں۔ (یہ واقعہ پچھلے باب میں گزر چکا ہے۔)
- (۲)..... حضرت لوط علیہ السلام کے بارے میں قرآن مجید میں ہے کہ ان کے پاس انسانی شکل میں فرشتے آئے تھے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَمَّا جَاءَتْ رُسُلُنَا لُوطًا سِئَ بِهِمْ وَضَاقَ ذُرْعَاهُ وَقَالَ هَذَا يَوْمَ عَصِيبٍ وَجَاءَهُ قَوْمُهُ يُهْرَعُونَ إِلَيْهِ وَمِنْ قَبْلُ كَانُوا يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ قَالَ يَوْمَ هَلْوَكَآءِ بَنَاتِي هُنَّ أَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَلَا تَخْزُونِ فِي ضَيْفِي أَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَشِيدٌ قَالُوا لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَالَنَا فِي بَنَاتِكِ مِنْ حَقِّ وَآتَكَ لَتَعْلَمُنَّ مَا نُرِيدُ قَالَ لَوْ أَنِّي لَبِيتُكُمْ قُوَّةً أَوْ آوِي إِلَى رُحْمَىٰ شَدِيدٍ قَالُوا بَلُوطُ إِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنَ بَصِلُوا إِلَيْكَ فَأَسْرِ بِأَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِنَ اللَّيْلِ وَلَا يَلْنَفِتْ مِنْكُمْ أَحَدٌ إِلَّا أَمْرَاتَكَ إِنَّهُ مُصِيبُهَا مَا أَصَابَهُمْ إِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ أَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيبٍ ﴿﴿﴾ [هود: ۷۷ تا ۸۱]

”جب ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے حضرت لوط علیہ السلام کے پاس پہنچے تو وہ ان کی وجہ سے بہت غمگین ہو گئے اور دل ہی دل میں کڑھنے لگے اور کہنے لگے کہ آج کا دن بڑی مصیبت کا دن ہے اور ان کی قوم ان کے پاس آ پہنچی وہ (قوم) تو پہلے ہی سے بدکاریوں میں مبتلا تھی۔ لوط علیہ السلام نے کہا: اے قوم کے لوگو! یہ ہیں میری بیٹیاں جو تمہارے لیے بہت ہی پاکیزہ ہیں۔ (اگر تم ان سے نکاح کرنا چاہو تو، اور) اللہ سے ڈرو اور مجھے میرے مہمانوں کے بارے میں رسوا نہ کرو۔ کیا تم میں ایک بھی بھلا آدمی نہیں ہے! انہوں نے جواب دیا کہ تو بخوبی جانتا ہے کہ ہمیں تو تیری بیٹیوں پر کوئی حق نہیں ہے اور تو ہماری اصلی چاہت سے بخوبی واقف ہے۔ لوط علیہ السلام نے کہا: کاش کہ مجھ میں تم سے مقابلہ کرنے کی قوت ہوتی یا میں کسی زبردست کا آ سرا پکڑتا۔ اب فرشتوں نے کہا: اے لوط! ہم تیرے پروردگار کے بھیجے ہوئے ہیں۔ ناممکن ہے کہ یہ تجھ تک پہنچ جائیں۔ پس تو اپنے گھر والوں کو لے کر کچھ رات رہے نکل کھڑا ہو۔ تم میں سے کسی کو مڑ کر بھی نہ دیکھنا چاہیے۔ سوائے تیری بیوی کے (جو کا فتھی) اس لیے کہ اسے بھی وہی (عذاب) پہنچنے والا ہے جو ان سب کو پہنچے گا، یقیناً ان کے (عذاب کے) وعدے کا وقت صبح کا ہے، کیا صبح بالکل قریب نہیں؟“

(۳)..... حضرت مریم کے پاس حضرت جبریل علیہ السلام انسانی شکل میں تشریف لائے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِذْ كَرَّمْنَا الْقَبَابِ مَرِيَمَ إِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ أَهْلِهَا مَكَانًا شَرِيفًا فَأَتَتْهَا حَذُّثٌ مِنْ دُونِهِمْ حِجَابًا فَأَرْسَلْنَا إِلَيْهَا رُوحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا قَالَتْ إِنِّي أَعُوذُ بِالرَّحْمَنِ مِنْكَ إِنْ كُنْتُ تَقِيًّا قَالَ إِنَّمَا أَنَا رَسُولُ رَبِّكِ لِأَهَبَ لَكِ غُلَامًا زَكِيًّا﴾ [سورة مریم : ۱۶ تا ۱۹]

”اس کتاب میں مریم کا قصہ بیان کر جب کہ وہ اپنے گھر سے علیحدہ ہو کر ایک مشرقی مکان میں آئیں اور ان لوگوں کی طرف سے پردہ کر لیا۔ پھر ہم نے اس کے پاس اپنی روح (یعنی جبریل علیہ السلام) کو بھیجا پس وہ اس کے سامنے پورا آدمی بن کر ظاہر ہوا تو یہ بنے بیٹیں: ”میں تجھ سے رحمن کی پناہ مانگتی ہوں اگر تو کچھ بھی اللہ سے ڈرنے والا ہے“ اس نے جواب دیا کہ میں تو اللہ کا بھیجا ہوا قاصد ہوں اور تمہیں ایک پاکیزہ لڑکا دینے آیا ہوں۔“

(۴)..... حضرت جبریل علیہ السلام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کئی مرتبہ انسانی شکل میں تشریف لایا کرتے تھے۔ اسی

طرح کا ایک واقعہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ
 ”ایک دن ہم نبی اکرم ﷺ کے پاس بیٹھے تھے کہ اچانک ایک آدمی آیا جس کے کپڑے انتہائی سفید
 اور بال انتہائی سیاہ تھے۔ نہ تو اس پر سفر کے آثار دکھائی دیتے تھے اور نہ ہی ہم میں سے کوئی اسے جانتا
 تھا۔ وہ آ کر نبی اکرم ﷺ کے پاس بیٹھ گیا اور اپنے گھٹنے آنحضرت ﷺ کے گھٹنوں سے ملا لیے اور
 اپنے ہاتھ رانوں پر رکھ کر کہا: اے محمد! مجھے بتائیے کہ اسلام کیا ہے؟ اللہ کے رسول ﷺ نے اسے بتایا
 کہ اسلام یہ ہے کہ تم یہ گواہی دو کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں
 اور نماز قائم کرو، زکاۃ ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو اور اگر حج کی استطاعت ہو تو حج کرو۔ اس
 آدمی نے (یہ جواب سن کر) کہا کہ آپ واقعی سچ کہتے ہیں۔

(راوی حدیث) حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں اس بندے پر تعجب ہوا کہ وہ آپ سے سوال
 بھی پوچھ رہا ہے پھر (خود ہی) اس کی تصدیق بھی کر رہا ہے!

پھر اس نے کہا کہ مجھے بتائیے کہ ایمان کیا ہے؟ آپ نے کہا کہ (ایمان یہ ہے کہ) تم اللہ تعالیٰ پر، اس
 کے فرشتوں پر، کتابوں، رسولوں، آخرت کے دن پر اور تقدیر کے اچھا یا برا ہونے پر ایمان لاؤ (یعنی
 ان چھ چیزوں کو تسلیم کرو) اس نے کہا، آپ سچ کہتے ہیں پھر اس نے کہا کہ مجھے بتائیے احسان کیا
 ہے؟ آپ نے فرمایا کہ (احسان یہ ہے کہ) تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اس تصور سے کرو کہ تم اللہ تعالیٰ کو
 دیکھ رہے ہو اور اگر تم اللہ کو نہیں دیکھ رہے تو (یاد رکھو کہ) وہ تو تمہیں دیکھ رہا ہے۔

پھر وہ چلا گیا، میں ابھی آپ کے پاس ہی بیٹھا تھا کہ آپ نے مجھے مخاطب کیا: اے عمر! جانتے ہو یہ
 سائل کون تھا؟ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ) میں نے کہا: اللہ اور اس کے رسول ﷺ ہی بہتر
 جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ جبریل علیہ السلام تھے اور تمہیں تمہارا دین سکھانے کے لیے تشریف
 لائے تھے۔^(۱)

انسانوں سے کئی گنا زیادہ قوت:

اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو انسانوں اور جنوں سے کئی گنا زیادہ قوت و طاقت عطا کر رکھی ہے جیسا کہ درج ذیل
 دلائل سے معلوم ہوتا ہے:

(۱) [مسلم: کتاب الایمان: باب (۱-۸) بخاری: کتاب الایمان: باب سوال جبریل البنی (۵۰)]

(۱)..... نبی اکرم ﷺ جب طائف تشریف لے گئے اور وہاں کے لوگوں کو دین کی دعوت دی مگر انہوں نے انہیں آپ ﷺ پر ظلم و جبر کی انتہا کر دی اور آپ ﷺ کو لہوا ہوا ہو گئے تو پھر آپ ﷺ فرماتے ہیں:

((فلم استفتق الا وانا بقرن الثعالب فرفعت رأسی فاذا انا بسحابة قد اظلمتني فنظرت فاذا فيها جبريل فناداني فقال : ان الله قد سمع قول قومك وماردوا عليك وقد بعث الله اليك ملك الجبال لتأمره بما شئت فيهم فناداني ملك الجبال فسلم علي ثم قال : يا محمد! فقال : ذلك فيما شئت ان شئت ان اطبق عليهم الاخشيبين؟ فقال النبي: بل ارجو ان يخرج الله من اصلا بهم من يعبد الله وحده لا يشرك به شيئا))

”قرن الثعالب مقام پر جب مجھے کچھ ہوش آیا تو میں نے اپنا سراٹھایا، کیا دیکھتا ہوں کہ بدلی کا ایک ٹکڑا میرے اوپر سایہ کئے ہوئے ہے اور میں نے دیکھا کہ حضرت جبریل علیہ السلام اس میں موجود ہیں۔ انہوں نے مجھے آواز دی اور کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کے بارے میں آپ کی قوم کی باتیں سن چکا ہے اور جو انہوں نے آپ کے خلاف اقدام کیا (وہ بھی دیکھ چکا ہے) آپ کے پاس اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کا فرشتہ بھیجا ہے آپ ان لوگوں کے بارے میں جو چاہیں اس کا اس (فرشتے) کو حکم دیں۔ اس کے بعد پہاڑوں کا فرشتہ مجھ سے مخاطب ہوا، اس نے مجھ سے سلام کیا اور کہا: اے محمد! پھر اس نے بھی یہی بات کہی کہ آپ جو حکم دیں گے (میں اس کی تعمیل کروں گا) اگر آپ چاہیں تو میں دونوں طرف کے پہاڑ ان پر لا کر ملا دوں (جن سے یہ پس جائیں؟) نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: مجھے تو اس کی امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی نسل سے ایسی اولاد پیدا کرے گا جو اکیلے اللہ کی عبادت کرے گی اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے گی۔“ (۱)

(۲)..... اسی طرح حضرت جبریل علیہ السلام کی قوت و طاقت کے بارے میں قرآن مجید میں ہے:

﴿عَلَّمَهُ شَدِيدُ الْقُوَى ذُو مِرَّةٍ.....﴾ [سورة النجم : 6۷۵]

”اسے (یعنی آنحضرت ﷺ) کو زبردست طاقت والے فرشتے نے سکھایا ہے جو زور آور ہے۔“

(۳)..... اسی طرح جن فرشتوں نے عرش اٹھا رکھا ہے ان کی قد و قامت اور قوت و طاقت بھی بہت زیادہ ہے۔ (اس کی تفصیل پیچھے گزر چکی ہے)

(۱) [صحیح بخاری: کتاب بدء الخلق : باب ذکر الملائكة (ح- ۳۲۳۱) مسلم: کتاب الجهاد (ح- ۱۷۹۵)]

سرعتِ رفتار:

فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے حد سے زیادہ رفتار کی قوت عطا کر رکھی ہے یہ پلک جھپکنے میں آسمان سے زمین پر اور زمین سے آسمان پر پہنچ جاتے ہیں عہد نبویؐ کے واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ بسا اوقات ایسا ہوتا کہ کوئی سائل آ کر آنحضرت ﷺ سے کوئی بات دریافت کرتا اور اسی وقت جبریل علیہ السلام اللہ کی طرف سے وحی لے کر پہنچ جاتے مثلاً ایک مرتبہ حضرت خولہ بنت مالک بن ثعلبہ رضی اللہ عنہا کو ان کے خاوند اوس بن صامت رضی اللہ عنہ نے یہ کہہ دیا کہ ”تو مجھ پر میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہے۔“ یہ جملہ عہد جاہلیت میں طلاق دینے کے لیے بولا جاتا تھا۔ چنانچہ حضرت خولہؓ پریشان ہو کر آنحضرتؐ کے پاس جا پہنچی اور اپنا ماجرا کہہ سنایا۔ ابھی وہ فارغ ہی ہوئی تھیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل علیہ السلام کو وحی دے کر بھیجا اور اٹھایسویں پارے کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں چنانچہ آپؐ نے حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کو گھر جانے سے پہلے ہی مسئلہ بتا دیا (کہ یہ طلاق نہیں بلکہ ظہار ہے اور اس کا اتنا کفارہ ہے) (۱)

اسی طرح کئی واقعات ایسے ملتے ہیں کہ کسی مجلس میں کوئی آپؐ سے سوال کرتا اور ابھی مجلس برخواست بھی نہ ہوتی کہ جبریل علیہ السلام وحی لے کر پہنچ جاتے مثلاً صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ”حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ، کو جب خبر ملی کہ اللہ کے رسول ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے ہیں تو وہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ میں آپ سے ایسی تین چیزوں کے متعلق پوچھوں گا جنہیں نبی کہ علاوہ کوئی شخص نہیں جانتا۔ (اور اگر آپؐ نے مجھے ان کے بارے میں صحیح جواب دیا تو میں مسلمان ہو جاؤں گا، پھر اس نے پوچھا کہ) قیامت کی سب سے پہلی علامت کیا ہے؟ وہ کون سا کھانا ہے جو سب سے پہلے جنتیوں کو دیا جائے گا؟ اور کس چیز کی وجہ سے بچہ اپنے باپ کے مشابہہ ہوتا ہے؟

آپ نے اس کے سوال سن کر فرمایا: ((اخبیرنی بہن آنفا جبریل)) ”تمہارے ان سوالوں کے جواب ابھی ابھی مجھے جبریل علیہ السلام نے بتا دیئے ہیں“..... پھر آپؐ نے اس کے سوالوں کے جواب دیتے ہوئے فرمایا:

قیامت کی سب سے پہلی علامت ایک آگ کی صورت میں ظاہر ہوگی جو لوگوں کو مشرق سے مغرب کی

(۱) [سنن ابوداؤد: کتاب الطلاق: باب فی الظہار، صحیح بخاری: کتاب التوحید: باب وکان اللہ سمیعاً بصیراً]

طرف ہانک کر لے جائے گی۔ اور سب سے پہلا کھانا جو اہل جنت کی دعوت کے لیے پیش کیا جائے گا وہ مچھلی کی کلبجی پر جو ککڑا لٹکا رہتا ہے، وہ ہوگا اور بچے کی مشابہت کا جہاں تک تعلق ہے تو جب مرد عورت سے قربت کرتا ہے تو اس وقت اگر مرد کی منی پہل (غلبہ) کر جائے تو پھر بچہ مرد ہی کی شکل و صورت پر ہوتا ہے اور اگر عورت کی منی پہل کر جائے تو پھر بچہ عورت کی شکل و صورت پر ہوتا ہے۔ (یہ سن کر) حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ پکارا ٹھے: اشھدانک رسول اللہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔“ (۱)

وہی علم:

انسانوں کو علم کے لیے مشق اور محنت کی ضرورت ہوتی ہے جبکہ مختلف فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے ان کے حسب منصب بغیر کسی محنت اور کسب کے علم عطا کر رکھا ہے۔ اور جتنا علم اللہ تعالیٰ نے انہیں القافر مادیہ سے زیادہ نہ وہ جانتے ہیں اور نہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے بغیر اسے حاصل کر سکتے ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں خود فرشتوں کی یہ بات موجود ہے کہ تخلیق آدم ﷺ کے موقع پر انہوں نے اپنی عاجزی کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

﴿قَالُوا سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ﴾ [سورة البقرہ: ۳۱، ۳۲]

”انہوں نے کہا: (یارب!) تو پاک ہے ہمیں کوئی علم نہیں ماسوائے اس کے جو تو نے ہمیں سکھایا ہے۔ بلاشبہ تو علم اور حکمت والا ہے۔“

ان آیات کی تفسیر میں سید مودودی رقمطراز ہیں کہ

”ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہر فرشتے اور فرشتوں کی ہر صنف کا علم صرف اسی شعبے تک محدود ہے جس سے اس کا تعلق ہے مثلاً ہوا کے انتظام سے جو فرشتے متعلق ہیں وہ ہوا کے متعلق سب کچھ جانتے ہیں مگر پانی کے متعلق کچھ نہیں جانتے۔ یہی حال دوسرے فرشتوں کا ہے۔ انسان کو ان کے برعکس جامع علم دیا گیا ہے، ایک ایک شعبے کے متعلق چاہے وہ اس شعبے کے فرشتوں سے کم جانتا ہو مگر مجموعی حیثیت سے جو جامعیت انسان کے علم کو بخشی گئی ہے، وہ فرشتوں کو میسر نہیں ہے۔“ (۲)



(۱) [صحیح بخاری: کتاب احادیث الانبیاء: باب خلق آدم وذریئہ (ح-۲۳۲۹)]

(۲) [تفہیم القرآن (ج ۱ ص ۶۴)]

فرشتوں کی عادات و صفات اور اخلاق و کردار

فرشتے انتہائی معزز و مکرم ہیں، چند دلائل سے ملاحظہ فرمائیں:

(۱): ﴿يَلْعَبُونَ سُبْحَانَكَ مُكْرِمُونَ﴾ [سورة الانبياء: ۲۶]

”بلکہ وہ سب (فرشتے) اس (اللہ) کے باعزت بندے ہیں۔“

(۲): ﴿بِأَيْدِي سَفَرَةٍ كِرَامٍ بَرَرَةٍ﴾ [سورة عبس: ۱۵، ۱۶]

” (قرآن مجید تو) ایسے لکھنے والوں (فرشتوں) کے ہاتھوں میں ہے، جو بزرگ اور پاکباز ہیں۔“

(۳): حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”جو قرآن پڑھتا ہے اور وہ اس کا حافظ بھی ہے، اس کی مثال مکرم اور نیک لکھنے والے (فرشتوں) جیسی

ہے۔“^(۱)

فرشتے گناہوں سے پاک ہیں:

اللہ تعالیٰ کی حکم عدولی کا نام گناہ ہے اور فرشتے اللہ تعالیٰ کی حکم عدولی نہیں کرتے بلکہ جو کچھ اللہ تعالیٰ انہیں حکم دیتے ہیں، وہ فوراً سے بجالاتے ہیں جیسا کہ قرآن مجید کی درج ذیل آیات سے معلوم ہوتا ہے:

(۱): ﴿لَا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ﴾ [سورة التحريم: ۶]

”وہ (فرشتے) اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے بلکہ جو حکم دیا جاتا ہے (اسے وہ) بجالاتے ہیں۔“

(۲): ﴿لَا يَسْبِقُونَهُ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِأَمْرِهِ يَعْمَلُونَ﴾ [سورة الانبياء: ۲۷]

”وہ (فرشتے) کسی فرمان میں اللہ کی بات پر پیش دستی نہیں کرتے بلکہ اس کے فرمان پر کاربند ہیں۔“

اسی طرح فرشتوں کی پاکبازی کی اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں گواہی دی ہے:

(۴): ﴿إِنَّهُ لَقُرْآنٌ كَرِيمٌ فِي كِتَابٍ مَّكْنُونٍ لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ﴾ [الواقعه: ۷۷، ۷۹]

”بے شک یہ قرآن بہت بڑی عزت والا ہے، جو ایک محفوظ کتاب (لوح محفوظ) میں درج ہے جسے

(۱) [صحیح بخاری: کتاب التفسیر: تفسیر سورة عبس (ح-۴۹۲۷) صحیح مسلم (ح-۷۹۸)]

صرف پاکباز لوگ (یعنی فرشتے) ہی چھوتے ہیں۔“

یہاں یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ اگر فرشتوں سے گناہ سرزد نہیں ہوتا تو پھر ہاروت و ماروت اور ابلیس سے گناہ اور باری تعالیٰ کی حکم عدولی کیوں ہوئی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہاروت و ماروت کے بارے میں جن روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان سے کوئی گناہ ہوا تھا، وہ روایات ہی سنداً صحیح ثابت نہیں اور ابلیس سے اگرچہ گناہ ہوا مگر وہ فرشتوں میں سے نہیں بلکہ جنات میں سے تھا۔

فرشتے انتہائی نیک ہیں:

نیک صالح اسے کہا جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کا صحیح فرمانبردار ہو۔ جتنا زیادہ کوئی فرمانبردار ہوگا اتنا ہی وہ نیک و صالح شمار ہوگا۔ فرشتے چونکہ ہر آن اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں لگے رہتے ہیں اور ان سے گناہ کا ارتکاب بھی نہیں ہوتا، اس لیے وہ انتہائی نیک ہیں۔ مزید تفصیل فرشتوں کی ذمہ داریوں میں آئے گی۔ ان شاء اللہ! فرشتے شرم و حیا سے متصف ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ میرے گھر میں آرام فرما رہے تھے اور آپ ﷺ کی رانوں یا پنڈلیوں سے کپڑا ہٹا ہوا تھا۔ اس اثنا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور گھر آنے کی اجازت چاہی، آپ نے انہیں اجازت دی اور اپنے اس حال ہی میں (یعنی کپڑا درست کئے بغیر) ان سے گفتگو شروع کر دی۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آ کر اجازت طلب کی، آپ ﷺ نے اسی حالت میں (کپڑا درست کئے بغیر) انہیں بھی اندر آنے کی اجازت دے دی اور پھر گفتگو کرنے لگے۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور اجازت طلب کی، آپ اٹھ کر بیٹھ گئے اور اپنے کپڑے درست کئے پھر (انہیں اجازت دی اور) وہ گھر میں داخل ہوئے پھر آپ نے گفتگو شروع کر دی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب وہ چلے گئے تو میں نے نبی اکرم ﷺ سے پوچھا کہ جب ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ آئے تھے تو آپ نے اپنی حالت بدلنے کی طرف بالکل توجہ نہ دی مگر جب عثمان رضی اللہ عنہ آئے تو آپ فوراً اٹھ کر بیٹھ گئے اور کپڑے بھی درست کر لیے (آخر اس کی کیا وجہ تھی)؟ آنحضرت ﷺ نے جواب دیا:

((أَلَا أَسْتَحْيِي مِنْ رَجُلٍ تَسْتَحْيِي مِنْهُ الْمَلَائِكَةُ))^(۱)

(۱) [صحيح مسلم: كتاب فضائل الصحابة: باب من فضائل عثمان بن عفان] (ح ۲۴۰۱)

”آخر جس شخص سے فرشتے حیا کرتے ہوں، بھلا اس سے میں کیوں نہ حیا کروں۔“

فرشتے نظم و ضبط کے پابند ہیں:

فرشتے اپنے ہر کام میں نظم و ضبط کی پابندی کرتے ہیں اور اس میں کسی قسم کی کمی بیشی یا سستی اور کاہلی وغیرہ کا مظاہرہ نہیں کرتے۔ جن فرشتوں کی جب اور جہاں ڈیوٹی شروع ہوتی ہے وہ اس وقت وہاں پہنچ جاتے ہیں اور اپنے کسی کام میں ہلہ گلہ اور شور و غوغا برپا نہیں کرتے۔ چند ایک دلائل ذیل میں ملاحظہ فرمائیں:

(۱)..... حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ (ایک مرتبہ) ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ

”تم اس طرح صف بندی کیوں نہیں کرتے جس طرح فرشتے اپنے رب کے ہاں کرتے ہیں؟ ہم نے کہا: اے اللہ کے رسول! فرشتے کس طرح اپنے رب کے سامنے صف بندی کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: وہ پہلے اگلی صفوں کی تکمیل کرتے ہیں اور صف میں خوب مل کر کھڑے ہوتے ہیں۔“ (۱)

(۲)..... حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

”قیامت کے روز میں جنت کے دروازے پر آؤں گا اور اس کے کھول دینے کا مطالبہ کروں گا (یا اس پر دستک دوں گا) تو نگران کہے گا: آپ کون ہیں؟ میں کہوں گا کہ میں محمد ﷺ ہوں۔ تو وہ نگران فرشتہ کہے گا کہ مجھے یہی حکم دیا گیا ہے کہ میں آپ ﷺ کے لیے ہی جنت کا دروازہ کھولوں اور آپ ﷺ سے پہلے کسی اور کے لیے دروازہ نہ کھولوں۔“ (۲)

(۳)..... اسی طرح قرآن مجید میں ہے کہ قیامت کے روز فرشتے قطار در قطار منظم انداز میں آئیں گے اور اسی طرح صفوں کی حالت میں اللہ تعالیٰ کے دربار میں کھڑے ہو جائیں گے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿كَلَّا إِذَا دُخِّنَتِ الْأَرْضُ دُخَانًا دُخَانًا وَجَاءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا وَجَاءَ يَوْمَئِذٍ بِجَهَنَّمَ﴾ [سورة الفجر: ۲۱ تا ۲۳]

”یقیناً جس وقت زمین کوٹ کوٹ کر برابر کر دی جائے گی اور تیرا رب (خود) آجائے گا اور فرشتے صفیں باندھ کر (آجائیں گے) اور اس دن جہنم بھی لائی جائے گی۔“

(۱) [صحیح مسلم: کتاب الصلاة: باب الامر بالسكون فی الصلاة... (ح-۴۳۰)]

(۲) [صحیح مسلم: کتاب الایمان: باب فی قول النبی: انا اول الناس فی الحنة (ح-۱۹۷)]

﴿يَوْمَ يَقُومُ الرُّوحُ وَالْمَلَائِكَةُ صَفًّا لَا يَتَكَلَّمُونَ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَنُ وَقَالَ صَوَابًا ذَلِكَ

الْيَوْمَ الْحَقُّ﴾ [سورة النبا: ۳۸، ۳۹]

”جس دن روح (یعنی جبریل علیہ السلام) اور فرشتے صفیں باندھ کر کھڑے ہوں گے (اور) کوئی کلام نہیں کر سکے گا مگر جسے رحمن اجازت دے دے اور وہ ٹھیک بات زبان سے نکالے (گا)۔ یہ دن حق ہے۔“

فرشتے بحث و مباحثہ بھی کرتے ہیں:

قرآن و سنت کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ فرشتے آپس میں مختلف امور پر بحث و مباحثہ بھی کرتے ہیں اگرچہ بعض جگہ اس مباحثہ کے لیے خاصہ (جھگڑا) کے الفاظ بھی وارد ہوئے ہیں مگر اس سے مراد وہ جھگڑا نہیں جو حسد و کینہ کی وجہ سے کیا جاتا ہے اور نہ ہی بحث و مباحثہ میں وہ اخلاقی حدود سے تجاوز کرتے ہیں۔ فرشتوں کی اس صفت کی طرف قرآن مجید میں اس طرح اشارہ کیا گیا ہے:

﴿مَا كَانَ لِيَ مِنْ عِلْمٍ بِالْمَلَائِكَةِ الْأَعْلَىٰ إِذْ يَخْتَصِمُونَ إِن يُوحَىٰ إِلَيَّ إِلَّا أَنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ مُّبِينٌ﴾

[سورة ص: ۶۹، ۷۰]

” (نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ) مجھے ان بلند قدر فرشتوں کی (بات چیت کا) کوئی علم نہیں جب کہ وہ تکرار (بحث و مباحثہ) کر رہے تھے۔ میری طرف فقط اسی لیے وحی کی جاتی ہے کہ میں تو صاف آگاہ کر دینے والا ہوں۔“

اس آیت میں فرشتوں کے کس مباحثے کی طرف اشارہ ہے؟ اس کے جواب میں مفسرین کا اختلاف ہے۔ ان آیات کے بعد چونکہ تخلیق آدم کا قصہ مذکور ہے، اس لیے بعض مفسرین کے بقول فرشتوں کی اس بحث و تکرار سے مراد وہ گفتگو ہے جو تخلیق آدم کے وقت ہوئی تھی۔ حافظ ابن کثیر، مفسر قرطبی، اور امام شوکانی وغیرہ کی یہی رائے ہے۔ واللہ اعلم!

بعض احادیث میں بھی فرشتوں کے ایک مباحثے کا تذکرہ اس طرح ہوا ہے:

”حضرت معاذ رضی اللہ عنہ، فرماتے ہیں کہ ایک دن صبح کی نماز میں اللہ کے رسول ﷺ نے بہت دیر لگا دی یہاں تک کہ سورج طلوع ہونے کا وقت آپہنچا، پھر جلدی جلدی آپ ﷺ تشریف لائے اور نماز کے لیے اقامت کہی گئی پھر آپ نے مختصر (ہلکی) نماز پڑھائی اور سلام پھیرنے کے بعد اونچی آواز میں (لوگوں سے) فرمایا: اپنی صفوں میں بیٹھے رہو۔ پھر ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ مجھے نماز کے لیے

آنے میں دیر کیوں ہوئی؟ میں اس کے بارے میں تمہیں بتاتا ہوں۔ ہوا یہ کہ میں نماز تہجد کے لیے رات بیدار ہوا پھر وضو کر کے حسب توفیق نماز پڑھی اور نماز ہی میں مجھے اُوگھ آنے لگی اور میں بوجھل ہو گیا پھر اچانک میں دیکھتا ہوں کہ میں اپنے رب کے پاس ہوں اور میرا رب بہت ہی عمدہ صورت میں (دکھائی دیتا) ہے۔ مجھے رب تعالیٰ مخاطب فرماتے ہیں: اے محمد! میں کہتا ہوں: یارب! میں حاضر ہوں۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں: ”ملاءِ اعلیٰ“ (عالم بالا) کے فرشتے کس معاملے میں بحث و تکرار کر رہے ہیں، تمہیں علم ہے؟ میں نے کہا: نہیں! تین مرتبہ یہی سوال و جواب ہوا پھر میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے دونوں کندھوں کے درمیان اپنا ہاتھ رکھا یہاں تک کہ اللہ کی انگلیوں کی ٹھنڈک مجھے اپنے سینہ میں محسوس ہوئی اور مجھ پر ہر چیز روشن ہو گئی اور میں نے پہچان لیا (کہ عالم بالا کے فرشتے اس وقت کس معاملے میں بحث و تکرار کر رہے ہیں) پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے مخاطب فرمایا: اے محمد! میں نے کہا: یارب حاضر ہوں! پوچھا تمہیں معلوم ہے کہ عالم بالا کے فرشتے کس معاملے میں بحث و تکرار کر رہے ہیں؟^(۱) اب میں نے کہا: گناہوں کے کفارے کے بارے میں۔ پھر اللہ نے فرمایا: پھر تم بتاؤ کہ وہ کیا ہیں؟ میں نے کہا: نماز باجماعت کے لیے قدم اٹھا کر جانا، نمازوں کے بعد مسجدوں میں بیٹھ رہنا اور ناچاہتے ہوئے بھی مکمل وضو کرنا۔ پھر اللہ نے پوچھا: درجے کیا ہیں؟ میں نے کہا: کھانا کھانا، نرمی سے بات کرنا اور رات کو اس وقت نماز پڑھنا جب لوگ سوئے ہوں۔“^(۲)

(۱) [ایک روایت میں ہے کہ ”میں نے کہا جی ہاں! تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ پھر بتاؤ: میں نے کہا: گناہوں کے کفارے اور درجوں کے بارے میں بحث و مباحثہ کر رہے ہیں۔“ (ترمذی - حدیث ۳۲۳۴)]

(۱) [جامع ترمذی: کتاب التفسیر القرآن: باب ومن سورة الزمر (ح ۳۲۴۱-۳۲۴۲) احمد (۲۴۳/۵) امام ترمذی نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے، اسی طرح شیخ البانی نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھیے: صحیح الترمذی (ح ۲۵۸۰، ح ۲۵۸۱) عبد الرزاق مہدی نے امام شوکانی کی تفسیر فتح القدیر کی تخریج میں اسے حسن قرار دیا ہے۔ دیکھیے: (ح ۲۲۸۳) نیز امام ترمذی فرماتے ہیں کہ میں نے امام بخاری سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ یہ حدیث (حسن) صحیح ہے۔ امام حاکم نے بھی اسے صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھیے: مستدرک حاکم (۵۲۱/۱) اس حدیث کے کئی اور شواہد بھی ہیں دیکھیے: السدائر المشور (۵۵۶ تا ۵۵۹) واضح رہے کہ اس روایت میں نبی ﷺ کا اللہ تعالیٰ اور عالم بالا کا مشاہدہ کرنا حالت بیداری ہی میں تھا یا خواب میں؟ اس بارے اختلاف رائے ہے۔ حافظ ابن کثیر کے بقول صحیح یہ ہے کہ یہ واقعہ خواب کا ہے۔ دیکھیے: تفسیر ابن کثیر مترجم (ج ۴/ص ۴۶۵) طبع، مکتبہ قدوسیہ لاہور]

فرشتے اللہ کے خوف سے ڈرتے ہیں:

قرآن مجید میں فرشتوں کے بارے میں مذکور ہے:

﴿وَلِلَّهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ مِنْ دَابَّةٍ وَالْمَلَائِكَةِ وَهُمْ لَا يُسْتَكْبِرُونَ
يَخَافُونَ رَبَّهُمْ مِنْ فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ﴾ [سورة النحل: ۴۹، ۵۰]

”یقیناً آسمان و زمین کے کل جاندار اور تمام فرشتے اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ کرتے ہیں اور ذرا بھی تکبر نہیں کرتے اور وہ (فرشتے) اپنے اس رب سے جو ان کے اوپر ہے، کپکپاتے رہتے ہیں اور جو حکم (انہیں) مل جائے، وہ اس کی تعمیل کرتے ہیں۔“

ایک اور مقام پر ارشاد ہے:

﴿وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهِ مُشْفِقُونَ﴾ [سورة الانبياء: ۲۸]

”وہ (فرشتے) تو خود اللہ کی ہیبت سے لرزاں و ترساں ہیں۔“

* * *

فرشتوں کا مقصدِ پیدائش

(عبادت، اطاعت اور فرمانبرداری)

اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو اپنی عبادت اور اطاعت و فرمانبرداری کے لیے پیدا کیا ہے، فرشتے ہر آن اللہ وحدہ لا شریک کی تسبیح و تحمید اور تقدیس و کبریائی میں مصروف رہتے ہیں اور انہیں جو حکم دیا جاتا ہے وہ اس کی فوراً تعمیل کرتے ہیں۔ فرشتوں میں اللہ تعالیٰ نے گناہ، نافرمانی، حکم عدولی، سستی، کابلی اور لاپرواہی وغیرہ جیسے منفی خصائل پیدا ہی نہیں کئے۔ اس لیے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والی ذمہ داری میں کوئی غفلت نہیں برتتے۔

فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے کون سی ذمہ داریاں سونپ رکھی ہیں اس کی تفصیل تو آئندہ باب میں آ رہی ہے، تاہم مناسب معلوم ہوتا ہے کہ فرشتوں کی ذمہ داریوں کے حوالے سے یہاں ہم چند شبہات کا ازالہ کر دیں۔

فرشتوں کی ذمہ داریاں اور اختیارات:

اللہ تعالیٰ نے بعض فرشتوں کو بارش برسانے، بعض کو روح نکالنے، بعض کو روح ڈالنے، بعض کو آسمانوں اور بعض کو زمین پر ہونے والے امور طے کرنے اور بعض کو کائنات میں ہونے والی دیگر تبدیلیوں میں عمل دخل پر مامور کر رکھا ہے۔ فرشتے یہ تمام کام اللہ تعالیٰ ہی کے حکم سے بجالاتے ہیں، اپنی مرضی اور اختیار سے کچھ نہیں کرتے۔ گویا وہ اللہ کی اطاعت کرتے ہوئے اس کے احکام کی تعمیل تو کرتے ہیں مگر اس کے نظام میں ہمسری، برابری اور شراکت کا اختیار نہیں رکھتے۔ اس لیے نہ انہیں مدد کے لیے پکارا جاسکتا ہے اور نہ ان کی پرستش اختیار کی جاسکتی ہے بلکہ ہمارا فرض یہ ہے کہ ہم اللہ کی عبادت کریں اور اس ہی سے مدد طلب کریں، یہ الگ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری مدد کے لیے براہ راست توجہ فرمائیں، یا فرشتوں کو نازل کریں یا کوئی اور ذریعہ منتخب کریں۔

کیا فرشتوں کے علاوہ کوئی اور ہستی بھی کائنات میں مامور ہے؟

کائنات کے مختلف اُمور میں فرشتوں کو تو ذمہ داریاں سونپی گئی ہیں مگر ان کے علاوہ کسی اور کو اس طرح کی کوئی ذمہ داری نہیں دی گئی۔ نہ کسی جن کو اور نہ ہی کسی نبی اور ولی کو۔ وہ لوگ سخت غلط فہمی میں مبتلا ہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کائنات کا نظام اولیاء و صلحاء کے سپرد کر رکھا ہے مثلاً کہا جاتا ہے کہ دنیا میں چار ولی ایسے ہیں جنہیں 'اوتاد' کہا جاتا ہے۔ انہوں نے دنیا کے چاروں کناروں کو تقام رکھا ہے۔ علاوہ ازیں سات اور ایسے اولیاء ہیں جنہوں نے سات آسمانوں میں سے ایک ایک آسمان کا نظام سنبھالا ہوا ہے، انہیں 'ابدال' کہا جاتا ہے۔ چالیس ولی ایسے ہیں جنہوں نے مخلوق کا بوجھ اٹھا رکھا ہے انہیں 'نجباء' کہا جاتا ہے۔ تین سو ولی ایسے ہیں جو لوگوں کے ساتھ شہروں میں رہتے ہیں۔ پھر ان سب پر ایک بڑا ولی ہوتا ہے جسے قطب اکبر یا غوث اعظم کہا جاتا ہے اور یہ ہمیشہ مکہ مکرمہ میں رہتا ہے۔ جبکہ دنیا میں جو آفت و مصیبت بھی پہنچتی ہے وہ ان سب اولیاء سے ہو کر غوث اعظم تک پہنچتی ہے اور وہ اسے دور فرماتے ہیں۔“ - نعوذ باللہ من ذلك!

مندرجہ بالا عقائد و نظریات صریح طور پر گمراہانہ ہیں، ان کی تائید میں قرآن یا صحیح حدیث میں کوئی ثبوت نہیں ملتا بلکہ قرآن و حدیث کے بہت سے بیانات ان عقائد کی صاف صاف نفی کرتے ہیں۔ یہاں یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ لفظ کن فرما کر ہر کام کر سکتے ہیں تو پھر فرشتوں کو نظام کائنات میں مختلف ذمہ داریاں سونپنے کا کیا مطلب؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جس طرح روشنی کے لیے اللہ تعالیٰ نے سورج کو پیدا فرمایا، پانی کے لیے سمندر اور دریا بنائے، زمین میں ٹھہراؤ کے لیے پہاڑوں کو مینیں بنا کر گاڑ دیا تو یہ سب چیزیں بھی لفظ کن سے ہو سکتی تھیں مگر اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کو پیدا فرمایا تاکہ اس کی عظمت کا اظہار ہو۔ اسی طرح فرشتوں کی تخلیق بھی اپنی عظمت اور شان و شوکت کے اظہار کے لیے فرمائی اور انہیں مختلف ذمہ داریاں اس لیے سونپی تاکہ انسان جسے بذات خود کچھ ذمہ داریاں عطا کی گئی ہیں، وہ فرشتوں کو اپنی ذمہ داری پورا کرتے دیکھ کر اپنی ذمہ داریوں کو بھی پورا کرنے کی طرف توجہ کرے۔

آئندہ سطور میں ہم فرشتوں کے تخلیقی مقاصد (عبادت و اطاعت) کو جبکہ اس سے اگلے باب میں فرشتوں کی ذمہ داریوں کو بالتفصیل بیان کریں گے۔ ان شاء اللہ!

تسبیح و تمجید:

فرشتے ہر دم بغیر کسی تکلیف و مشقت کے اللہ کی تسبیح و تمجید میں مصروف رہتے ہیں جیسا کہ درج ذیل آیات سے معلوم ہوتا ہے:

(۱): ﴿يُسَبِّحُونَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُونَ﴾ [سورة الانبياء: ۲۰]

”وہ (فرشتے) دن رات اس کی تسبیح بیان کرتے ہیں اور کبھی دم نہیں لیتے۔“

(۲): ﴿الَّذِينَ يَحْمِلُونَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهُ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُونَ بِهِ وَيَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَحْمَةً وَعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِينَ تَابُوا وَاتَّبَعُوا سَبِيلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ﴾ [سورة مؤمن: ۷]

”جو (فرشتے) عرش اٹھائے ہوئے ہیں اور جو اس کے گرد ہیں، سب اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور ایمانداروں کے لیے بخشش مانگتے ہوئے (کہتے) ہیں: اے ہمارے رب! تو نے اپنی رحمت اور علم سے ہر چیز کا احاطہ کر رکھا ہے لہذا جنہوں نے توبہ کی اور تیری راہ کی اتباع کی، انہیں بخش دے اور جہنم کے عذاب سے بچالے۔“

(۳): ﴿وَمَا مِنَّا إِلَّا لَهُ مَقَامٌ مَّعْلُومٌ وَإِنَّا لَنَحْنُ الصَّافُونَ وَإِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُونَ﴾

” (فرشتوں کا قول ہے کہ) ہم میں سے تو ہر ایک کی جگہ مقرر ہے اور ہم تو (عبادت الہی میں) صف بستہ کھڑے ہیں اور اس کی تسبیح بیان کر رہے ہیں۔“ [سورة الصافات: ۱۶۳ تا ۱۶۶]

رکوع و سجود:

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ اللہ کے رسول ﷺ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ہمراہ تشریف فرما تھے کہ اچانک آپ ﷺ نے فرمایا: ((اَسْمَعُونَ مَا اَسْمَعُ؟))

”کیا تم بھی وہ (آواز) سن رہے ہو جو میں سن رہا ہوں؟“

صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا: ”ہمیں تو کوئی آواز سنائی نہیں دے رہی۔“ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((اِنِّیْ اَسْمَعُ اَطِیْطُ السَّمَاءِ وَمَا تَلَامُ اَنْ تَطَّ وَمَا فِیْهَا مَوْضِعٌ شِبْرِیْ اِلَّا عَلَیْهِ مَلَكٌ سَاجِدٌ اَوْ قَائِمٌ))

”میں آسمان کے لرزنے کی آواز سن رہا ہوں اور اس کے لرزنے اور کانپنے کا کوئی خوف نہیں۔ آسمان

میں کہیں ایک ہاتھ جگہ بھی ایسی نہیں جہاں کوئی فرشتہ سجدہ ریز یا حالتِ قیام میں نہ ہو۔“^(۱)

حج و طواف:

جس طرح زمین والے بیت اللہ کا حج کرتے ہیں، اسی طرح آسمان والے (فرشتے) ساتویں آسمان پر موجود بَيْتُ اللّٰهِ جسے بَيْتُ الْمَعْمُورُ کہا جاتا ہے، کا حج کرتے ہیں۔ اس جگہ کتنے فرشتے عبادتِ حج کے لیے جمع ہوتے ہیں اس کا اندازہ حدیثِ معراج میں نبی ﷺ کے ان الفاظ سے بخوبی کیا جاسکتا ہے:

((فَرَفَعَ لِي الْبَيْتُ الْمَعْمُورُ يُصَلِّي فِيهِ كُلَّ يَوْمٍ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ إِذَا خَرَجُوا لَمْ يُعَوِّذُوا إِلَيْهِ
آخِرَ مَا عَلَيْهِمْ))

”پھر مجھے بَيْتُ الْمَعْمُورُ دکھایا گیا، میں نے جبریل علیہ السلام سے اس کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے بتلایا کہ یہ بَيْتُ الْمَعْمُورُ ہے، اس میں ستر ہزار فرشتے روزانہ نماز پڑھتے ہیں اور ایک مرتبہ جعفر فرشتے نماز پڑھ کر اس سے نکل جاتے ہیں تو پھر کبھی اس میں داخل نہیں ہو پاتے۔“^(۲)

گویا فرشتوں سے ہر وقت بھرے رہنے کی وجہ سے اس عبادت خانہ کو مَعْمُورُ (بھرا ہوا) کہا گیا اور اس کی عظمت اتنی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی قسم اپنے قرآن میں کھائی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَالْبَيْتِ الْمَعْمُورِ ﴾ [سورة الطور: ۴]

”قسم ہے بیتِ معمر (آباد گھر) کی۔“

خوف و خشیتِ الہی:

خوف و خشیت بھی عبادت کا حصہ ہے اور فرشتے اس عبادت میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں اور ہر وقت اللہ تعالیٰ کے خوف سے لرزاں و ترساں رہتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَهُمْ مِنْ خَشْيَتِهِ مُشْفِقُونَ ﴾ [سورة الانبياء: ۲۸]

”وہ (فرشتے) تو اللہ کی ہیبت سے لرزاں ہیں!“



(۱) [مشکل الآثار (۴۳/۲) المعجم الكبير (۱۵۳/۱) حلیۃ الاولیاء (۶۲۶۹) السلسلۃ الصحیحۃ (ح ۸۵۲)]

(۲) [بخاری: کتاب بدء الخلق: باب ذکر الملائکۃ (ح ۳۲۰۷) مسلم: کتاب الایمان: باب الأسرار رسول اللہ (۱۶۲)]

مشہور فرشتے اور ان کی ذمہ داریاں

جبریل علیہ السلام اور ان کی ذمہ داری

حضرت جبریل علیہ السلام کی فضیلت:

حضرت جبریل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے معزز ترین فرشتوں میں سے ہیں۔ بعض اہل علم کے بقول آپ تمام فرشتوں کے سردار ہیں کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جن فرشتوں نے جنگوں میں شرکت فرمائی ان کی قیادت حضرت جبریل علیہ السلام نے فرمائی۔ یعنی حضرت جبریل علیہ السلام سردار تھے تو قیادت فرماتے تھے۔

اسی طرح شب قدر کے موقع پر حضرت جبریل علیہ السلام کی معیت میں فرشتے زمین پر اترتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام فرشتوں کے سردار ہیں۔

اسی طرح بعض ضعیف روایات میں ہے کہ ساری مخلوق میں سے حضرت جبریل علیہ السلام آخر میں فوت ہوں گے اور ان کا وجود بھی تمام فرشتوں سے بڑا ہے۔ اور بعض صحیح روایات میں ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام کے چھ سو پر ہیں۔

بعض اہل علم تین فرشتوں (یعنی حضرت جبریل علیہ السلام، حضرت میکائیل علیہ السلام، اور حضرت اسرافیل علیہ السلام) کو تمام فرشتوں کا سردار قرار دیتے ہیں جبکہ بعض ان میں ایک چوتھے فرشتے یعنی ملک الموت علیہ السلام کو بھی شامل کرتے ہیں۔ ان تین فرشتوں کو سرداران ملائکہ قرار دینے کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا مذکور ہے:

((اللهم رب جبرائيل وميكائيل وسرافيل فاطر السموات والارض عالم الغيب والشهادة

انت تحكم بين عبادك فيما كانوا فيه يختلفون اهدني لما اختلف فيه من الحق باذنك

انك تهدي من تشاء الى صراط مستقيم))

”اے اللہ! اے جبریل، میکائیل اور اسرافیل کے رب! آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والے، مخفی اور ظاہر کو جاننے والے، جن چیزوں میں تیرے بندے اختلاف کرتے ہیں ان میں تو ہی فیصلہ کرنے والا ہے۔ تو اپنے حکم سے مجھے اختلافی باتوں میں سے اس چیز کی طرف ہدایت عطا فرما جو حق ہے۔ یقیناً تو جسے چاہتا ہے، سیدھے راستے کی ہدایت عطا کرتا ہے۔“^(۱)

دراصل فرشتے انسانوں اور جنوں کے مقابلے میں عظیم مخلوق ہیں اور ان میں سے چار فرشتے دیگر فرشتوں کی نسبت زیادہ عظمت و فضیلت کے حامل ہیں پھر ان چار فرشتوں میں سے حضرت جبریل عَلَيْهِ السَّلَامُ افضل ہیں۔ حضرت جبریل عَلَيْهِ السَّلَامُ کی تمام فرشتوں پر فضیلت اس بات سے بھی ثابت ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا تذکرہ بڑے عمدہ انداز سے کیا ہے مثلاً ایک جگہ ان کا ذکر اپنے متصل بعد کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ مَوْلَاهُ وَجِبْرِيلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمَلَائِكَةُ بَعْدَ ذَلِكَ ظَهِيرٌ﴾ [التحریم: ۴]

”یقیناً اس کا کارساز اللہ ہے اور جبریل ہے اور نیک ایمان دار اور ان کے علاوہ فرشتے بھی مدد کرنے والے ہیں۔“

اور ایک جگہ حضرت جبریل عَلَيْهِ السَّلَامُ کی امانت و دیانت اور قوت و شوکت کو اس طرح بیان کیا:

﴿إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ذِي قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ الْمَكِينِ مُطَاعٍ ثَمَّ أَمِينٍ﴾ [سورة

التکویر: ۱۹ تا ۲۱]

”یقیناً یہ ایک بزرگ پیغامبر کا کہا ہوا ہے جو قوت والا ہے، عرش والے (اللہ) کے نزدیک بلند مرتبہ ہے جس کی (آسمانوں میں) اطاعت کی جاتی ہے (اور وہ) امین ہے۔“

جبریل کا تلفظ:

امام قرطبی نے اپنی تفسیر میں لفظ جبریل کے دس تلفظ ذکر کئے ہیں یعنی:

- (۱) جِبْرِئِلُ (۲) جِبْرِئَلُ (۳) جِبْرِئِيلُ (۴) جِبْرِئَلُ (۵) جِبْرِئَلُ (۶) جِبْرِئَلُ (۷) جِبْرِئِيلُ (۸) جِبْرِئِيلُ (۹) جِبْرِئِيلُ (۱۰) جِبْرِئِيلُ^(۲)

(۱) [صحيح مسلم: كتاب صلاة المسافرين: باب الدعاء في صلاة الليل (ح ۷۷۰) ترمذی: كتاب الدعوات

(ح ۳۴۲۰) احمد (۶۱۵۶) ابن حبان (۲۶۰۰) ابن ماجه: كتاب اقامة الصلاة: (۱۳۵۷) بعض روايات

میں ہے کہ آنحضرت نماز تہجد کے شروع میں (یعنی ثناء کے موقع پر) یہ دعائیں پڑھتے تھے۔]

(۲) [تفسیر قرطبی (ج ۲ ص ۲۹۰۳۸)]

جبریل کا ایک نام 'الروح' بھی ہے:

قرآن مجید میں حضرت جبریل علیہ السلام کو "روح" بھی کہا گیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَأَنَّهُ لَنَزِيلُ رَبِّ الْعَلَمِينَ نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ عَلَى قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنذِرِينَ﴾

[سورة الشعراء: ۱۹۲، ۱۹۴]

”اور بے شک یہ (قرآن) رب العالمین کا نازل فرمایا ہوا ہے۔ اسے امانت دار فرشتہ لے کر آیا ہے،

آپ کے دل پر (یہ) اترا ہے تاکہ آپ آگاہ کر دینے والوں میں سے بن جائیں۔“

نزول قرآن سے متعلقہ یہی بات قرآن مجید کی ایک اور آیت میں اس طرح بیان کی گئی کہ

﴿قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِلْجِبْرِيلِ فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلَى قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللَّهِ﴾ [سورة البقرة: ۹۷]

”(اے نبی) آپ کہہ دیجیے کہ جو کوئی جبریل علیہ السلام کا دشمن ہو (تو اللہ تعالیٰ بھی اس کا دشمن ہے) بلاشک

اس (جبریل علیہ السلام) نے تو اس (قرآن اور خدا کے پیغام) کو آپ کے دل پر اتارا ہے۔“

سورة مریم (آیت: ۱۷) اور سورة قدر (آیت: ۴) میں بھی آپ کو 'روح' کہا گیا ہے۔

جبریل کا ترجمہ:

جبریل علیہ السلام، میکائیل علیہ السلام، اسرافیل علیہ السلام کس زبان کے لفظ ہیں، اس کے بارے اہل علم کا اختلاف

ہے۔ اسی طرح ان کے معانی کی تعیین میں بھی علماء کی آراء مختلف ہیں لیکن ان کا حاصل قریب قریب ہے

مثلاً امام بخاری فرماتے ہیں کہ

”وقال عكرمة: جبر وميك وسراف: عبد، ايل، الله“

”عکرمہ فرماتے ہیں کہ لفظ جبر، میک، اور سراف تینوں کے معنی بندہ (عبد) کے ہیں اور لفظ ایل (عبرانی

زبان میں) اللہ کے معنی میں ہے۔“^(۱)

یعنی ان تینوں کا معنی ہوا 'عبداللہ' (اللہ کا بندہ)۔ یہی بات امام قرطبی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے

حوالے سے بیان کی ہے۔ پھر موصوف، امام ماوردی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ جبریل کا معنی ہے

عبداللہ اور میکائیل کا معنی ہے عبید اللہ۔ (یہ پہلے کی تصغیر ہے) نیز فرماتے ہیں کہ بعض مفسرین کے بقول

اسرافیل کے معنی ہیں عبدالرحمن (یعنی رحمان کا بندہ)^(۲)

(۲) [تفسیر قرطبی (۳۹/۲)]

(۱) [صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب من کان عدواً للجبریل]

حضرت جبریل علیہ السلام کی ذمہ داری:

حضرت جبریل علیہ السلام کو بنیادی طور پر انبیاء کے پاس اللہ تعالیٰ کا پیغام (وحی) پہنچانے پر مامور کیا گیا اور آپ علیہ السلام ہر نبی پر اللہ کی طرف سے پیغام لے کر آیا کرتے تھے جیسا کہ درج بالا آیات سے معلوم ہوتا ہے۔ اسی طرح بعض احادیث میں بھی صراحت کے ساتھ حضرت جبریل علیہ السلام کی یہ ذمہ داری بیان کی گئی ہے مثلاً ایک روایت میں ہے کہ کچھ یہودی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے:

((انه ليس نبى من الانبياء الا ياتيه ملك من الملائكة من عند ربه بالرسالة وبالوحي فمن صاحبك حتى نتابعك؟))

”ہر نبی کے پاس فرشتوں میں سے ایک فرشتہ اللہ کی طرف سے پیغام اور وحی لے کر آیا کرتا ہے، آپ کے پاس کون سا فرشتہ آتا ہے تاکہ ہم آپ کی اتباع (کے بارے میں فیصلہ) کر سکیں؟“ آپ نے فرمایا کہ میرے پاس جبریل علیہ السلام آتا ہے۔ انہوں نے کہا یہ تو وہی ہے جو (ہمارے بارے میں) جہاد و قتال کا حکم لے کر آتا ہے لہذا یہ تو ہمارا دشمن ہے! اگر آپ میکائیل علیہ السلام کا نام لیتے جو بارش اور رحمت لے کر آتا ہے تو پھر ہم آپ کی ضرور اتباع کرتے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِلْجِبْرِيلَ فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلَى قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللَّهِ﴾ [سورة البقرة: ۹۷]

”(اے نبی!) آپ کہہ دیجیے کہ جو کوئی جبریل علیہ السلام کا دشمن ہو (تو اللہ تعالیٰ بھی اس کا دشمن ہے) بلاشک اس (جبریل علیہ السلام) نے تو اس (قرآن اور خدا کے پیغام) کو آپ کے دل پر اتارا ہے۔“^(۱)

ایک روایت میں ہے کہ ان یہودیوں نے کہا:

”جبریل علیہ السلام تو وہ فرشتہ ہے جو جہاد و قتال کا اور عذاب کا حکم لے کر آتا ہے لہذا یہ تو ہمارا دشمن ہے البتہ اگر آپ میکائیل علیہ السلام کا نام لیتے جو رحمت، نباتات اور بارش لے کر آتا ہے تو پھر ٹھیک تھا۔“^(۲)

ایک اور روایت میں ہے کہ یہودیوں نے کہا:

”آپ بتائیے کہ فرشتوں میں سے کون سا فرشتہ آپ کا دوست ہے؟ پس اسی جواب پر ہم آپ کی معیت اختیار کریں گے یا آپ سے دور ہٹ جائیں گے۔ آپ نے فرمایا کہ ((ولیس جبریل ولم یبعث اللہ نبیا قط الا هو ولیہ)) ”میرا دوست جبریل علیہ السلام ہے اور اللہ تعالیٰ نے جتنے انبیاء مبعوث

(۱) [تفسیر قرطبی (۳۷/۴) السنن الکبریٰ للنسائی (ح ۹۰۷۲) احمد (۱۰۸/۳) (۲۱۱)]

(۲) [مسند احمد (۲۷۴/۱)]

فرمائے ان سب کا دوست اسے ہی مقرر فرمایا۔“

اس پر یہودی کہنے لگے کہ پھر تو ہم آپ سے دور ہٹ جائیں گے اور اگر آپ کا دوست کوئی اور فرشتہ ہوتا تو ہم ضرور آپ کی تابعداری اختیار کر لیتے اور آپ کی تصدیق کرتے۔ آپ نے ان سے پوچھا: فما یمنعکم ان تصدقوہ؟ تمہیں جبریل علیہ السلام کی تصدیق کرنے میں کیا امر مانع ہے؟ انہوں نے کہا: یہ تو ہمارا دشمن ہے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔“^(۱)

حضرت میکائیل علیہ السلام اور ان کی ذمہ داری

امام قرطبی نے اپنی تفسیر میں (سورہ بقرہ آیت ۹۸ کے تحت) لفظ میکائیل کے چھ تلفظ بیان کئے ہیں یعنی:

(۱) مِیْکَائِیلُ (۲) مِیْکَائِیلُ (۳) مِیْکَالُ (۴) مِیْکِیْلُ (۵) مِیْکِیْلُ (۶) مِیْکَاءُ^(۲)

حضرت میکائیل علیہ السلام بھی صاحب عظمت فرشتے کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کا ذکر سورہ بقرہ میں خصوصی طور پر کیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِلَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَرُسُلِهِ وَجِبْرِيلَ وَمِیْکَالَ فَإِنَّ اللَّهَ عَدُوٌّ لِلْكَافِرِينَ﴾

”جو شخص اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کے رسولوں اور جبریل علیہ السلام اور میکائیل علیہ السلام کا دشمن ہو (وہ کافر ہے) اور یقیناً اللہ تعالیٰ کافروں کا دشمن ہے۔“ [سورہ البقرہ: ۹۸]

حضرت میکائیل علیہ السلام کی ذمہ داری بارش برسانے پر ہے جیسا کہ حضرت جبریل علیہ السلام کی ذمہ داری سے متعلقہ احادیث میں ان کی اس ذمہ داری کے بارے میں بھی ذکر ملتا ہے مثلاً ایک حدیث میں تھا کہ جب یہودیوں نے آنحضرت ﷺ کے سامنے یہ کہا:

”جبریل علیہ السلام تو وہ فرشتہ ہے جو جہاد و قتال کا اور عذاب کا حکم لے کر آتا ہے لہذا یہ تو ہمارا دشمن ہے البتہ اگر آپ میکائیل علیہ السلام کا نام لیتے جو رحمت، نباتات اور بارش لے کر آتا ہے تو پھر ٹھیک تھا۔“^(۳)

تو آپ نے ان یہودیوں کی اس بات کی نفی نہ فرمائی۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ میکائیل کی واقعی یہی ذمہ داری ہے اور اگر ان کی ذمہ داری کچھ اور ہوتی تو آنحضرت ﷺ یہودیوں کی اس بات کی بھی تردید فرمادیتے۔

(۱) [تفسیر فتح القدیر (۱/۱۷۱) علامہ عبدالرزاق مہدی نے اس تفسیر کی تخریج میں اس روایت کی سند کو حسن قرار دیا ہے۔]

(۲) [مستند احمد (۱/۲۷۴)]

(۳) [تفسیر قرطبی (۲/۳۹)]

حضرت اسرافیل علیہ السلام اور ان کی ذمہ داری

گزشتہ صفحات میں حضرت اسرافیل علیہ السلام کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ وہ بھی ایک عظیم المرتبت فرشتہ ہے۔ ان کی ذمہ داری کے بارے میں علم میں مشہور ہے کہ قیامت برپا کرنے اور پھر تمام مردوں کو زندہ کرنے کے لیے انہیں ’صور‘ (زنگھا، بگل نما آلہ) دیا گیا ہے جسے وہ اپنے منہ میں لیے حکم الہی کے منتظر ہیں۔ جب انہیں حکم ملے گا وہ اس میں پھونکیں گے اور اس سے خوفناک آواز پھیلے گی جسے سننے والا ہر ذی روح مر جائے گا۔ پھر تمام لوگوں کو زندہ کرنے کے لیے بھی وہی دوبارہ اللہ کے حکم سے صور پھونکیں گے۔

یاد رہے کہ صور پھونکنے جانے کے بارے میں قرآن و سنت میں بے شمار دلائل موجود ہیں۔ اسی طرح احادیث میں یہ وضاحت بھی ہے کہ ایک فرشتہ صور پھونکنے کی ذمہ داری ادا کرے گا مگر یہ فرشتہ کون ہے؟ بعض روایات کے مطابق یہ حضرت اسرافیل علیہ السلام ہیں اور بعض اہل علم بغیر کسی اختلاف کے شروع سے اس فرشتے کا نام اسرافیل ہی بتاتے چلے آ رہے ہیں۔ واللہ اعلم۔ اب صور پھونکنے سے متعلقہ روایت ملاحظہ ہو:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((کیف انعم وقد التقم صاحب القرن القرن وحنی جہتہ واصفی سمعہ بنتظر ان یومر ان ینفخ فینفخ))

”میں کیسے بے پروا ہو سکتا ہوں جب کہ ’صور‘ والے فرشتے نے ’صور‘ اپنے منہ میں لیا ہوا ہے اور اپنی پیشانی کو جھکایا ہوا ہے اور وہ اپنا کان لگائے انتظار کر رہا ہے کہ کب اسے (اس میں پھونکنے کا) حکم ملے اور وہ اس میں پھونک دیں۔“^(۱)

حافظ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں تفسیر طبری کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے:

((ان اسرافیل قد التقم الصور وحنی جہتہ بنتظر متی یومر فینفخ))^(۲)

”حضرت اسرافیل نے ’صور‘ اپنے منہ میں لیا ہوا ہے اور اپنی پیشانی کو جھکایا ہوا ہے اور وہ انتظار کر رہے

(۱) [ترمذی: کتاب تفسیر القرآن: باب ومن سورة الزمر (ح ۴۲۴۳)]

(۲) [حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں: رواہ مسلم فی صحیحہ ”اس روایت کو امام مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔“

[تفسیر ابن کثیر (ج ۲ ص ۲۳۴)] مگر تلاش کے باوجود مجھے یہ روایت مسلم میں نہیں ملی۔ واللہ اعلم!]

ہیں کہ کب انہیں (اس میں پھونکنے کا) حکم ملے اور وہ اس میں پھونک دیں۔“
سورہ انعام کی آیت ۳ کی تفسیر میں حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ:

”والصحيح ان المراد بالصور القرن الذي ينفخ فيه اسرافيل عليه السلام“
”صحیح بات یہ ہے کہ اس صور سے مراد وہ زنگھا ہے جس میں حضرت اسرافیل علیہ السلام پھونکیں گے۔“^(۱)
قرآن مجید میں صور پھونکنے کا تذکرہ اس طرح ہوا ہے:

﴿وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَصَبَقَ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ الْأَمْنُ سَاءَ اللَّهُ لِمُ نْفِخَ فِيهِ
أُخْرَى فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَنْظُرُونَ وَأَشْرَقَتِ الْأَرْضُ بِنُورِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتَابُ وَجَاءَ بِالسَّيِّئِينَ
وَالشَّهَادَةِ وَأُقْضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ﴾ [سورة الزمر: ۶۸، ۶۹]

”اور صور پھونک دیا جائے گا پس آسمانوں اور زمین والے سب بے ہوش ہو (کمر) جائیں گے مگر
جسے اللہ چاہے پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا پس وہ ایک دم کھڑے ہو کر دیکھنے لگ جائیں گے اور زمین
اپنے پروردگار کے نور سے جگمگا اٹھے گی، نامہ اعمال حاضر کئے جائیں گے اور گواہوں کو لایا جائے گا اور
لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلے کر دیئے جائیں گے اور ان پر ظلم نہ کیا جائے گا۔“
حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

”پھر صور پھونکا جائے گا اور جو کوئی اسے سنے گا وہ گردن اٹھا کر اس کی طرف متوجہ ہو جائے گا۔ صور
پھونکے جانے کی آواز سب سے پہلے وہ شخص سنے گا جو اپنے اونٹ کے حوض کی مرمت کر رہا ہوگا اور وہ
بے ہوش ہو کر گر پڑے گا پھر تمام لوگ بے ہوش ہو جائیں گے۔ (اس بے ہوشی سے مراد موت ہے)
پھر اللہ تعالیٰ دھند، یا شبنم کی شکل میں بارش نازل کریں گے جس کی بدولت لوگوں کے جسم (قبروں سے)
اُگ آئیں گے۔ پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا تو اچانک تمام لوگ کھڑے ہو کر (زندہ ہو کر) حیران و
پریشان ادھر ادھر دیکھنے لگ جائیں گے۔ پھر آواز آئے گی: لوگو! اپنے رب کے حضور پیش ہو جاؤ اور وہاں
کھڑے ہو جاؤ، تمہارا حساب کتاب ہونے والا ہے۔“^(۲)

(۱) [تفسیر ابن کثیر (ایضاً) حافظ ابن کثیرؒ نے اور بھی کئی روایات نقل کی ہیں جن میں ہے کہ صور، اسرافیل کے منہ میں ہے اور وہ
حکم الہی کے منتظر ہیں۔]

(۲) [صحیح مسلم: کتاب الفتن و اشراط الساعة: باب فی خروج الدجال... (ح ۲۹۴۰) احمد (۱/۲۶۶)]

مذکورہ بالا آیت اور حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صور دوم مرتبہ پھونکا جائے گا۔ اس کی تائید حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ایک قول سے بھی ہوتی ہے جس میں ہے کہ صور دوم مرتبہ پھونکا جائے گا اور ان دونوں کے درمیان چالیس کا فاصلہ ہوگا۔ (لوگوں نے کہا چالیس دن؟ یا چالیس ماہ؟ یا چالیس سال؟ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس کے بارے میں، میں کچھ نہیں کہہ سکتا (ممکن ہے انہوں نے نبی اکرمؐ سے چالیس کے عدد کی تعیین نہ کی ہو) (۱)

تاہم بعض مفسرین نے صور پھونکنے جانے سے متعلقہ آیات و احادیث کے عموم کی بنیاد پر یہ موقف اختیار کیا ہے کہ صور، تین مرتبہ پھونکا جائے گا۔ حافظ ابن کثیرؒ نے بھی یہی رائے اختیار کی ہے جبکہ بعض کے نزدیک صور چار مرتبہ پھونکا جائے گا۔ واللہ اعلم!

صور پھونکنے جانے سے حضرت اسرافیل علیہ السلام اور دیگر عظیم المرتبت فرشتے نہیں مریں گے پھر انہیں بھی موت کا حکم ہوگا۔ ان کی موت کی تفصیل پیچھے ”کیا فرشتوں کو موت آتی ہے؟“ کے تحت گزر چکی ہے۔

حضرت ملک الموت علیہ السلام اور ان کی ذمہ داری

ملک الموت کا معنی ہے ’موت کا فرشتہ‘۔ یعنی وہ فرشتہ جسے اللہ تعالیٰ نے روح قبض کرنے پر مامور فرما رکھا ہے۔ اگرچہ عرف عام میں ملک الموت علیہ السلام (فرشتے) کے لیے لفظ عزرائیل مشہور ہو چکا ہے مگر قرآن و حدیث میں کہیں بھی یہ لفظ استعمال نہیں ہوا جیسا کہ حافظ ابن کثیرؒ رقمطراز ہیں کہ:

”واما ملك الموت فليس بمصرح باسمه في القرآن ولا في الاحاديث الصحاح وقد جاء تسميته في بعض الآثار بعزرائيل والله اعلم!“

”ملک الموت (موت کے فرشتے) کا نام کیا ہے؟ اس کی صراحت قرآن مجید یا صحیح احادیث میں مذکور نہیں تاہم بعض آثار میں اس کا نام عزرائیل بیان کیا گیا ہے۔ واللہ اعلم!“ (۲)

ملک الموت کے بارے قرآن مجید میں اس طرح تذکرہ کیا گیا ہے:

﴿قُلْ يَتَوَفَّكُم مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِي وَسَّكَلَ بِكُمْ﴾ [سورة السجده: ۱۱]

”(اے نبی!) آپ کہہ دیجئے کہ تمہاری روحیں وہ موت کا فرشتہ قبض کرتا ہے جو تم پر مقرر کیا گیا ہے۔“

(۱) [صحیح بخاری: کتاب التفسیر: تفسیر سورة النبأ] (۲) [البداية والنهاية (ج ۱ ص ۵۱)]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ذی روح کی روح قبض کرنے کی ذمہ داری ملک الموت کی ہے مگر بعض آیات میں قبض روح کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف بھی کی گئی ہے مثلاً ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اللَّهُ يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ حِينَ مَوْتِهَا﴾ [سورة الزمر: ۴۲]

”لوگوں کے مرنے کے وقت اللہ تعالیٰ ان کی روحيں قبض کر لیتے ہیں۔“

اور بعض آیات سے تو معلوم ہوتا ہے کہ قبض روح کا کام صرف ملک الموت علیہ السلام نہیں کرتا بلکہ ان کے علاوہ کئی اور فرشتوں کی بھی یہ ذمہ داری لگائی گئی ہے مثلاً ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفِظَةً حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَحَدَكُمْ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفْرَتُونَ﴾ [سورة الانعام: ۶۱]

”اور وہی اپنے بندوں پر غالب و برتر ہے اور تم پر نگہداشت رکھنے والے (فرشتے) بھیجتا ہے یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی کو موت آپہنچتی ہے تو ہمارے بھیجے ہوئے اس کی روح قبض کر لیتے ہیں اور وہ ذرا کوتاہی نہیں کرتے۔“

مذکورہ بالا تینوں طرح کی آیات سامنے رکھنے سے یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ روح اللہ تعالیٰ نکالتے ہیں یا ملک الموت علیہ السلام یا کئی اور فرشتے بھی؟

مفسرین نے اس اشکال کی وضاحت اس طرح کی ہے کہ زندگی اور موت چونکہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور وہی موت کا فیصلہ کرتا ہے اس لیے قبض روح کی نسبت اللہ کی طرف اس لحاظ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ فاعل حقیقی ہے۔ ملک الموت علیہ السلام کی طرف نسبت اس لیے ہے کہ یہ ذمہ داری انہیں سونپی گئی ہے اور وہ اللہ کا حکم ملنے پر روح قبض کرتے ہیں جبکہ دیگر فرشتوں کی طرف یہ نسبت اس لیے کی گئی ہے کہ وہ ملک الموت کے معاون ہیں۔^(۱) پھر یہ معاون دو طرح کے ہوتے ہیں؛ ایک وہ جو اہل ایمان کی روح بڑے آرام سے نکالتے ہیں اور ایک وہ جو کافروں کی روح بڑی سختی سے نکالتے ہیں۔ سورہ نازعات میں ان دونوں طرح کے فرشتوں کی طرف اس طرح اشارہ کیا گیا ہے:

﴿وَالنَّازِعَاتُ غَرْقًا وَالنَّاشِطَاتُ نَشْطًا﴾ [سورة النازعات: ۲۰، ۲۱]

”ذوب کر سختی سے (روح) کھینچنے والوں کی قسم! اگرہ کھول کر چھڑا دینے والوں کی قسم!“

(۱) [دیکھیے: تفسیر ابن کثیر، قرطبی، تفسیر فتح القدیر، بذیل آیات مذکورہ]

ملک الموت علیہ السلام اور ان کے ساتھی فرشتے اہل ایمان اور کفار کی جان کیسے نکالتے ہیں، اس کی وضاحت درج ذیل حدیث سے بخوبی ہوتی ہے:

”حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک انصاری کے جنازے میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ نکلے۔ جب ہم قبر کے پاس پہنچے تو ابھی لحد تیار نہیں تھی۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ (قبلہ رو ہو کر) بیٹھ گئے اور ہم بھی آپ ﷺ کے ارد گرد (خاموش ہو کر اس طرح) بیٹھ گئے کہ گویا ہمارے سروں پر پندے ہوں۔ آپ ﷺ کے دست مبارک میں ایک چھڑی تھی جس سے آپ زمین کرید رہے تھے۔ آپ ﷺ نے سراٹھا کر دو یا تین مرتبہ فرمایا: ”اللہ تعالیٰ سے عذاب قبر کی پناہ مانگو!“ پھر فرمایا: ”جب مومن بندہ اس دنیا سے رخصت ہو کر آخرت کو سدھار رہا ہوتا ہے تو آسمان سے اس کے پاس فرشتے آتے ہیں، ایسے روشن چہرے والے گویا کہ ان کے چہرے سورج ہیں۔ ان کے پاس جنت سے لایا ہوا کفن اور جنت ہی کی خوشبو ہوتی ہے۔ وہ حدنگاہ تک آ کر بیٹھ جاتے ہیں۔ آخر میں ملک الموت تشریف لاتے ہیں اور اس کے سر کے پاس بیٹھ کر فرماتے ہیں: ”اے پاکیزہ روح! (ایک روایت میں ہے: اے مطمئن روح) اپنے پروردگار کی مغفرت و عنایت کے پاس پہنچ۔“

پھر وہ روح اس طرح نکلتی ہے جیسے پانی کا قطرہ مشکینے کے منہ سے ٹپکتا ہے۔ چنانچہ ملک الموت علیہ السلام اسے لے لیتے ہیں اور آنکھ جھپکنے سے پہلے دوسرے فرشتے ان سے وصول کر لیتے ہیں، پھر اسے جنت سے لائے ہوئے کفن اور خوشبو میں رکھ لیتے ہیں۔ اس سے دنیا کی بہترین خوشبو کے لپکے اٹھتے ہیں۔ پھر جب فرشتے اسے لے کر اوپر جاتے ہیں تو فرشتوں کی جس جماعت کے پاس سے بھی گزرتے ہیں، وہ دریافت کرتے ہیں کہ یہ کس کی اتنی اچھی روح ہے؟ فرشتے جواب دیتے ہیں کہ ”یہ صاحب فلاں بن فلاں ہیں“..... یعنی وہ مرنے والے کے اس خوبصورت ترین نام سے اسے یاد کرتے ہیں جس سے وہ دنیا میں پکارا جاتا تھا..... اسی طرح وہ فرشتے اسے لے کر آسمان دنیا تک پہنچ جاتے ہیں۔ پھر وہ اس کی خاطر دروازہ کھلوانا چاہتے ہیں تو دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔ پھر اگلے آسمان تک اس آسمان کے مقرب ترین فرشتے اسے الوداع کہہ کر آتے ہیں۔ یہی معاملہ ساتویں آسمان تک چلتا ہے۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ”میرے بندے کا نامہ اعمال بلند پایہ لوگوں کے دفتر میں لکھ دو اور اس کی روح کو زمین میں اس کے جسم میں واپس کر دو۔“

(پھر قبر میں) اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں، وہ اسے بیٹھنے کا کہتے ہیں، پھر دونوں اس سے اس طرح سوال پوچھتے ہیں: **مَنْ رَبُّكَ؟** (تیرا رب کون ہے؟) وہ جواب دیتا ہے: **رَبِّيَ اللَّهُ** (میرا رب اللہ ہے) وہ سوال کرتے ہیں: **مَا دِينُكَ؟** (تیرا دین کیا ہے؟) وہ جواب دیتا ہے: **دِينِيَ الْإِسْلَامُ** (میرا دین اسلام ہے) وہ سوال کرتے ہیں: جو آدمی تمہاری طرف مبعوث کیا گیا اس کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ وہ جواب دیتا ہے: **هُوَ رَسُولُ اللَّهِ** (وہ اللہ کے رسول ﷺ ہیں) فرشتے سوال کرتے ہیں: تیری معلومات کیا ہیں؟ وہ جواب دیتا ہے میں اللہ کی کتاب پڑھ کر ایمان لایا، اور میں نے اس کی تصدیق کی۔

چنانچہ ایک منادی کرنے والا آسمان سے اعلان کرتا ہے: ”اس بندے نے سچ کہا، اس کا ٹھکانہ جنت میں بناؤ، اسے جنت کا لباس پہناؤ، اور اس کے لیے جنت کی طرف ایک دروازہ کھول دو۔“ چنانچہ جنت کی ہوائیں اور خوشبو اس کے پاس آنے لگتی ہے، اس کی قبر حدنگاہ تک کشادہ کر دی جاتی ہے۔

آپ ﷺ نے مزید فرمایا: ”اور اس کے پاس ایک خوش شکل آدمی آتا ہے، جس کے کپڑے بھی خوبصورت ہوتے ہیں اور خوشبو بھی عمدہ ہوتی ہے۔ وہ آ کر کہتا ہے: تجھے خوش گن خبر کی بشارت دیتا ہوں، اسی دن کا تجھ سے وعدہ کیا گیا تھا۔ چنانچہ وہ بھی جواباً کہتا ہے: اللہ تعالیٰ تمہیں بھی خوش و خرم رکھے، تم کون ہو؟ تمہارا چہرہ تو کوئی اچھی خبر ہی لاسکتا ہے۔ وہ جواب دیتا ہے: میں تمہارا نیک عمل ہوں۔ وہ جنت کی نعمتوں کو دیکھتا ہے تو درخواست کرتا ہے: اے رب قیامت جلد برپا کر دے، اے رب قیامت جلد برپا کر دے، تاکہ میں اپنے اہل و عیال تک پہنچ سکوں۔“

اور جب کافر اس دنیا سے رخصت ہو کر آخرت کو سدھار رہا ہوتا ہے تو آسمان سے اس کے پاس فرشتے آتے ہیں، جن کے چہرے سیاہ ہوتے ہیں اور ان کے پاس جہنمی ٹاٹ ہوتے ہیں۔ حدنگاہ تک اس کے پاس بیٹھ جاتے ہیں۔ آخر میں ملک الموت عليه السلام تشریف لاتے ہیں۔ اس کے سر کے پاس بیٹھ کر کہتے ہیں: اے خبیث روح! اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور غصے کے پاس پہنچو! پھر اس کے جسم میں داخل ہو کر اس طرح اس کی روح نکالتے ہیں جیسے گوشت والی نوک دار سنجھیگی اُون سے نکالی جائے۔ ملک الموت عليه السلام روح نکال لیتے ہیں، آنکھ جھپکنے سے پہلے دوسرے فرشتے ان کے ہاتھ سے لے کر اسے ٹاٹ میں رکھ لیتے ہیں۔ اس ٹاٹ سے ایسی بدبو آتی ہے جیسے زمینی گلے سڑے مردار کی ہو۔ فرشتے اس روح کو لے کر اوپر جاتے ہیں۔ فرشتوں کی جس جماعت کے پاس سے گزرتے ہیں وہ پوچھتے ہیں کہ یہ کس کی خبیث روح

ہے؟ تو فرشتے اس کا بدترین قسم کا دنیاوی نام لے کر بتاتے ہیں کہ یہ فلاں بن فلاں ہے۔ اس طرح وہ فرشتے آسمان دنیا تک پہنچ جاتے ہیں۔ جب اس کی خاطر دروازہ کھولنے کی درخواست کی جاتی ہے تو نہیں کھولا جاتا۔ اس موقع پر رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿لَا تَفْتَحْ لَهُمُ أَبْوَابَ السَّمَاءِ وَلَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّى يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ﴾

”ان کے لیے آسمان کے دروازے ہرگز نہ کھولے جائیں گے، اور ان کا جنت میں جانا اتنا ہی ناممکن ہے جتنا سوئی کے ناکے سے اونٹ کا گزرنا۔“ [سورۃ الاعراف: ۴۰] پھر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

”اس کا نامہ اعمال قید خانے کے دفتر میں لکھ دو، جو کہ سب سے چلی زمین میں ہے۔ چنانچہ بہت بری طرح اس کی روح کو آسمان سے نیچے پھینک دیا جاتا ہے۔“ پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ تلاوت فرمایا:

﴿وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَكَأَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاءِ فَتَخَطَفَهُ الطُّورُ أَوْ تَهْوَىٰ بِهِ الرِّيحُ فِي مَكَانٍ سَحِيحٍ﴾

”اور جو کوئی اللہ کے ساتھ شریک کرے تو گویا وہ آسمان سے گر گیا۔ اب یا تو اسے پرندے اچک لیں گے یا ہوا، اس کو ایسی جگہ لے جا کر پھینک دے گی جہاں اس کے چھوٹے اڑ جائیں گے۔“ [سورۃ الحج: ۳۱]

پھر اس کی روح واپس کر دی جاتی ہے۔ (قبر میں) اس کے پاس دو سخت مزاج فرشتے آتے ہیں، پھر اسے (جھنجھوڑ کر) بٹھادیتے ہیں اور اس سے سوال کرتے ہیں: من ربک؟ (تیرا رب کون ہے؟)

وہ جواب میں انتہائی پریشانی سے کہتا ہے: لَا أَدْرِي (مجھے معلوم نہیں) پھر وہ پوچھتے ہیں: ما دینک؟ (تیرا دین کیا ہے؟) وہ پھر پریشانی کے ساتھ کہتا ہے: لَا أَدْرِي یعنی مجھے خبر نہیں۔ پھر وہ پوچھتے ہیں کہ

جو آدمی تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا گیا تھا اس کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ تو وہ پریشانی کے عالم میں کہتا ہے: مجھے تو خبر نہیں۔ آسمان سے اعلان کرنے والا اعلان کرتا ہے کہ یہ جھوٹا ہے، اس کا

بستر آگ کا بنا دو۔ چنانچہ اس کے پاس جہنم کی گرمی اور لو آتی ہے۔ اس کی قبر اس حد تک تنگ ہو جاتی ہے کہ اس کی پسلیاں باہم دھنس جاتی ہیں۔ اس کے پاس بدنما چہرے کا آدمی ہوتا ہے، جس کے کپڑے

بھی بہت گندے ہوتے ہیں، سڑا ہوا اٹھ رہی ہوتی ہے، وہ آ کر کہتا ہے: ایک تکلیف دہ خبر ہے۔ یہ وہی دن ہے جس کا تجھ سے وعدہ کیا گیا تھا۔ یہ (مردہ) اسے کہتا ہے: اللہ تجھے بھی تکلیف دہ چیز سے دوچار

کرے، تم کون ہو؟ ایسا چہرہ تو کوئی بری خبر ہی لاسکتا ہے۔ وہ جواباً کہتا ہے: میں تیرا خبیث عمل ہوں۔ وہ استدعا کرتا ہے: اے پروردگار، قیامت پانہ ہو!“ [حاکم (۱/۳۷۸، ۳۷۹) ح (۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱)]

حضرت ہاروت الطیۃ اور حضرت ماروت الطیۃ

ہاروت اور ماروت نام کے دو فرشتوں کا ذکر بھی قرآن مجید میں ہوا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاتَّبِعُوا مَا تَلَّوْا الشَّيَاطِينُ عَلَىٰ مُلْكِ سُلَيْمَانَ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ وَلَكِنَّ الشَّيَاطِينَ كَفَرُوا يُعَلِّمُونَ النَّاسَ السَّحْرَ وَمَا أُنزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوتَ وَمَارُوتَ وَمَا يُعَلِّمَانِ مِنْ أَحَدٍ حَتَّى يَقُولَا إِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ فَيَتَعَلَّمُونَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُونَ بِهِ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهِ وَمَا هُمْ بِضَارِّينَ بِهِ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ وَيَتَعَلَّمُونَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ﴾ [البقرة: ۱۰۱، ۱۰۲]

”اور وہ اس چیز کے پیچھے لگ گئے جسے شیاطین سلیمان (علیہ السلام) کی حکومت میں پڑھتے تھے، سلیمان نے تو کفر نہ کیا تھا بلکہ یہ کفر شیطانوں کا تھا، وہ لوگوں کو جادو سکھایا کرتے تھے اور بابل میں ہاروت و ماروت، دو فرشتوں پر جو اتارا گیا تھا وہ دونوں بھی کسی شخص کو اس وقت تک نہیں سکھاتے تھے جب تک یہ نہ کہہ دیتے کہ ہم تو ایک آزمائش میں ہیں، لہذا تو کفر نہ کر! پھر (بھی) لوگ ان سے وہ سیکھتے جس سے خاوند بیوی، میں جدائی ڈال دیں اور دراصل وہ بغیر اللہ تعالیٰ کی مرضی کے کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ یہ لوگ وہ سیکھتے ہیں جو انہیں نقصان پہنچائے اور نفع نہ پہنچا سکے۔“

ہاروت و ماروت فرشتے تھے یا شیطان یا کچھ اور؟ اور یہ جادو سکھانے آئے تھے یا کوئی اور علم؟ اور انہیں انسانی شکل میں بھیجنے کا مقصد کیا تھا؟ اس سلسلے میں قرآن مجید کا بیان اتنا ہی ہے جتنا مذکورہ بالا آیت میں، البتہ اسرائیلی روایات میں اس بارے میں مختلف تفصیلات ملتی ہیں مگر کوئی صحیح حدیث اس بارے میں نہیں ملتی۔ متقدم و متاخر مفسرین نے اپنے اپنے تفسیری منہج کے مطابق اس آیت کی تفسیر لکھی ہے۔ تفسیر بالماثور کا منہج رکھنے والوں نے اس آیت کی جو تفسیر کی ہے، اس کا حاصل ہم مولانا عبدالرحمن کیلانیؒ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں اس کے بعد کچھ مزید باتوں پر غور کریں گے ان شاء اللہ!

مولانا راقطراز ہیں کہ

”اس آیت میں یہود کے ایک اور مکروہ کردار کو واضح کیا گیا ہے۔ یہود پر جب اخلاقی اور مادی انحطاط کا دور آیا تو انہوں نے تورات اور اس کے احکام کو پس پشت ڈال دیا اور جاوٹوں نے، طلسمات، عملیات اور تعویذ گندوں کے پیچھے پڑ گئے اور ایسی تدبیریں ڈھونڈنے لگے جن سے مشقت اور جدوجہد کے بغیر محض پھولوں اور منتروں سے سارے کام بن جایا کریں۔ چنانچہ وہ جادو وغیرہ سیکھنے سکھلانے میں مشغول ہو

گئے یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے عہد حکومت کی بات ہے۔ انہیں جب یہود کے اس رجحان کا علم ہوا تو انہوں نے ایسے ساحروں سے ان کی سب کتابیں چھین کر داخل دفتر کر دیں۔

اب سلیمان علیہ السلام کو جو معجزات عطا ہوئے تھے وہ حکمتِ الہی کے مطابق ایسے عطا ہوئے جو جادوگروں کی دسترس سے باہر تھے مثلاً اللہ تعالیٰ نے تمام سرکش جنوں کو آپ کے لیے مسخر کر دیا تھا اور سلیمان علیہ السلام ان جنوں سے سخت مشکل کام لیتے تھے۔ ہوائیں آپ کے لیے مسخر تھیں جو آن کی آن میں آپ کا تخت مہینوں کی مسافت پر پہنچا دیتی تھیں۔ پرندے بھی آپ علیہ السلام کے مسخر تھے اور آپ ان سے بھی کام لیتے تھے۔ آپ پرندوں کی بولی سمجھتے تھے اور پرندے بھی آپ کی بات سمجھ جاتے تھے وغیرہ وغیرہ۔

جب سلیمان علیہ السلام فوت ہوئے تو ان شیطان یہودیوں نے کہا کہ حضرت سلیمان تو یہ سب کچھ جادو کے زور پر کرتے تھے اور اس کی دلیل یہ پیش کی کہ سلیمان علیہ السلام کے دفتر میں جادو کی بے شمار کتابیں موجود ہیں۔ گویا جو کام سلیمان علیہ السلام نے اس فتنہ کے سدباب کے لئے کیا تھا ان یہودیوں نے اسی فتنہ کو ان کی سلطنت کی بنیاد قرار دے کر ان پر ایک مکروہ الزام عائد کر دیا۔ اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے اسی الزام کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ کفر کا کام سلیمان علیہ السلام نے نہیں کیا تھا بلکہ ان شیطان لوگوں نے کیا تھا جو جادو سیکھتے سکھاتے تھے۔ ضمناً اس آیت سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جادو سیکھنا اور سکھانا کفر ہے۔

حضرت سلیمان کے جادو کو روکنے کے لیے اس اقدام کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہود کی ایک دوسرے طریقہ سے آزمائش فرمائی اور وہ یہ تھی کہ بابل شہر میں (جہاں آج کل کوفہ ہے) دو فرشتوں ہاروت و ماروت کو پیروں، فقیروں کے بھیس میں نازل فرمایا اور اس آزمائش سے مقصد یہ تھا کہ آیا ابھی تک یہود کے اذہان سے جادو اور ٹوکے ٹونے کی عقیدت اور محبت زائل ہوئی ہے یا نہیں۔ جب یہودیوں کو ان پیروں اور فقیروں کی بابل میں آمد کا علم ہوا تو فوراً ان کی طرف رجوع کرنے لگے۔ ان فرشتوں کو یہ حکم دیا گیا کہ اگر تمہارے پاس کوئی شخص یہ ٹونے ٹوکے سیکھنے آئے تو پہلے اس کو اچھی طرح خبردار کر دینا کہ یہ ایک کفر کا کام ہے اور ہم محض امتحان کے لیے آئے ہیں۔ لہذا تم کفر کا ارتکاب مت کرو۔ پھر بھی اگر کوئی سیکھنے پر اصرار کرے تو اسے سکھلا دینا۔ چنانچہ جو لوگ بھی ان کے پاس جادو سیکھنے آتے، فرشتے اسے پوری طرح متنبہ کر دیتے لیکن وہ اس کفر کے کام سے باز نہ آتے اور سیکھنے پر اصرار کرتے اور ایسے ٹونے ٹوکے سیکھنے والوں کے ان فرشتوں کے ہاں ٹٹھ کے ٹٹھ لگے رہتے تھے“ [تیسیر القرآن (ج ۱ ص ۷۳، ۷۴)]

مذکورہ قصہ کے حوالے سے چند اہم نکات اور بعض شبہات کا ازالہ:

(۱)..... جمہور مفسرین نے مذکورہ بالا آیت میں مَلَکَیْنِ سے مراد فرشتے لیا ہے جن کا نام اس آیت ہی میں ہاروت و ماروت مذکور ہے۔ قرآن مجید کے ظاہری الفاظ اور مَلَکَیْنِ کی قرأت متواترہ بھی چونکہ اسی کی تائید کرتی ہے، اس لیے ہمیں بھی اس سے اتفاق ہے۔

(۲)..... ہاروت و ماروت کو کون سا علم دے کر بھیجا گیا تھا کہ جس کا سیکھنا کفر تھا؟ جمہور مفسرین کے بقول وہ جادو کا علم تھا بعض کے بقول وہ جادو کا علم نہیں تھا جیسا کہ مولانا امین احسن اصلاحی صاحب رقم طراز ہیں کہ

”اس سے مراد اشیاء اور کلمات کے روحانی خواص و تاثیرات کا وہ علم ہے جس کا رواج یہود کے صوفیوں اور پیروں میں ہوا جس کو انہوں نے گنڈوں، تعویذوں اور مختلف قسم کے عملیات کی شکل میں مختلف اغراض کے لیے استعمال کیا مثلاً بعض امراض یا تکالیف کے ازالہ کے لیے یا نظر بد اور جادو وغیرہ کے اثرات دور کرنے کے لیے یا شعبدہ بازوں وغیرہ کے فتنوں کا مقابلہ کرنے کے لیے یا محبت اور نفرت کے اثرات ڈالنے کے لیے۔ یہ علم اس اعتبار سے جادو اور نجوم وغیرہ کے علم سے بالکل مختلف تھا کہ اس میں نہ تو شرک کی کوئی ملاوٹ تھی اور نہ اس میں شیطان اور جنات کا کوئی دخل تھا لیکن اپنے اثرات و نتائج کے پیدا کرنے میں یہ جادو ہی کی طرح زور اثر تھا۔“^(۱)

مولانا موصوف کو فرشتوں پر جادو کا علم اتارے جانے کو تسلیم کرنے پر کیوں تردد ہے؟ اس کا اظہار خود موصوف نے اس طرح فرمایا ہے:

”فرشتوں کے متعلق یہ بات مسلم ہے کہ شرک و کفر کی ہر آلائش سے ان کے دامن پاک ہیں۔ ان کے مزاج اللہ تعالیٰ نے ایسے بنائے ہیں کہ اس طرح کی گندگی کی ان کو کبھی چھوت بھی نہیں لگتی۔ فرشتے ہمیشہ اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق و عدل کے قیام اور خیر و فلاح کی دعوت و تعلیم کا ذریعہ بنے ہیں اور یہی چیزیں ان کے شایان شان ہیں۔ اس وجہ سے جادو کے علم کا ان پر اتنا اور ان کا اس کی اشاعت کرنا (اگرچہ کتنی ہی احتیاط کے ساتھ کیوں نہ ہو) عقل سے بعید بات ہے۔ اگر فرشتے اس طرح کے کام کرنے لگ جائیں تو پھر شیاطین کے لیے کیا کام باقی رہ جائے گا۔“^(۲)

[ایضاً (ص ۲۸۴)]

(۲)

(۱) [تدبر قرآن از امین احسن اصلاحی (ج ۱ ص ۲۸۵)]

لیکن ہمیں مولانا موصوف کی اس رائے سے اختلاف ہے اس لیے کہ

(۱)..... آیت کے سیاق و سباق میں سحر (جادو) کا بیان ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان فرشتوں کو بھی جادو کا علم ہی دے کر بھیجا گیا۔

(۲)..... دوسری بات یہ ہے کہ فرشتوں کا کام علم الہی کی تعمیل ہے۔ انہیں اس بات سے سروکار نہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ غیر اللہ کو سجدہ ہے! بلکہ وہ تو یہ دیکھتے ہیں کہ یہ اللہ کا حکم ہے جس کی نافرمانی گناہ ہے۔ اسی طرح اگر ہاروت و ماروت کو جادو کا علم دے کر بھیجا گیا تو یہ ان کے خالق و مالک کی مرضی کے مطابق تھا جسے بعید از عقل قرار نہیں دیا جاسکتا۔

(۳)..... تیسری بات یہ کہ اگر یہ جادو کا علم نہیں تھا تو ہاروت و ماروت اپنے پاس جادو کا علم سیکھنے کے لیے آنے والوں کو فَلَا تَكْفُرْ (کفر نہ کرو) نہ کہتے۔ کیونکہ جادو بہر صورت کفریہ کام ہے مگر دیگر وظائف و اُوراد کی ہر صورت تو کفریہ نہیں ہے جیسا کہ خود مولانا نے بھی اس سے اتفاق کیا ہے۔

اگرچہ مولانا اصلاحی صاحب نے ان الفاظ: فَلَا تَكْفُرْ (کفر نہ کرو) کی بھی بے جا تاویل کر دی ہے چنانچہ وہ: ﴿وَمَا يُعَلِّمَانِ مِنْ أَحَدٍ حَتَّى يَقُولَا إِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ﴾ کی وضاحت کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ

”مدعا یہ ہے کہ اپنے اس علم کا اگر کسی پر انکشاف کرتے تو ساتھ ہی اس کو یہ تنبیہ بھی ضرور کر دیتے کہ دیکھو ہمارا یہ علم ایک فتنہ ہے تو تم اس کو برے مقاصد میں استعمال کر کے کفر میں نہ پڑ جانا بلکہ اس کو صرف اچھے مقاصد میں استعمال کرنا۔“

حالانکہ ﴿نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ﴾ کا معنی تو یہ ہے کہ ”ہم آزمائش (کے لیے) ہیں لہذا تم کفر نہ کرو۔“ اور اس سے مراد یہ ہے کہ ہمیں تو جادو کا علم دے کر اس لیے بھیجا گیا کہ تمہارا امتحان لیں اور تم اسے سیکھنے کے لیے آ کر کفر کا ارتکاب نہ کرو۔ گویا فرشتوں کا آنا برائے آزمائش ہے نہ کہ ان کا علم۔ اسی طرح جو علم وہ لائے ہیں اس کا سیکھنا ہی کفر ہے خواہ وہ اچھے مقصد کے لیے سیکھا جائے یا برے کے لیے کیونکہ اس سے مراد جادو ہی ہے کچھ اور نہیں۔ اور جادو سیکھنا سکھانا اور اسے کام میں لانا کفر ہے۔ پھر آیت کا سیاق و سباق اس کی اجازت نہیں دیتا کہ اس سے یہ مفہوم اخذ کیا جائے کہ..... ”بلکہ اس کو صرف اچھے مقاصد ہی

میں استعمال کرنا“..... آخر یہ اضافہ آیت کے کن الفاظ سے ماخوذ ہے؟
یہاں جو یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ جادو جو بذات خود کفریہ کام ہے وہ آخر فرشتوں کے ذریعے لوگوں کو کیوں سکھایا جانے لگا تھا؟ اس کا جواب مولانا مودودی نے بہت اچھا دیا ہے، آپ لکھتے ہیں:
”رہ فرشتوں کا ایک ایسی چیز سکھانا جو بجائے خود بری تھی تو اس کی مثال ایسی ہے جیسے پولیس کے بے وردی سپاہی رشوت خوار حاکم کو نشان زدہ سکے اور نوٹ لے جا کر رشوت کے طور پر دیتے ہیں تاکہ اسے عین حالت ارتکاب جرم میں پکڑیں اور اس کے لیے بے گناہی کے عذر کی گنجائش باقی نہ رہنے دیں۔“^(۱)

ہاروت و ماروت کے بارے میں ایک ضعیف روایت

ہاروت و ماروت کے بارے میں جو ضعیف اسرائیلی روایات منقول ہیں، ان میں سے ایک جامع روایت یہ بھی ہے:

”جب حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے زمین پر اتارا اور ان کی اولاد پھیلی اور زمین میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہونے لگی تو فرشتوں نے کہا کہ دیکھو یہ کس قدر برے لوگ ہیں، کیسے نافرمان اور سرکش ہیں، ہم اگر ان کی جگہ ہوتے تو ہرگز ہرگز اللہ کی نافرمانی نہ کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اچھا تم اپنے میں سے دو فرشتوں کو پسند کر لو میں ان میں انسانی خواہشات پیدا کرتا ہوں اور انہیں انسانوں میں بھیجتا ہوں۔ پھر دیکھتا ہوں کہ وہ کیا کرتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے ہاروت و ماروت کو پیش کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان میں انسانی طبیعت پیدا کی اور ان سے کہہ دیا کہ دیکھو بنی آدم کو تو میں انبیاء کے ذریعہ اپنے احکام پہنچاتا ہوں لیکن تم سے بلا واسطہ خود کہہ رہا ہوں کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا، زنا نہ کرنا، شراب نہ پینا۔ اب یہ دونوں زمین پر اترے اور زہرہ (ستارے) کو ان کی آزمائش کے لیے حسین و جمیل عورت کی صورت میں ان کے پاس بھیجا گیا جسے دیکھ کر یہ فتنے میں پڑ گئے اور اس سے بدکاری کرنا چاہی۔ اس نے کہا اگر تم شرک کرو تو مجھے منظور ہے۔ انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! ہم تو کبھی شرک نہیں کریں گے۔ وہ عورت چلی گئی پھر وہ ایک بچے کو لے آئی اور کہنے لگی اچھا پھر اسے ہی قتل کر دو۔ انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! ہم اس

(۱) [تفہیم القرآن (ج ۱ ص ۹۸)]

بچے کو کبھی قتل نہیں کریں گے۔ وہ چلے گئی اور پھر شراب کا پیالہ لے کر آئی (اور کہنے لگی: اچھا پھر یہ شراب ہی پی لو) چنانچہ فرشتوں نے اسے (معمولی گناہ) سمجھ کر پی لیا۔ جب انہیں نشہ آیا تو انہوں نے بدکاری بھی کی اور بچے کو قتل بھی کیا اور جب انہیں ہوش آئی تو اس عورت نے کہا کہ جن کاموں کا تم پہلے انکار کرتے تھے حالتِ نفعہ میں تم ان کا ارتکاب کر چکے ہو! (یہ فرشتے اس پر نادم ہوئے) تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اختیار دیا کہ چاہو تو آخرت کا عذاب پسند کر لو چاہو تو دنیا کا۔ انہوں نے دنیا کا عذاب اختیار کیا۔“^(۱)

حضرت مالک علیہ السلام

اللہ تعالیٰ نے جس فرشتے کو جہنم کا داروغہ مقرر فرمایا ہے اس کا نام مالک ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے کہ اہل جہنم عذاب سے تنگ آ کر جہنم کے داروغے سے کہیں گے کہ ”اے مالک علیہ السلام! اپنے پروردگار سے کہو کہ ہمیں موت دے دے“۔ مگر مالک علیہ السلام فرمائیں گے کہ ”تم دائمی طور پر اسی عذاب میں رہو گے“۔

سورۃ الزخرف میں یہ بات اس طرح بیان کی گئی ہے:

﴿إِنَّ السُّجْرِمِينَ فِي عَذَابٍ مُّهِينٍ خَلِقُونَ لَا يَخْتَفِرُ عَنْهُمْ وَهُمْ فِيهِ مُبْلِسُونَ وَمَا ظَلَمْنَاهُمْ وَلَكِنْ كَانُوا هُمُ الظَّالِمِينَ وَنَادُوا يَمْلِكُ لِيَقْضِيَ عَلَيْنَا رَبُّكَ قَالَ إِنَّكُمْ مَثَكُونُونَ﴾ [الزخرف: ۷۴ تا ۷۷]

”بے شک گنہگار لوگ عذابِ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے، یہ عذاب کبھی بھی ان سے ہلکانہ کیا جائے گا اور وہ اس میں مایوس پڑے رہیں گے اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ یہ خود ہی ظالم تھے (یہ دوزخی) پکار پکار کر کہیں گے: ”اے مالک! تیرا رب ہمارا کام ہی تمام کر دے“۔ وہ (مالک فرشتہ) کہے گا کہ تمہیں تو (ہمیشہ) یہیں رہنا ہے۔“

(۱) [تفسیر ابن کثیر (۲۰۷/۱) حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ ”اس کی سند میں موسیٰ بن جمیر نامی ایک راوی ہے جو مستور الحال (ضعیف) ہے۔“ اسی طرح اس قصہ ہاروت و ماروت میں وارد مختلف آثار و روایات نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ”حاصل کلام یہ ہے کہ یہ تفصیلات اسرائیلی روایات پر مشتمل ہیں جبکہ اس سلسلہ میں کوئی صحیح اور مرفوع حدیث نبی اکرم سے مستند متصل ثابت نہیں۔ اور قرآن مجید کے ظاہری سیاق میں یہ قصہ بغیر تفصیل کے اجمالی طور پر بیان ہوا ہے لہذا اس سلسلہ میں جو کچھ قرآن میں ہے ہم اسی طرح تسلیم کرتے ہیں جس طرح اللہ کی مراد ہے اور حقیقت حال اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔“ (ایضاً ج ۱ ص ۲۱۲)]

جہنم کے دیگر فرشتے

قرآن مجید کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مالک فرشتے کے علاوہ بھی کچھ فرشتے جہنم پر متعین ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

﴿وَمَا أَدْرَاكَ مَا سَقَرٌ لَا تُبْقِي وَلَا تَذَرُ لَوْ اِحْتِ لَلْبَشَرِ عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ وَمَا جَعَلْنَا أَصْحَابَ النَّارِ إِلَّا مَلَائِكَةً﴾ [سورة المدثر: ۲۷ تا ۳۱]

”تمہیں کیا خبر کہ دوزخ کیا چیز ہے؟ وہ باقی رکھتی ہے نہ چھوڑتی ہے۔ کھال کو جھلسا دیتی ہے اور اس میں انیس (۱۹) فرشتے مقرر ہیں، ہم نے دوزخ کے داروغے صرف فرشتے رکھے ہیں اور ہم نے ان کی تعداد صرف کافروں کی آزمائش کے لیے مقرر کی ہے۔“

ان آیات کی تفسیر میں حافظ صلاح الدین یوسف تفسیر ابن کثیر کا حاصل ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

”یہ مشرکین قریش کا رد ہے۔ جب جہنم کے داروغوں کا اللہ نے ذکر فرمایا تو ابو جہل نے جماعت قریش کو خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ”کیا تم میں سے ہر دس آدمیوں کا گروپ ایک ایک فرشتے کے لئے کافی نہیں ہوگا“۔ بعض کہتے ہیں کہ کَلِّدَہ نامی شخص نے جسے اپنی طاقت پر گھمنڈ تھا کہا: ”تم سب صرف دو فرشتے سنبھال لینا، سترہ فرشتوں کو تو میں اکیلا ہی کافی ہوں“۔ کہتے ہیں کہ اسی نے رسول ﷺ کو کشتی کا بھی کئی مرتبہ چیلنج دیا اور ہر مرتبہ شکست کھائی مگر ایمان نہ لایا۔ کہتے ہیں کہ اس کے علاوہ رکانہ بن عبد یزید کے ساتھ بھی آپ نے کشتی لڑی تھی لیکن وہ شکست کھا کر مسلمان ہو گئے تھے۔ (ابن کثیر) مطلب یہ ہے کہ یہ تعداد بھی ان کے استہزاء اور آزمائش کا سبب بن گئی۔“ (۱)

آج یہی بات بعض نام نہاد مسلمان جہالت و سرکشی کی بنا پر اس طرح کہتے دکھائی دیتے ہیں کہ ”جنت میں تو ملا حضرات ہوں گے جبکہ جہنم میں تمام اداکار، فنکار ہوں گے، ناچ گانے کی محفلیں اور رقص و سرود کا سماں ہوگا۔ اس لیے جہنم میں چلے گئے تو پھر بھی موج ہی موج ہے!“ نعوذ باللہ من ذلك!

(۱) [تفسیر احسن البیان (ص ۱۳۵۹)]

جنت کے فرشتے

اللہ تعالیٰ اہل جنت کی خدمت کے لیے فرشتوں کو مقرر کریں گے جو انہیں آتے جاتے سلام کہیں گے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿أُولَئِكَ لَهُمْ عَقَبَى الدَّارِ جَنَّتٍ عَدْنٍ يَدْخُلُونَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ آبَائِهِمْ وَأَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيَّتِهِمْ وَالْمَلَائِكَةُ يَدْخُلُونَ عَلَيْهِمْ مِنْ كُلِّ بَابٍ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ﴾ [سورة الرعد: ۲۳، ۲۴]

”ان ہی (ایمان والوں) کے لیے عاقبت کا گھر (جنت) ہے ہمیشہ رہنے کے باغات ہیں جہاں یہ خود جائیں گے اور ان کے باپ داداؤں اور بیویوں اور اولادوں میں سے وہ بھی جو نیک و کار ہوں گے۔ ان کے پاس فرشتے ہر دروازے سے آئیں گے (اور) کہیں گے تم پر سلامتی ہو، صبر کے بدلے، کیا ہی اچھا (بدلہ) ہے اس دارِ آخرت کا۔“

ایک اور آیت میں جنت کے فرشتوں کو چوکیدار کہا گیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَسِيقَ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا حَتَّى إِذَا جَاءُوهَا وَفُتِحَتْ أَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلَامٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوهَا خَالِدِينَ﴾ [سورة الزمر: ۷۳]

”اور جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے تھے ان کے گروہ کے گروہ جنت کی طرف روانہ کئے جائیں گے یہاں تک کہ جب وہ اس (جنت) کے پاس جائیں گے اور دروازے کھول دیئے جائیں گے اور وہاں کے نگہبان (چوکیدار) ان سے کہیں گے تم پر سلام ہو، تم پاکیزہ ہو، تم اس (جنت) میں ہمیشہ کے لیے داخل ہو جاؤ۔“

لوگوں کے اعمال لکھنے والے فرشتے (کِرَامَاتِيبِينَ)

اللہ تعالیٰ نے ہر انسان پر دو فرشتے مقرر کر رکھے ہیں جو اس کے ہر چھوٹے بڑے عمل کو لکھ لیتے ہیں، انہیں کِرَامَاتِيبِينَ (یعنی معزز لکھنے والے) کہا گیا ہے۔ ان کی ذمہ داری کی تفصیل اگلے باب میں ”فرشتوں اور عام انسانوں کے تعلقات“ کے ضمن میں آئے گی۔ ان شاء اللہ!

قبر کے فرشتے (مُنْكَر اور نَكِير)

کچھ فرشتے مرنے کے بعد انسان کی قبر میں آ کر اس سے سوال کرتے ہیں جنہیں مُنْكَر اور نَكِير کہا جاتا ہے۔ ان کے بارے تفصیلات بھی آئندہ باب میں آئیں گی۔ ان شاء اللہ!

عذاب کے فرشتے (الزَّبَانِيَّة)

کچھ فرشتوں کو منکر میں خدا پر عذاب نازل کرنے پر مامور کیا گیا ہے، انہیں الزَّبَانِيَّة (پیادوں کا لشکر، پولیس، داروغے) کہا گیا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿أَرَأَيْتَ يَتُوبُ عَبْدًا إِذَا صَلَّى أَرَأَيْتَ إِنْ كَانَ عَلَى الْهُدَىٰ أَوْ أَمَرَ بِالتَّقْوَىٰ أَرَأَيْتَ إِنْ كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ أَلَمْ يَعْلَم بِأَنَّ اللَّهَ يَرَىٰ كُلَّ لَئِن لَّمْ يَنْتَه لَسَفَعْنَا بِالنَّاصِيَةِ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ فَلْيَدْعُ نَادِيَهُ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَّةَ كُلًّا لَّانُطَعُهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ﴾ [سورة العلق: ۱۹ تا ۲۹]

”کیا (بھلا) اسے آپ نے دیکھا ہے جو بندے کو روکتا ہے جبکہ وہ بندہ نماز ادا کرتا ہے۔ بھلا تا تو اگر وہ ہدایت پر ہو اور منہ پھیرتا ہو تو کیا اس نے نہیں جانا کہ اللہ تعالیٰ اسے خوب دیکھ رہا ہے۔ یقیناً اگر یہ باز نہ رہا تو ہم اس کی پیشانی کے بال پکڑ کر گھسیٹیں گے، ایسی پیشانی جو جھوٹی خطا کا رہے۔ یہ اپنی مجلس والوں کو بلا لے (اور) ہم بھی پیادوں (الزبانیه ر فرشتوں) کو بلا لیں گے۔ خبردار! اس کا کہنا ہرگز نہ ماننا اور سجدہ کرو اور قریب ہو جاؤ۔“

صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ ابو جہل نے کہا:

”اگر میں نے محمد (ﷺ) کو کعبہ میں نماز پڑھتے ہو دیکھا تو اس کی گردن روند ڈالوں گا۔ یہ بات نبی اکرم ﷺ کو پہنچی تو آپ نے فرمایا: اگر وہ ایسا کرنے کی کوشش کرتا تو اسے فرشتے اُچک لیتے۔“^(۱)

ترمذی کی روایت میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ (کعبہ میں) نماز پڑھ رہے تھے کہ ابو جہل آ کر کہنے لگا:

”کیا میں نے تمہیں (یہاں) نماز پڑھنے سے منع نہیں کیا تھا؟ (یہ بات اس نے تین مرتبہ دہرائی) نبی کریم ﷺ نے اسے سختی سے جواب دیا تو ابو جہل ملعون کہنے لگا: تمہیں معلوم نہیں کہ اس وادی (مکہ)

(۱) [صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب قوله تعالیٰ: كَلَّا لَنْ لَّمْ يَنْتَه لَسَفَعْنَا بِالنَّاصِيَةِ (ح-۴۹۰۸)]

میں میری ایک آواز پر جتنے لوگ جمع ہو جاتے ہیں اتنے کسی اور کی آواز پر جمع نہیں ہوتے! تو اس پر یہ آیت اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی کہ ”یہ بھی اپنے حامیوں کو بلا لے اور ہم بھی اپنے فرشتوں (لشکروں) کو بلا لیتے ہیں۔“

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ”اللہ کی قسم! اگر ابو جہل اپنے حامیوں کو بلاتا تو اسے اللہ تعالیٰ کے فرشتے (زبانیہ) پکڑ لیتے۔“^(۱)

عرش کو اٹھانے والے فرشتے

قرآن مجید میں ہے:

﴿وَأَنشَقَّتِ السَّمَاءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ يُومِتُّذٌ وَاهِيَةٌ وَالْمَلَكُ عَلَى أَرْجَائِهَا وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمَنِيَّةٌ﴾ [سورة الحاقة: ۱۶، ۱۷]

”اور آسمان پھٹ جائے گا اور اس دن بالکل بودا ہو جائے گا اور اس کے کنارے پر فرشتے ہوں گے اور تیرے رب کا عرش اس دن آٹھ (فرشتے) اپنے اوپر اٹھائے ہوئے ہوں گے۔“
درج ذیل آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ عرش کے ارد گرد اور بھی فرشتے ہوں گے:

﴿وَتَرَى الْمَلَائِكَةَ حَافِئِينَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ﴾ [سورة الزمر: ۷۵]

”اور تو فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کے عرش کے ارد گرد حلقہ باندھے ہوئے اپنے رب کی حمد و تسبیح کرتے ہوئے دیکھے گا۔“

رحمت کے فرشتے

رحمت کے فرشتوں میں حضرت میکائیل سرفہرست ہیں ان کے بارے میں تفصیلات پیچھے گزر چکی ہیں۔ تاہم ان کے ساتھ اور بھی فرشتے ہیں جو بارش برسانے، نباتات اگانے اور امن و رحمت پیدا کرنے پر مقرر

(۱) [ترمذی: کتاب تفسیر القرآن: باب ومن سورة اقرء باسم ربك (ح ۳۳۴۹) امام ترمذی نے اس روایت کو حسن صحیح

قرار دیا ہے۔ السنن الکبریٰ للسننالی (ح ۱۱۶۸۴، ح ۱۱۶۸۵) طبری (ح ۳۷۶۸۶، ح ۳۷۶۸۷)

ح ۳۷۶۸۹) مسند احمد (ج ۱ ص ۳۰۶) انہی میں سے ایک روایت میں ہے کہ

”اگر یہ (ابو جہل) ایسا کرتا تو فرشتے سب کے سامنے اسے اٹھالے جاتے!“

ہیں جیسا کہ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

”حضرت میکائیل علیہ السلام کو بارش برسانے، نباتات اگانے اور اس زمین میں رزق پیدا کرنے کے لیے مامور کیا گیا ہے اور ان کے ساتھ کچھ مددگار فرشتے بھی ہیں۔ حضرت میکائیل علیہ السلام کو اپنے رب کی طرف سے جو حکم ملتا ہے وہ اسے ان فرشتوں سے پورا کرواتے ہیں۔ یہ (رحمت کے) فرشتے ہواؤں اور بادلوں کو چلاتے ہیں جس طرف اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں۔ انہی فرشتوں میں سے ایک وہ بھی ہے جسے بادلوں پر مقرر کیا گیا ہے جیسا کہ سنن ترمذی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((الرعد ملك من الملائكة موكل بالسحاب معه مخاريق من نار يسوق بها السحاب حيث شاء الله))

”فرشتوں میں سے رعد ایک ایسا فرشتہ ہے جسے بادلوں پر مقرر کیا گیا ہے۔ اس کے پاس آگ کے کوڑے ہیں جن کے ساتھ وہ بادلوں کو وہاں چلاتا ہے جہاں اللہ کا حکم دیتا ہے۔“^(۱)

* * *

(۱) [البدایة والنہایة (ج ۱ ص ۵۰) بحوالہ عالم الملائكة الابرار، از دکتور عمر اشقر (ص ۸۸) ترمذی کی اس روایت کی سند پر کلام ہے، البتہ اسے شیخ البانی نے صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھئے: صحیح ترمذی (ج ۳ ص ۶۴ ح ۲۴۹۲)]

فرشتوں کے عام انسانوں کے ساتھ تعلقات کی نوعیت

گزشتہ صفحات میں ہم یہ بات واضح کر چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو اس کائنات کے بہت سے امور کی انجام دہی کے لیے مقرر کر رکھا ہے اور انسان بھی چونکہ اس کائنات کا ایک اہم حصہ ہے اس لیے ان سے متعلقہ بہت سے امور (مثلاً روح ڈالنا، روح نکالنا، اعمال لکھنا وغیرہ) بھی فرشتوں کے سپرد ہیں۔ بعض امور کی تفصیل تو ”فرشتوں کا مقصد تخلیق“ کے ضمن میں گزر چکی ہے جبکہ بعض کی تفصیل ہم آئندہ سطور میں بیان کر رہے ہیں۔

انسان کی تخلیق اور فرشتے:

انسان کی تخلیق کے حوالے سے فرشتوں کا کردار، تعلق یا ذمہ داری کیا ہے؟ اس کی تفصیل ہمیں درج ذیل احادیث سے ملتی ہے:

۱۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((وَكَمَّلَ اللَّهُ بِالرَّحِمِ مَلَكًا فَيَقُولُ أَيُّ رَبِّ نُطْفَةٍ؟ أَيُّ رَبِّ عَلَقَةٍ؟ أَيُّ رَبِّ مُضْغَةٍ؟ فَإِذَا أَرَادَ اللَّهُ أَنْ يَخْلُقَهَا قَالَ: أَيُّ رَبِّ ذَكَرْتُ أَمْ أَنْثَى؟ أَسْقِيَتْ أَمْ سَعِيْدَتْ؟ فَمَا الرُّزُقُ؟ فَمَا الْإِجْلُ؟ فَيُكْتَبُ كَذَلِكَ فِي بَطْنِ أُمِّهِ))

”اللہ تعالیٰ نے رحم مادر پر ایک فرشتہ مقرر کر رکھا ہے جو کہتا جاتا ہے کہ اے رب! یہ نطفہ فرار پا گیا ہے۔ اے رب! یہ جما ہوا خون (علقہ) بن گیا ہے۔ اے رب! یہ گوشت کا لوتھڑا (مضغہ) بن گیا ہے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ اس کی پیدائش پوری کر دیں تو وہ پوچھتا ہے کہ اے رب! یہ لڑکا ہے یا لڑکی؟ نیک ہے یا برا؟ اس کی روزی کتنی ہوگی؟ اس کی موت کب ہوگی؟ اس طرح یہ سب باتیں ماں کے پیٹ ہی میں لکھ دی جاتی ہیں۔“^(۱) (پھر دنیا میں اسی کے مطابق ظاہر ہوتا ہے)

(۱) [صحیح بخاری: کتاب القدر: باب (۱) رقم الحدیث (۶۵۹۵) صحیح مسلم: کتاب القدر: باب کیفیة

خلق الآدمی فی بطن امه.... (ح-۲۶۴۶)

۲۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسولؐ سے سنا، آپ ﷺ فرماتے تھے:

((اذا مر بالنطفة اثنتان واربعون ليلة بعث الله اليها ملكا فصورها وخلق سمعها وبصرها وجلدها ولحمها وعظامها ثم قال: يارب اذ كرام انثى؟ فيقضى ربك ماشاء ويكتب الملك ثم يقول: يارب اجله؟ فيقول ربك ماشاء ويكتب الملك، ثم يقول يارب ارزقه؟ فيقضى ربك ماشاء ويكتب الملك ثم يخرج الملك بالصحيفة في يده فلا يزيد على امر ولا ينقص))

”جب نطفہ کو (رحمِ مادر میں قرار پکڑے) بتالیس دن گزر جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ایک فرشتے کو بھیجتے ہیں جو اس کی صورت گری کرتا ہے اور اس کے کان، آنکھیں، جلد، گوشت اور ہڈیاں بناتا ہے۔ پھر کہتا ہے: اے رب! یہ لڑکا ہے یا لڑکی؟ اللہ تعالیٰ جو چاہتے ہیں فیصلہ فرماتے ہیں اور وہ فرشتہ لکھ لیتا ہے۔ پھر کہتا ہے: اے رب! اس کی عمر کتنی ہوگی؟ اللہ تعالیٰ کو جتنی منظور ہوتی ہے، اسے بتاتے ہیں اور وہ فرشتہ لکھ لیتا ہے۔ پھر پوچھتا ہے: اے میرے رب! اس کا رزق کتنا ہوگا؟ اللہ تعالیٰ جو چاہتے ہیں فیصلہ فرماتے ہیں جسے وہ فرشتہ لکھ لیتا ہے۔ پھر فرشتہ اس صحیفے کو اپنے ہاتھ میں لے کر چلے جاتا ہے اور اس میں کسی چیز کی کمی بیشی نہیں کرتا۔“ (۱)

انسان کی موت اور فرشتے:

جس طرح انسان میں روح ڈالنے پر بعض فرشتے مامور ہیں اسی طرح روح نکالنے پر بھی فرشتے مامور ہیں جن کے سردار کا نام ’ملک الموت‘ ہے۔ (اور بعض روایات کے مطابق عزرائیل بھی اسے ہی کہا جاتا)۔ اس کی تفصیل ’فرشتوں کا مقصد پیدائش‘ کے ضمن میں گزر چکی ہے۔

فرشتے لوگوں کے اعمال لکھتے ہیں:

بعض فرشتے لوگوں کے اعمال لکھنے پر متعین ہیں۔ کوئی شخص خواہ اچھا عمل کرے یا برا، چھوٹا عمل کرے یا بڑا، فرشتے فوراً اسے لکھ لیتے ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

﴿وَأَنَّ عَلَيْكُمْ لَحَافِظِينَ كِرَامًا كَاتِبِينَ يَعْلَمُونَ مَا تَفْعَلُونَ﴾ [سورة الانفطار: ۱۰ تا ۱۲]

(۱) [صحیح مسلم: کتاب القدر ایضاً (ح ۲۶۴۵)]

”یقیناً تم پر نگہبان، عزت والے، لکھنے والے مقرر ہیں، جو کچھ تم کرتے ہو وہ (اسے) جانتے ہیں۔“ اس آیت میں انسان کے اعمال لکھنے والے فرشتوں کو کراما کاتبین کہا گیا ہے۔ یہ ان کا نام نہیں، بلکہ اعمال لکھنے کی وجہ سے ان کو کاتبین کہا گیا اور یہ وہ فرشتے ہیں جو دو دو کی تعداد میں ہر انسان کے ساتھ مقرر ہیں۔ انسان تنہائی میں ہو یا مجمع میں، خلوت میں ہو یا جلوت میں، گھر میں ہو یا بازار میں، جہاں بھی انسان کوئی عمل کرتا ہے، اسے یہ فرشتے فوراً لکھ لیتے ہیں چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ وَنَعَلْمُ مَأْتُو سُوسٍ بِهِ نَفْسُهُ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ إِذْ يَتَلَفَّى الْمُتَلَفِّينَ عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشَّمَالِ قَعِيدًا مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ﴾

”ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے اور اس کے دل میں جو خیالات اٹھتے ہیں، ان سے ہم واقف ہیں اور ہم اس کی رگ جان (شرگ) سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ جس وقت دو لکھنے والے (اسے) لکھتے جاتے ہیں، ایک دائیں طرف اور ایک بائیں طرف بیٹھا ہوا ہے۔ (انسان) منہ سے کوئی لفظ نہیں نکالتا مگر اس کے پاس ایک تیار نگران موجود ہوتا ہے۔“ [سورۃ ق: ۱۸ تا ۲۶]

بعض لوگوں نے مذکورہ آیت کے الفاظ رَقِيبٌ اور عَتِيدٌ سے یہ سمجھا ہے کہ شاید یہ ان دو فرشتوں (کراما کاتبین) کے نام ہیں حالانکہ یہ ان کے نام نہیں بلکہ اس سے ان کی ذمہ داری کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ کراما کاتبین میں سے ہر ایک فرشتہ ہر دم منتظر اور تیار رہتا ہے۔ رَقِيبٌ کا معنی ہے محافظ نگران اور انسان کے قول و عمل کا منتظر اور عَتِيدٌ کا معنی ہے حاضر اور تیار۔

چونکہ یہ فرشتے انسان کے ہر چھوٹے اور بڑے عمل کو لکھ لیتے ہیں، اس لیے روز قیامت مجرم لوگ اپنے اعمال نامہ کو دیکھ کر حیرانی سے کہیں گے:

﴿يَوْمَئِذٍ نَسُوا مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ﴾ [سورۃ الكهف: ۴۹]

”ہائے ہماری بدبختی!! اس کتاب نے نہ تو کوئی چھوٹی بات چھوڑی ہے اور نہ بڑی، سب کچھ ہی ریکارڈ کر لیا ہے۔ اور جو کام یہ (لوگ) کرتے رہے سب اس میں موجود پائیں گے اور آپ کا رب کسی پر ظلم نہیں کرے گا۔“

صاحب الیمین اور صاحب الشمال (فرشتے):

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ دائیں جانب کا فرشتہ نیکیاں اور بائیں جانب کا فرشتہ برائیاں لکھتا ہے مثلاً ایک روایت میں ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

”جب گنہگار مسلمان کوئی غلطی کرتا ہے تو بائیں جانب والا فرشتہ چھ ساعتیں (اس سے مراد لمحے بھی ہو سکتے ہیں اور مواقع بھی) زکا رہتا ہے، اگر تو اس دوران وہ بندہ نادم ہو اور استغفار کر لے تو وہ فرشتہ اس کی غلطی نظر انداز کر دیتا ہے اور اگر وہ ایسا نہ کرے تو پھر فرشتہ ایک برائی کا ایک گناہ لکھ لیتا ہے۔“ (۱)

اسی طرح ایک اور روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”نیکیاں لکھنے والا فرشتہ انسان کی دائیں جانب اور گناہ لکھنے والا بائیں جانب ہوتا ہے اور نیکیوں والا فرشتہ برائیوں والے پرائمین وگمران ہوتا ہے۔ جب بندہ کوئی نیکی کرتا ہے تو دائیں جانب والا (ایک کی بجائے) دس نیکیوں کا ثواب لکھ لیتا ہے اور جب وہ کوئی برا کام کرتا ہے تو دائیں جانب والا فرشتہ بائیں جانب والے فرشتے سے کہتا ہے کہ اسے ابھی سات موقعے اور دے دو شاید یہ تائب ہو جائے۔“ (۲)

کیا فرشتے ارادہ و نیت بھی لکھتے ہیں؟

عالم عرب کے ایک جید عالم عمر سلیمان اشقر (عَالَمُ الْمَلَائِكَةِ الْأَبْرَارِ نامی کتاب کے مصنف) اس سلسلہ میں عقائد کی معروف کتاب عقیدہ طحاویہ کے شارح کا کلام نقل کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ

”عقیدہ طحاویہ کے شارح نے مندرجہ آیت يعلمون ما تفعلون سے استدلال کرتے ہوئے کہا کہ فرشتے افعال قلوب بھی لکھتے ہیں۔ اس آیت کا عموم، ظاہری اور باطنی دونوں طرح کے امور کو شامل ہے۔“

”اسی طرح وہ صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: ”اللہ تعالیٰ (فرشتوں سے) فرماتے ہیں کہ جب میرا بندہ کسی برائی کا ارادہ کرے تو اس

(۱) [صحیح الجامع الصغیر للالبانی] (۲۱۲/۲)

(۲) [تفسیر قرطبی (۱۲/۱۷) تفسیر بغوی (۲۰۱/۴) مجمع الزوائد (۲۰۸/۱۰) امام بیہقی فرماتے ہیں کہ اس روایت کی سند میں جعفر بن زبیر راوی جھوٹا ہے۔ البتہ یہی روایت امام طبرانی نے اور اسناد سے بھی نقل کی ہے جن میں سے ایک سند کے راوی ثقہ ہیں۔]۔

کا گناہ اس کے لیے نہ لکھو، البتہ اگر (ارادے کے بعد) وہ اس برائی کو گزرے تو پھر ایک برائی (کا ایک گناہ) لکھ لو۔ اور جب میرا بندہ کسی نیکی کا ارادہ کرے اور اس پر عمل نہ کر پائے تو اس کے لیے ایک نیکی کا ثواب لکھ لو اور اگر وہ (ارادے کے بعد) نیکی کر لے تو پھر دس نیکیوں کا ثواب لکھ لو۔“ [صحیح مسلم ح ۱۳۸]

نیز نبی اکرم ﷺ سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ”فرشتے کہتے ہیں: اے ہمارے پروردگار! تیرا فلاں بندہ گناہ کا ارادہ رکھتا ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ اسے دیکھ رہا ہوتا ہے، تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اس کا دھیان رکھو اگر وہ برائی کر لے تو اسی کے مثل (ایک برائی) اس کے لیے لکھ لو اور اگر وہ برائی نہ کرے تو پھر بھی اس کے لیے نیکی لکھ لو کیونکہ اس نے میری خاطر اس برائی کو چھوڑا ہے۔“ [صحیح بخاری ح ۵۰۱ ص ۱۲۹] ^(۱)

ان روایات سے معلوم ہوا کہ فرشتے انسان کے اچھے یا برے ارادے کو بھی لکھ لیتے ہیں۔

فرشتے انسانوں کے دلوں میں خیر ڈالتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے ساتھ ایک فرشتہ اور ایک شیطان مقرر کر رکھا ہے۔ شیطان انسان کے دل میں وسوسے اور برے خیالات جب کہ فرشتہ اچھے خیالات پیدا کرتا رہتا ہے۔ انسان کی حمایت اور مخالفت میں فرشتے اور شیطان کی یہ کشمکش مسلسل جاری رہتی ہے۔ اس سلسلہ میں چند احادیث ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا وَقَدْ وُكِّلَ اللَّهُ بِهِ قَرِينَةٌ مِنَ الْجِنَّ وَقَرِينَةٌ مِنَ الْمَلَائِكَةِ قَالُوا وَإِيَّاكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: وَإِيَّايَ، إِلَّا أَنْ اللَّهَ عَازَنَنِي عَلَيْهِ فَاسْتَلَمَ فَلَا يَأْمُرُنِي إِلَّا بِخَيْرٍ))

”تم میں سے ہر شخص کے ساتھ ایک جن (شیطان) اور ایک فرشتہ ساتھی (ہمزاد) بنا کر مقرر کر دیا گیا ہے۔ لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ کے ساتھ بھی؟ آپ نے فرمایا: ہاں میرے ساتھ بھی مگر اللہ تعالیٰ نے اس شیطان کے خلاف میری مدد فرمائی ہے اور میرا شیطان مسلمان ہو گیا ہے، اس لیے وہ مجھے خیر ہی کا حکم دیتا ہے۔“ ^(۲)

(۱) [عالم الملائكة الابرار (ص: ۵۲) تیز دیکھیے: شرح العقيدة الطحاوية (ص: ۴۳۸)]

(۲) [صحيح مسلم: كتاب صفات المنافقين: باب تحريش الشيطان.... (ح: ۲۸۱۴)]

۲۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((ان للشيطان لمة بابن آدم وللملك لمة فاما لمة الشيطان فايعاد بالشر وتكذيب بالحق واما لمة الملك فايعاد بالخير وتصديق بالحق فمن وجد ذلك فليعلم انه من الله فليحمد الله ومن وجد الاخرى فليتعوذ بالله من الشيطان الرجيم ثم قرأ: الشَّيْطَانُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَأْمُرُكُم بِالْفَحْشَاءِ.....(الاية))

”ابن آدم پر شیطان بھی اثر انداز ہوتا ہے اور فرشتہ بھی۔ شیطان اس طرح اثر انداز ہوتا ہے کہ وہ انسان کے دل میں برائی اور حق کی تکذیب ڈالتا ہے اور فرشتہ اس طرح اثر انداز ہوتا ہے کہ وہ انسان کے دل میں اچھائی اور حق کی تصدیق ڈالتا ہے۔ لہذا جس کے ساتھ یہ (فرشتے والا معاملہ) ہو وہ اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے اور جس کے ساتھ دوسرا (یعنی شیطان والا) معاملہ ہو تو وہ اللہ تعالیٰ سے شیطان مردود کی پناہ مانگے۔ پھر آپ نے یہ آیت آخر تک تلاوت فرمائی: ”شیطان تمہیں فقیری سے دھمکاتا ہے اور بے حیائی کا حکم دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ تم سے اپنی بخشش اور فضل کا وعدہ کرتا ہے۔“^(۱)

۳۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

”جب انسان اپنے بستر پر آتا ہے تو ایک فرشتہ اور ایک شیطان اس کی طرف لپکتا ہے۔ فرشتہ کہتا ہے کہ میں خیر کی مہر لگاؤں گا (مراد یہ ہے کہ اس کا آخری کام خیر و بھلائی والا ہوگا) جب کہ شیطان کہتا ہے کہ میں برائی کی مہر لگاؤں گا (یعنی اس سے آخری کام شر اور گناہ والا کرواؤں گا) جب وہ بندہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہوئے سوتا ہے تو فرشتہ اس شیطان کو بھگا دیتا ہے اور رات بھر اس کی حفاظت کرتا ہے پھر جب وہ بیدار ہوتا ہے تو ایک فرشتہ اور ایک شیطان اس کے پاس جلدی سے آتے ہیں۔ فرشتہ کہتا ہے کہ میں خیر کے ساتھ ابتدا کروں گا، شیطان کہتا ہے کہ میں شر کے ساتھ ابتدا کروں گا۔ اگر بندہ یہ کہے کہ ”تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے میرے نفس کو موت کے بعد حیات بخشی اور نیند میں موت کا فیصلہ نہیں کیا، تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جو ان لوگوں کی روح روک لیتا ہے جن کی موت کا اس نے فیصلہ کر دیا ہوتا ہے اور باقیوں کو ایک مقرر وقت تک کے لیے چھوڑ دیتا ہے۔ تمام تعریفیں اس اللہ

(۱) [جامع ترمذی: کتاب تفسیر القرآن: باب ومن سورة البقرة (ح ۲۹۸۸) امام ترمذی نے اس روایت کو حسن صحیح

قرار دیا ہے۔ علاوہ ازیں فرشتوں اور شیطان کی انسان کے راستے میں خیر و شر کی بخشش دیگر روایات سے بھی ثابت ہے۔]

کے لیے ہیں جو آسمانوں اور زمین کو تھامے ہوئے ہے کہ کہیں یہ ٹل نہ جائیں اور اگر یہ ٹل جائیں تو پھر اللہ کے سوا اور کوئی انہیں تھام نہیں سکتا۔ تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے آسمان کو زمین پر گرنے سے اپنی حد مرضی تک روک رکھا ہے۔“ تو فرشتہ شیطان کو بھگا دیتا ہے اور اس آدمی کو اپنی حفاظت میں لے لیتا ہے۔“^(۱)

فرشتے انسانوں کو گھیرے ہوئے ہیں:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿سَوَاءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ أَسْرَأَ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهِ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍ بِاللَّيْلِ وَسَارِبٌ بِالنَّهَارِ لَهٗ مُعَقَّبَاتٌ مِّنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ يَحْفَظُونَهُ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ﴾ [سورة الرعد: ۱۰، ۱۱]

”تم میں سے کسی کا اپنی بات کو چھپا کر کہنا یا بلند آواز سے کہنا اور جو رات کو چھپا ہوا ہو اور جو دن میں چل رہا ہو، سب کچھ اللہ پر برابر و یکساں ہے۔ اس کے پہرے دار (فرشتے) انسان کے آگے پیچھے مقرر ہیں جو اللہ کے حکم سے اس کی نگہبانی کرتے ہیں۔“

فرشتے انسان کی آزمائش کے لیے بھی آتے ہیں:

کبھی کبھار اللہ تعالیٰ فرشتوں کو انسانوں کی آزمائش اور امتحان کے لیے بھی بھیج دیا کرتے ہیں جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

”بنی اسرائیل میں تین شخص تھے، ایک کوڑھی، دوسرا اندھا اور تیسرا گنجا۔ اللہ نے ان کے پاس (انسانی شکل میں) ایک فرشتہ بھیجا۔ فرشتہ پہلے کوڑھی کے پاس آیا اور اس سے پوچھا کہ تمہیں سب سے زیادہ کیا چیز پسند ہے؟ اس نے جواب دیا کہ اچھا رنگ اور اچھی جلد (چمڑی) کیونکہ مجھ سے لوگ نفرت کرتے ہیں۔ فرشتے نے اس پر اپنا ہاتھ پھیرا تو اس کی بیماری دور ہو گئی۔ (اور اس کا مطالبہ بھی پورا ہو گیا) پھر فرشتے نے پوچھا: کس طرح کا مال تم زیادہ پسند کرو گے؟ اس نے کہا کہ اونٹ، یا اس نے کہا: گائے (راوی حدیث کو یہاں شبہ ہوا ہے) چنانچہ اسے حاملہ اونٹنی (یا حاملہ گائے) دے دی گئی اور کہا گیا

(۱) [ابن حبان (۲۳۶۲) حاکم (۵۴۸۱) حاکم اور ذہبی نے اسے صحیح کہا اور امام بیہقی نے مجمع الزوائد (ج ۱۰ ص ۱۲۰) میں کہا ہے کہ ”اسے ابو یعلیٰ نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی صحیح کے راوی (یعنی ثقہ) ہیں سوائے ابراہیم شامی کے، تاہم وہ بھی قابل اعتماد (ثقہ) ہے۔“ بحوالہ عالم الملائکة الابرار (ص ۴۹)]

کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اس میں برکت دے گا۔

پھر فرشتہ گنجے کے پاس آیا اور اس سے پوچھا کہ تمہیں کیا چیز پسند ہے؟ اس نے کہا کہ عمدہ بال۔ اوزیہ کہ میرا موجودہ عیب ختم ہو جائے کیونکہ لوگ اس کی وجہ سے مجھ سے نفرت کرتے ہیں۔ فرشتے نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور اس کا عیب جاتا رہا اور اس کی بجائے اس کے سر پر عمدہ بال آ گئے۔ فرشتے نے پوچھا: کس طرح کا مال پسند کر دے گا؟ اس نے کہا کہ گائے۔ (یا اس نے کہا کہ اونٹ۔ راوی کو شک ہے) پھر فرشتے نے اسے حاملہ گائے (یا حاملہ اونٹنی) دے دی اور کہا کہ اللہ تمہیں اس میں برکت دے گا۔

پھر وہ فرشتہ اندھے کے پاس آیا اور کہا کہ تمہیں کیا چیز پسند ہے؟ اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ مجھے آنکھوں کی روشنی دے دے تاکہ میں لوگوں کو دیکھ سکوں۔ فرشتے نے ہاتھ پھیرا اور اللہ نے اس کی بینائی اسے واپس دے دی۔ پھر فرشتے نے پوچھا کہ کس طرح کا مال تم پسند کرو گے؟ اس نے کہا کہ بکریاں۔ فرشتے نے اسے حاملہ بکری دے دی۔

پھر تینوں جانوروں کے بچے پیدا ہوئے یہاں تک کہ کوڑھی کے اونٹوں سے اس کی وادی بھر گئی، گنجے کے گائے نیل سے اس کی وادی بھر گئی اور اندھے کی بکریوں سے اس کی وادی بھر گئی۔

پھر دوبارہ فرشتہ اپنی اسی پہلی شکل میں کوڑھی کے پاس آیا اور کہا کہ میں ایک نہایت مسکین و فقیر آدمی ہوں، سفر کا تمام سامان و اسباب ختم ہو چکا ہے اور اللہ کے سوا اور کسی سے حاجت پوری ہونے کی امید نہیں۔ میں تم سے اسی ذات کا جس نے تمہیں اچھا رنگ اور اچھا چہرہ اور مال عطا کیا ہے، کا واسطہ دے کر ایک اونٹ کا سوال کرتا ہوں جس سے میں اپنے سفر کو پورا کر سکوں؟ لیکن اس نے (انسانی شکل میں آنے والے اس) فرشتے سے کہا کہ میرے ذمہ تو اور بہت سے حقوق ہیں۔ (یعنی جھوٹ بولتے ہوئے کہا کہ میرے حالات تو بڑے تنگ ہیں، لہذا میں تمہیں کچھ نہیں دے سکتا! اس جواب پر اس کی اوقات یاد دلاتے ہوئے) فرشتے نے کہا: غالباً میں تمہیں پہچانتا ہوں، کیا تمہیں کوڑھ کی بیماری نہ تھی جس کی وجہ سے لوگ تم سے گھن کھاتے تھے، تم ایک فقیر اور قلاش آدمی تھے۔ پھر تمہیں اللہ نے یہ چیزیں عطا کیں؟

اس نے کہا کہ یہ ساری دولت تو میرے باپ دادا سے چلی آ رہی ہے۔ فرشتے نے کہا کہ اگر تم جھوٹے

ہو تو اللہ تمہیں اپنی پہلی حالت پر لوٹا دے.....!

پھر فرشتہ گنجے کے پاس اپنی اسی پہلی صورت میں آیا اور اس سے بھی وہی درخواست کی اور اس نے بھی وہی کوڑھی والا جواب دیا۔ فرشتے نے کہا کہ اگر تم جھوٹے ہو تو اللہ تمہیں اپنی پہلی حالت پر لوٹا دے۔ اس کے بعد فرشتہ اپنی اسی پہلی صورت میں اندھے کے پاس آیا، اور کہا کہ میں ایک مسکین آدمی ہوں، سفر کے تمام سامان ختم ہو چکے ہیں اور سوائے اللہ کے کسی سے حاجت پوری ہونے کی توقع نہیں۔ میں تم سے اس ذات کا واسطہ دے کر ایک بکری کا سوال کرتا ہوں، جس نے تمہیں یہ ساری چیزیں عطا کی ہیں۔

اندھے نے جواب دیا کہ ہاں میں واقعی اندھا تھا اور اللہ نے مجھے اپنے فضل سے بینائی عطا فرمائی اور واقعی میں فقیر محتاج تھا اور اللہ نے مجھے مالدار بنایا۔ تم جتنی بکریاں چاہو لے سکتے ہو۔ اللہ کی قسم! جب تم نے اللہ کا واسطہ دیا ہے تو اب جتنا بھی تمہارا جی چاہے، لے جاؤ! میں تمہیں ہرگز نہیں روک سکتا۔ فرشتے نے کہا کہ تم اپنا مال اپنے پاس رکھو، یہ تو صرف امتحان تھا اور اللہ تعالیٰ تم سے راضی اور خوش ہو گیا ہے اور تمہارے دونوں ساتھیوں سے ناراض ہے۔^(۱)

فرشتے قبر میں آ کر سوال کرتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے بعض فرشتوں کو یہ ذمہ داری سونپ رکھی ہے کہ وہ ہر میت سے آ کر بنیادی سوال کریں اور اگر میت مسلمان شخص کی ہو تو اس کے لیے رحمت کے اور اگر کافر کی میت ہو تو اس کے لیے عذاب کے دروازے کھول دیں۔ ان فرشتوں کو منکر نکیر کہا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں یہ قبر میں آ کر کیا سوال کرتے ہیں اور ان کا جواب کون دے پاتا ہے اور کون نہیں؟ اس کی تفصیل درج ذیل احادیث سے معلوم ہوتی ہے:

☆..... ((اذا قبر الميت، او قال: احدكم، اتاه ملكان اسودان ازرقان يقال لاحدهما المنكر والاخر النكير.....))^(۲)

”جب میت دفنائی جاتی ہے (یا آپ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی ایک کی میت دفنائی جاتی ہے) تو اس کے پاس دو سیاہ رنگ کے، نیلی آنکھوں والے دو فرشتے آتے ہیں، ان میں سے ایک کو منکر اور

(۱) [صحیح بخاری: کتاب احادیث الانبیاء: باب حدیث ابرص..... (ح-۳۴۶۴) صحیح مسلمہ (ح-۲۹۶۴)]

(۲) [جامع ترمذی: کتاب الجنائز: باب ما جاء فی عذاب القبر (ح-۱۰۷۱)]

دوسرے کو نکیر کہا جاتا ہے۔ وہ پوچھتے ہیں: تم اس آدمی (یعنی رسول اللہ ﷺ) کے بارے میں کیا کہتے تھے؟ وہ جواب میں وہی کہے گا جو دنیا میں کہتا تھا یعنی: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ (میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور یہ کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں)

فرشتے کہتے ہیں کہ ہمیں یقین تھا کہ تم یہی جواب دو گے۔ پھر اس کی قبر ستر ہاتھ لمبی چوڑی کردی جاتی ہے اور اسے منور بھی کر دیا جاتا ہے پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ تم سو جاؤ۔ وہ کہتا ہے کہ میں واپس جا کر اپنے گھر والوں کو اطلاع کر دوں؟ فرشتے کہتے ہیں کہ (نہیں بلکہ تم) نئی نویلی دہن کی طرح سو جاؤ جسے وہی اٹھا سکتا ہے جو اس کا سب سے زیادہ محبوب ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ روز قیامت اللہ تعالیٰ اسے اسی مقام (قبر) سے اٹھائیں گے۔

اگر قبر والا منافق ہو تو (فرشتوں کے سوالوں کے جواب میں) وہ کہتا ہے: ”جیسا میں نے لوگوں کو کہتے ہوئے سنا، میں نے بھی ویسا ہی کہہ دیا (اس کے علاوہ اصل) حقیقت کا مجھے کچھ علم نہیں“۔ وہ فرشتے اس سے کہتے ہیں کہ ”ہمیں معلوم تھا کہ تو یہی جواب دے گا“۔ چنانچہ پھر زمین کو حکم دیا جاتا کہ اسے دبا کر بھینچ دے، تو زمین اسے اس قدر بھینچتی ہے کہ اس کی پسلیاں آپس میں دھنس جاتی ہیں۔ پھر اسے قبر میں مستقل عذاب ہوتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ اسے اللہ تعالیٰ اس جگہ (قبر) سے اپنے پاس (حساب و کتاب کے لیے) اٹھالیں گے۔“

☆..... ایک روایت میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

”جب انسان کو قبر میں دفنانے کے بعد اس کے اہل و عیال واپس پلٹتے ہیں تو وہ ان کے جوتوں کی آواز سن رہا ہوتا ہے۔ پھر اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اسے بٹھا دیتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں کہ اس شخص (یعنی اللہ کے رسول) محمد ﷺ کے بارے میں تم کیا کہتے تھے؟ وہ اگر مومن ہوگا تو کہے گا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں..... اور اگر وہ کافر یا منافق ہوگا تو پھر اس سے جب یہ سوال کیا جائے گا کہ تم اس شخص کے بارے میں کیا کہتے تھے؟ تو وہ کہے گا کہ میں تو جانتا نہیں (بس) میں تو ویسے ہی کہتا رہتا تھا جیسے لوگ کہتے تھے۔ فرشتے کہیں گے کہ نہ تو نے جاننے کی کوشش کی اور نہ سمجھنے والوں کی رائے پر چلا۔ پھر لوہے کے ہتھوڑوں سے اس کی پٹائی کی جائے گی اور وہ

چینیں مارے گا جو انسانوں اور جنات کے علاوہ گرد و نواح کی ساری مخلوق سنتی ہے۔^(۱)

انسانوں کے لیے فرشتے 'رسول'!

انسانوں اور فرشتوں کے جس طرح مادہ تخلیق میں فرق ہے اسی طرح ان کے طبائع و خصائل میں بھی فرق ہے مثلاً فرشتوں کو نہ کھانے پینے کی حاجت ہے، نہ پیشاپ یا خانے کی، نہ شادی بیاہ کی، نہ آل اولاد کی۔ اسی طرح فرشتے نہ سوتے ہیں اور نہ تھکتے اور بیمار ہوتے ہیں مگر انسان ان تمام چیزوں سے دوچار ہوتا ہے۔ اس لیے اگر کسی فرشتے کو رسول بنا کر انسانوں کے لیے بھیج دیا جاتا تو وہ انسانی زندگی کے تمام پہلو عملی شکل میں واضح نہیں کر سکتا تھا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے لیے انسانوں ہی سے انبیاء و رسل کا انتخاب فرمایا مگر یہ بات کافروں کے لیے ہمیشہ باعث حیرت رہی۔ وہ کہا کرتے تھے کہ رسول انسانوں میں سے نہیں بلکہ فرشتوں میں سے ہونا چاہیے۔ ان کے اس شبہ و اعتراض اور اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے یوں دیا ہے:

﴿وَمَسْمَعِ النَّاسِ أَنْ يُؤْمِنُوا إِذْ جَاءَهُمْ الْهُدَىٰ إِلَّا أَنْ قَالُوا أَبَعَثَ اللَّهُ بَشَرًا رَسُولًا قُلْ لَوْ كَانَ

فِي الْأَرْضِ مَلَائِكَةٌ يُمْسُونَ مُطْمَئِنِّينَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِم مِّنَ السَّمَاءِ مَلَكًا رَسُولًا﴾

”لوگوں کے پاس ہدایت آجانے کے بعد انہیں ایمان لانے سے صرف یہ بات روکتی رہی ہے جو وہ کہتے ہیں کہ ”کیا اللہ تعالیٰ نے انسان کو رسول بنا کر بھیج دیا ہے!“ آپ کہہ دیجیے کہ اگر زمین میں فرشتے چلتے پھرتے اور رہتے بستے ہوتے تو ہم بھی ان کے پاس آسمان سے کسی فرشتے کو رسول بنا کر بھیجتے۔“ [سورۃ بنی اسرائیل: ۹۳، ۹۵]

لیکن زمین پر چونکہ انسان آباد ہیں اس لیے فرشتوں کی بجائے انسانوں ہی سے بعض لوگوں کو نبوت و رسالت سے سرفراز کیا گیا تاہم دوسرے انسانوں کی نسبت یہ انبیاء و رسل اس لحاظ سے مختلف ہوتے کہ اللہ تعالیٰ ان کی خصوصی حفاظت فرماتے اور انہیں گناہوں سے بچا کر رکھتے ہیں۔ اس بارے میں مزید تفصیل کے لیے ہماری کتاب: انسان اور رہبر انسانیت کا مطالعہ مفید رہے گا۔ ان شاء اللہ!

(۱) [صحیح بخاری: کتاب الجنائز: باب ماجاء فی عذاب القبر (ح-۱۳۷۴) صحیح مسلم: کتاب الحنة: باب

عرض مقعدا الميت من الحنة (ح-۲۸۷۰)]

فرشتوں کے انبیاء کے ساتھ تعلقات کی نوعیت

فرشتے اور حضرت آدم عليه السلام:

انسانوں کی تخلیق سے پہلے فرشتے موجود تھے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو پیدا کرنا چاہا تو فرشتوں کے سامنے اس کا اظہار کیا۔ فرشتوں نے اللہ تعالیٰ سے اس کی ضرورت کا سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں جواب دیا کہ میرے اس کام میں بہت سی حکمتیں ہیں جو تم نہیں جانتے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم عليه السلام کو پیدا کر کے انہیں علم سکھایا اور فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ آدم کو سجدہ کریں۔ ادھر فرشتے حکم الہی کی تعمیل کرتے ہوئے فوراً سجدہ ریز ہو گئے۔ فرشتوں کا اللہ تعالیٰ سے یہ مکالمہ اور آدم عليه السلام کو سجدہ کرنے کا یہ واقعہ قرآن مجید کے مختلف مقامات پر مختلف انداز میں بیان ہوا ہے ان میں سے پہلے پارے میں مذکور تفصیلات دیگر مقامات قرآنی سے زیادہ جامع ہیں اس لیے ہم اسی مقام کی آیات مع ترجمہ پیش کر رہے ہیں:

﴿وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً قَالُوا أَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ قَالَ إِنِّي أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلَائِكَةِ فَقَالَ أَنْبِئُونِي بِأَسْمَاءِ هَؤُلَاءِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ قَالُوا سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ قَالَ يَا آدَمُ أَنْبِئْهُمْ بِأَسْمَائِهِمْ فَلَمَّا أَنْبَأَهُمْ بِأَسْمَائِهِمْ قَالَ أَلَمْ أَقُلْ لَكُمْ إِنِّي أَعْلَمُ غَيْبَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَأَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُونَ وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ أَبَىٰ وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِينَ وَقُلْنَا يَا آدَمُ اسْكُنْ أَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هَذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظَّالِمِينَ فَأَزَلَّهُمَا الشَّيْطَانُ عَنْهَا فَأَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيهِ وَقُلْنَا اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ فَتَلَقَىٰ آدَمُ مِنْ رَبِّهِ كَلِمَاتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ قُلْنَا اهْبِطُوا مِنْهَا جَمِيعًا فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ مِنِّي هُدًى

فَمَنْ تَبَعَ هُدَايَ فَلَا يَحْوِمْ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿سورة البقرة : ۳۰ تا ۳۹﴾

”اور جب آپ کے رب نے فرشتوں سے کہا: میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں، وہ کہنے لگے: کیا تو زمین میں ایسے خلیفہ بنائے گا جو زمین میں فساد مچائے اور خون بہائے جبکہ ہم تیری حمد و ثنا کے ساتھ تسبیح و تقدیس کرتے ہیں۔ اللہ نے جواب دیا: جو کچھ میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے، اور اللہ نے آدم کو تمام اشیاء کے نام سکھلا دیئے پھر ان اشیاء کو فرشتوں پر پیش کر کے ان سے کہا کہ اگر تم اپنی بات میں سچے ہو تو مجھے ان کے نام بتلاؤ؛ فرشتے کہنے لگے: تو نقص سے پاک ہے ہم اتنا ہی جانتے ہیں جتنا تو نے ہمیں سکھلایا ہے، بے شک تو جاننے والا اور حکمت والا ہے۔ اللہ نے فرمایا: اے آدم! ان کو ان کے نام بتلاؤ، جب آدم نے ان کو ان چیزوں کے نام بتلا دیئے تو اللہ نے کہا: کیا میں نے تمہیں نہ کہا تھا کہ میں آسمانوں اور زمین کے غیب جانتا ہوں اور ان کو بھی جو تم ظاہر کرتے ہو اور مخفی رکھتے ہو۔ اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا، سوائے ابلیس کے۔ اس نے انکار اور تکبر کیا اور کافروں میں شامل ہو گیا۔ پھر ہم نے کہا: اے آدم! تم اور تمہاری بیوی دونوں جنت میں رہو اور جہاں سے چاہو جی بھر کے کھاؤ، البتہ اس درخت کے پاس نہ پھٹکلنا ورنہ تم دونوں ظالموں میں شمار ہو گے۔ آخر کار شیطان نے ان دونوں کو ڈمگایا اور جس میں وہ تھے، انہیں وہاں سے نکلوا دیا اور تب ہم نے کہا: تم سب یہاں سے نکل جاؤ، تم ایک دوسرے کے دشمن ہو اور تمہیں ایک وقت تک زمین میں رہنا اور گزر بسر کرنا ہوگا۔ پھر آدم نے اپنے رب سے چند کلمات سیکھ کر توبہ کی تو اللہ نے توبہ قبول کر لی۔ بلاشبہ وہ قبول کرنے والا اور رحیم ہے۔ ہم نے کہا: تم سب یہاں سے نکل جاؤ پھر جب میری طرف سے تمہارے پاس ہدایت آئے اور جو کوئی میری ہدایت کی اتباع کرے تو ایسے لوگوں کو کچھ خوف نہ ہوگا اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے۔ اور جو ہماری آیات کا انکار کریں گے اور انہیں جھٹلائیں گے، وہی اہل جہنم ہیں اور وہ اس جہنم میں ہمیشہ رہیں گے۔“

فرشتے اور دیگر انبیاء و رسل:

انسانوں میں سے جنہیں اللہ تعالیٰ وحی کے ذریعے اپنے احکام پہنچانے اور انہیں لوگوں میں پھیلانے کے

لیے منتخب فرمائیں انہیں انبیاء و رسل کہا جاتا ہے۔ ان انبیاء اور رسولوں کے پاس اللہ تعالیٰ کے فرشتے حسب ضرورت حاضر ہوا کرتے تھے۔ اگرچہ انبیاء و رسل کے علاوہ دیگر لوگوں کے پاس بھی فرشتوں کا آنا ثابت ہے (جس کی تفصیل آگے آئے گی) مگر جو تعلق انبیاء کے ساتھ فرشتوں کا تھا، وہ اور کسی انسان کو حاصل نہیں۔ انبیاء و رسل کے پاس فرشتوں کی آمد کن مقاصد کے لیے ہوا کرتی تھی آئندہ سطور میں ان کی تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

وحی الہی کے ساتھ فرشتوں کی آمد:

انبیاء و رسل کے پاس فرشتے اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی لے کر حاضر ہوا کرتے تھے یہ کام زیادہ تر حضرت جبریل علیہ السلام کے ذمہ تھا، تاہم روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے علاوہ دیگر فرشتے بھی بعض اوقات یہ ذمہ داری ادا کیا کرتے تھے۔ اس کی تفصیل 'فرشتوں کی ذمہ داریاں' کے ضمن میں گزر چکی ہے لہذا اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

خوشخبری سنانے کے لیے فرشتوں کی آمد:

جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ میں مذکور ہے کہ فرشتے آپ کو بیٹے کی خوشخبری سنانے کے لئے آپ کے ہاں تشریف لائے تھے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قَالُوا لَا تَوْجَلْ إنا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ عَلِيمٍ﴾ [سورة الحجر: ۵۳]

”انہوں نے کہا ڈرو نہیں، ہم تمہیں ایک صاحب فہم فرزند کی بشارت دیتے ہیں۔“

اسی طرح حضرت زکریا علیہ السلام نے جب بڑھاپے میں اللہ تعالیٰ سے اولاد کے لیے دعا مانگی کہ:

﴿قَالَ رَبِّ إِنِّي وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّي وَاشْتَعَلَ الرَّأْسُ شَيْبًا وَلَمْ أَكُنْ بِدَعَائِكَ رَبِّ شَقِيًّا وَإِنِّي

خِيفْتُ الْمَوَالِيَ مِنْ وَرَائِي وَكَانَتِ امْرَأَتِي عَاقِرًا فَهَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا يَرْبِنِي وَبِرِّثٍ مِنْ

إِلِيَّ يَعْقُوبَ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا﴾ [سورة مريم: ۶، ۴]

”اے میرے پروردگار! میری ہڈیاں کمزور ہو گئی ہیں اور سر بڑھاپے کی وجہ سے (سفیدی سے) بھڑک اٹھا ہے لیکن میں کبھی بھی تجھ سے دعا کر کے محروم نہیں رہا، مجھے اپنے مرنے کے بعد اپنے قرابت والوں کا ڈر ہے، میری بیوی بھی بانجھ ہے پس تو مجھے اپنے پاس سے وارث عطا فرما، جو میرا بھی وارث ہو اور

یعقوب کے خاندان کا بھی جانشین ہو اور میرے رب! تو اسے مقبول بندہ بنا دے۔“
 آپ کی اس دعا پر اللہ تعالیٰ کے حکم سے فرشتوں نے آ کر دعا کے قبول ہونے کی بشارت دی، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَنَادَتْهُ الْمَلَائِكَةُ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي فِي الْمِحْرَابِ أَنَّ اللَّهَ يُبَشِّرُكَ بِكَلِمَةٍ مِّنَ
 اللَّهُ وَسَيِّدًا وَحَصُورًا وَنَبِيًّا مِّنَ الصَّالِحِينَ﴾ [سورة آل عمران: ۳۸، ۳۹]

”پس فرشتوں نے اسے آواز دی جب کہ وہ حجرے میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے، کہ اللہ تعالیٰ آپ کو
 یحییٰ (نامی بیٹے) کی یقینی خوشخبری دیتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے کلمہ کی تصدیق کرنے والا، سردار، ضابطہ نفس
 اور نبی ہوگا نیک لوگوں میں سے۔“

عذاب سے مطلع کرنے کے لیے فرشتوں کی آمد:

مثلاً حضرت لوط علیہ السلام کے پاس جو فرشتے خوب روڑکوں کی شکل میں آئے تھے، وہ آپ کو اس بات سے مطلع
 کرنے کے لیے آئے کہ اب آپ کی کافر قوم پر عذاب آنے ہی والا ہے۔ اس واقعہ کی تفصیل قرآن مجید
 میں اس انداز میں بیان ہوئی ہے:

﴿وَلَمَّا جَاءَتْ رُسُلُنَا لُوطًا سِئَ بِهِمْ وَضَاقَ ذَرْعًا وَقَالَ هَذَا يَوْمٌ عَصِيبٌ وَجَاءَهُ قَوْمُهُ
 يُهْرَعُونَ إِلَيْهِ وَمِنْ قَبْلُ كَانُوا يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ قَالَ يَقَوْمِ هَلْ لَبَّيْتُمْ هَلْ أَتَيْتُمُنِي هَلْ أَطَهَرْتُمْ لَكُمْ فَانقَبُوا
 إِلَيْهِ وَلَا تُخْزَوْنَ فِي ضَيْفِي أَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيدٌ قَالُوا لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَالَنَا فِي بَنَاتِكُمْ مِنْ
 حَقِّهِ وَأَنْتَ لَتَعْلَمُ مَانِئِيْدُ قَالَ لَوْ أَنَّ لِي بِكُمْ قُوَّةٌ أَوْ آوِي إِلَىٰ رُكْنٍ شَدِيدٍ قَالُوا يَا لُوطُ إِنَّا رُسُلُ
 رَبِّكَ لَنْ يَصْلَوْا إِلَيْكَ فَاسْرِبْ بِأَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ اللَّيْلِ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ أَحَدٌ إِلَّا أَمْرَاتَكَ إِنَّهُ
 مُصِيبُهَا مَا أَصَابَهُمْ إِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ أَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيبٍ﴾ [سورة هود: ۸۱ تا ۷۷]

”جب ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے لوط علیہ السلام کے پاس پہنچے تو وہ ان کی وجہ سے بہت غمگین ہو گئے اور دل
 ہی دل میں کڑھنے لگے اور کہنے لگے کہ آج کا دن بڑی مصیبت کا دن ہے اور ان کی قوم ان کے پاس
 آ پہنچی وہ (قوم) تو پہلے ہی سے بدکاریوں میں مبتلا تھی۔ لوط علیہ السلام نے کہا: اے قوم کے لوگو! یہ ہیں
 میری بیٹیاں جو تمہارے لیے بہت ہی پاکیزہ ہیں۔ (اگر تم ان سے نکاح کرنا چاہو تو اور) اللہ سے ڈرو

اور مجھے میرے مہمانوں کے بارے میں رسوا نہ کرو۔ کیا تم میں ایک بھی بھلا آدمی نہیں ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ تو بخوبی جانتا ہے کہ ہمیں تو تیری بیٹیوں پر کوئی حق نہیں ہے اور تو ہماری اصلی چاہت سے بخوبی واقف ہے۔ لوٹنے کا کہا: کاش کہ مجھ میں تم سے مقابلہ کرنے کی قوت ہوتی یا میں کسی زبردست کا آسرا پکڑتا۔ اب فرشتوں نے کہا: اے لوٹ! ہم تیرے پروردگار کے بھیجے ہوئے ہیں۔ ناممکن ہے کہ یہ تجھ تک پہنچ جائیں۔ پس تو اپنے گھر والوں کو لے کر کچھ رات رہے نکل کھڑا ہو۔ تم میں سے کسی کو مڑ کر بھی نہ دیکھنا چاہیے۔ سوائے تیری بیوی کے (جو کافر تھی) اس لیے کہ اسے بھی وہی (عذاب) پہنچنے والا ہے جو ان سب کو پہنچے گا، یقیناً ان کے (عذاب کے) وعدے کا وقت صبح کا ہے، کیا صبح بالکل قریب نہیں؟!“

حضرت سلیمان علیہ السلام اور فرشتے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا:

((لا طوفن الليلة بمائة امرأة تلد كل امرأة غلاما يقاتل في سبيل الله فقال له الملك قل ان شاء الله فلم يقل ونسى فطاف بهن ولم تلد منهن الا امرأة نصف انسان قال النبي : لوقال ان شاء الله لم يحنث وكان ارجى لحاجته))

”آج رات میں اپنی سو بیویوں کے پاس سے ہو آؤں گا (اور اس قربت کے نتیجے میں) ہر عورت ایک لڑکا جنم دے گی (تو سڑک کے ایسے پیدا ہوں گے) جو اللہ کے راستے میں جہاد کریں گے۔ فرشتے نے ان سے کہا کہ ان شاء اللہ (اگر اللہ نے چاہا) کہہ لیجئے مگر حضرت سلیمان علیہ السلام نے نہ کہا اور بھول گئے۔ چنانچہ آپ تمام بیویوں کے پاس گئے مگر پھر ایک کے سوا کسی کے ہاں بچہ پیدا نہ ہوا اور جو ایک ہوا وہ بھی ناقص یعنی آدھا تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر حضرت سلیمان علیہ السلام ان شاء اللہ کہہ لیتے تو ان کی مراد پوری ہو جاتی اور اس طرح ان کی مراد پوری ہونے کی امید بہت زیادہ تھی۔“ (۱)

(۱) [صحیح بخاری: کتاب النکاح: باب قول الرجل لا طوفن الليلة علی نسانی (ح ۵۲۴۲) صحیح مسلم: کتاب الایمان: باب الاستثناء فی الیمین وغیرہ (ح ۱۶۵۴) بعض روایات میں ۶۰ بیویوں اور بعض میں ۷۰، بعض میں ۹۰ اور بعض میں ۱۰۰ کا ذکر ملتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان کی بیویوں کی بڑی تعداد تھی اور ان کی شریعت میں یہ جائز ہوگا، یا ان کے لیے اس کی خاص اجازت ہوگی۔]

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرشتے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

”ملک الموت کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس بھیجا گیا، انہوں نے جا کر کہا کہ اپنی جان دے دیجیے! حضرت موسیٰ علیہ السلام نے (یہ سنا اور ملک الموت کو بھی نہ پہچانا چنانچہ انہیں) ایک زوردار تھپڑ مارا اور ان کی آنکھ پھوڑ دی۔ ملک الموت اللہ کے حضور واپس گئے اور عرض کیا: یارب! تو نے مجھے اپنے ایسے بندے کے پاس بھیجا ہے جو موت چاہتا ہی نہیں ہے اور اس نے تو میری آنکھ پھوڑ دی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کی آنکھ درست فرمائی اور کہا کہ میرے اسی بندے کے پاس جاؤ اور کہو کہ تمہیں اگر زندگی چاہیے تو پھر ایک بیل کی پیٹھ پر اپنا ہاتھ رکھو، تمہارے ہاتھ کے نیچے جتنے بال آئیں گے اتنے سال کی تمہاری زندگی اور بڑھادی جائے گی۔ (چنانچہ فرشتے نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آ کر اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچایا تو) موسیٰ علیہ السلام کہنے لگے یا اللہ! (اتنے سال بعد) پھر کیا ہوگا؟ اللہ تعالیٰ نے کہا: پھر آپ کو فوت ہونا ہے۔ تو حضرت موسیٰ نے کہا کہ پھر ابھی ٹھیک ہے۔ تاہم آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ مجھے فلاں مقدس زمین (بیت المقدس) کے اتنا قریب کر دیا جائے کہ جہاں سے ارض مقدسہ میں پتھر پھینکا جاسکتا ہو۔ (یعنی آپ نے ارض مقدسہ میں فوت ہونے کی خواہش کا اظہار کیا) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”اللہ کی قسم! اگر میں وہاں ہوتا تو تمہیں ان کی قبر دکھاتا کہ وہ ایک سرخ ٹیلے کے پاس ایک راستے کے قریب ہے۔“ (۱)

حضرت طالوت علیہ السلام اور فرشتے:

بنی اسرائیل پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد ایک وقت ایسا بھی آیا کہ دشمن قوم نے ان پر حملہ کیا اور ان کے گھر بار اور مال مویشی پر قبضہ جمالیا۔ لوگوں نے اپنے نبی جنہیں سموئیل کہا جاتا ہے، سے مطالبہ کیا کہ ہمارا کوئی حاکم مقرر فرمائیے تاکہ ہم دشمن کے خلاف جوابی کارروائی کر سکیں۔ انہوں نے حضرت طالوت علیہ السلام کو ان کا حاکم بنا دیا مگر وہ غریب اور معاشرے کے عام فرد تھے، اس لیے لوگوں نے ان پر

(۱) [صحیح مسلم: کتاب الفضائل: باب من فضائل موسیٰ (۲۳۷۲) نیز دیکھیے: بخاری: کتاب الحناظر:

باب من احب الدفن فی الارض المقدسة اونحوها (۱۳۳۹)]

اعتراف کیا۔ ان کے نبی نے جواب دیا کہ طالوت کا انتخاب اللہ کی طرف سے کیا گیا ہے، اس لیے انہیں حاکم تسلیم کرو اور اس انتخاب کی نشانی یہ ہے کہ ان کے پاس فرشتے تمہارا وہ صندوق لے آئیں گے جس میں حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون کے تبرکات (مثلاً تورات کا اصل نسخہ، عصائے موسیٰ، وغیرہ) تھے اور جو دشمن کے قبضہ میں جا چکا ہے۔ حضرت طالوت کو بعد میں اللہ تعالیٰ نے نبوت سے سرفراز بھی فرمادیا اور ان کی معیت میں بنی اسرائیل نے جنگ میں بالآخر فتح بھی حاصل کر لی۔ یہ واقعہ سورت بقرہ میں اس طرح مذکور ہے:

﴿الْم تَرَىٰ إِلَىٰ السَّمَاءِ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ مِنْ بَعْدِ مُوسَىٰ إِذْ قَالُوا لِنَبِيِّ لَنَا مَلِكًا نُقَاتِلَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ قَالَ هَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ أَلَّا تُقَاتِلُوا وَمَالَنَا أَلَّا نُقَاتِلَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَقَدْ أُخْرِجْنَا مِنْ دِيَارِنَا وَأَبْنَائِنَا فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا إِلَّا قَلِيلًا مِنْهُمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ اللَّهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوتَ مَلِكًا قَالُوا أَنَّى يَكُونُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ أَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِنَ الْمَالِ قَالَ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهُ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ وَاللَّهُ يُؤْتِي مَلِكَهُ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ مِّنْ رَبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَىٰ وَآلُ هَارُونَ تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوتُ بِالْجُنُودِ قَالَ إِنَّ اللَّهَ مُبْتَلِيكُمْ بِنَهَرٍ فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّي وَمَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ فَإِنَّهُ مِنِّي إِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةً بِيَدِهِ فَشَرِبُوا مِنْهُ إِلَّا قَلِيلًا مِنْهُمْ فَلَمَّا جَاوَزَهُ هُوَ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ قَالُوا لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ قَالَ الَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُمْ مُلْقَاوُا اللَّهَ كَم مِّنْ فِتْنَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةٌ كَثِيرَةٌ بِأَذْنِ اللَّهِ وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ وَلَمَّا بَرَزُوا لِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ قَالُوا رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَذَا صَبْرًا وَتَبَتُّ أَقْدَامَنَا وَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ فَهَزَمُوهُمْ بِأَذْنِ اللَّهِ وَقَتَلَ دَاوُدُ جَالُوتَ وَآتَاهُ اللَّهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهُ مِمَّا يَشَاءُ وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَفَسَدَتِ الْأَرْضُ وَلَكِنَّ اللَّهَ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْعَالَمِينَ تِلْكَ آيَةُ اللَّهِ تَتْلُوهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ وَأَنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ﴿سورة البقرة: ٢٤٦ تا ٢٥٢﴾

”ان کے نبی نے ان سے کہا: اللہ نے تمہارے لیے طالوت کو بادشاہ مقرر کیا ہے، وہ کہنے لگے: بھلا ہم پر حکومت کا حقدار وہ کیسے بن گیا؟ اس سے زیادہ ہم خود حکومت کے حقدار ہیں اور اس کے پاس تو کچھ مال و دولت بھی نہیں ہے۔ (ان کے) نبی نے کہا: اللہ نے تم پر اسے منتخب کیا ہے، اور اسے علمی اور جسمانی اہلیت تم سے زیادہ دی ہے اور اللہ جسے چاہے اپنی حکومت دے اور اللہ بڑی وسعت والا اور جاننے والا ہے۔ نیز ان کے نبی نے ان سے کہا: طالوت کی بادشاہی کی علامت یہ ہے کہ تمہارے پاس وہ صندوق آجائے گا جس میں تمہارے رب کی طرف سے سکون قلب اور وہ باقی اشیاء ہیں جو آل موسیٰ اور آل ہارون نے چھوڑی تھیں، اس صندوق کو فرشتے اٹھا کر لائیں گے۔ اگر تم مومن ہو تو اس میں تمہارے لئے کافی نشانی ہے۔ پھر جب طالوت اپنے لشکروں سمیت چل کھڑا ہوا تو اس نے کہا کہ اللہ ایک نہر سے تمہاری آزمائش کرے گا جس نے اس نہر سے پانی پیادہ میرا ساتھی نہیں، میرا ساتھی وہ ہے جو اسے نہ چکھے، الا یہ کہ چلو بھر پانی لے لے۔ پھر ان میں سے ماسوائے چند آدمیوں کے سب نے سیر ہو کر پانی پیا پھر جب طالوت اور اس کے لشکری اس سے آگے گئے تو وہ کہنے لگے: آج ہمیں جالوت اور اس کے لشکروں سے لڑنے کی طاقت نہیں، البتہ ان میں سے جو یقین رکھتے تھے کہ وہ اللہ سے ملنے والے ہیں، (وہ) کہنے لگے: کئی بار تھوڑی جماعت اللہ کے حکم سے بڑی جماعت پر غالب رہی اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے، اور جب ان کا جالوت اور اس کے لشکروں سے مقابلہ ہوا تو کہنے لگے: اے ہمارے رب! ہم پر صبر کا فیضان کر اور ہمیں ثابت قدم رکھ اور کافروں کے مقابلہ میں ہماری مدد فرما، پھر اس تھوڑی جماعت نے اللہ کے حکم سے انہیں شکست دی اور حضرت داؤد نے جالوت کو قتل کیا اور اللہ نے اسے بادشاہی اور حکومت عطا فرمائی اور جو چاہا اسے سکھلا دیا اور اگر اللہ اسی طرح لوگوں کے ایک گروہ کو دوسرے گروہ سے بھاتا نہ رہتا تو زمین میں فساد ہی مچا رہتا لیکن اللہ تعالیٰ اقوام عالم پر بڑا فضل کرنے والا ہے۔ یہ اللہ کی آیات ہیں جنہیں ہم آپ کو ٹھیک ٹھیک پڑھ کر سنارہے ہیں اور بلاشبہ آپ ایک رسول ہیں۔“

حضرت عیسیٰ ﷺ اور فرشتے:

اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ ﷺ کو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے پہلے نبی بنا کر مبعوث کیا تھا پھر انہیں اپنی

حکمت بالغہ کے تحت زندہ آسمان پر اٹھالیا اور قیامت سے پہلے انہیں دین محمدی کی نصرت و تائید کے لئے اللہ تعالیٰ آسمان ہی سے فرشتوں کے ساتھ اتاریں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ نزول کس طرح ہوگا؟ اس کی وضاحت درج ذیل حدیث سے ہوتی ہے:

﴿عَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذْ بَعَثَ اللَّهُ الْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ، عَلَيْهِ السَّلَامُ، فَيُنزَلُ عِنْدَ الْمَنَارَةِ الْبَيْضَاءِ شَرْقِيَّ دِمَشْقَ بَيْنَ مَهْرُودَتَيْنِ وَاضِعًا كَفْيِهِ عَلَى أُجْنِحِهِ مَلَكَئِينَ إِذَا طَاطَأَ رَأْسَهُ قَطْرًا وَإِذَا رَفَعَهُ تَحَدَّرَ مِنْهُ جُمَانٌ كَاللُّوْلُؤِ فَلَا يَحِلُّ لِكَافِرٍ يَجِدُ رِيحَ نَفْسِهِ إِلَّا مَاتَ وَنَفْسُهُ يَنْتَهِي حِينَ يَنْتَهِي طَرْفُهُ فَيَطْلُبُهُ حَتَّى يُدْرِكَهُ بِنَابٍ لُدًّا فَيَقْتُلُهُ﴾

حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”پھر اللہ تعالیٰ حضرت (عیسیٰ) مسیح ابن مریم کو بھیج دیں گے اور وہ دمشق (شام) کے مشرقی حصے میں، سفید مینار کے پاس، زرد رنگ کے دو کپڑوں میں ملبوس، دو فرشتوں کے بازوؤں (پروں) پر اپنے ہاتھ رکھے ہوئے اتریں گے۔ جب وہ سر جھکائیں گے تو ایسا محسوس ہوگا کہ قطرے ٹپک رہے ہیں اور جب سر اٹھائیں گے تو موتی کی طرح قطرے ڈھلکتے نظر آئیں گے۔ ان کے سانس کی ہوا جس کا فریٹک پنچے گی وہ زندہ نہ بنے گا جب کہ ان کی سانس حدنگاہ تک پنچے گی۔ پھر ابن مریم دجال کا پیچھا کریں گے اور ”لد“ (ایک مقام ہے فلسطین میں) کے دروازے پر اسے جا پکڑیں گے اور قتل کر ڈالیں گے۔“ (۱)

حضرت محمد مصطفیٰ اور فرشتے:

دیگر انبیاء و رسل کی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھی جبریل وحی لے کر آیا کرتے تھے۔ علاوہ ازیں آپ کی سیرت کا مطالعہ کرنے سے بہت سے ایسے واقعات ملتے ہیں جن میں مختلف فرشتوں کا آپ کے پاس مختلف اغراض و مقاصد کے لیے آنا مذکور ہے، مثلاً طائف کے واقعہ میں پہاڑوں کے فرشتے کی آمد (اس کی تفصیل گزر چکی ہے) اسی طرح جنگوں میں آپ کی مدد کے لیے مختلف فرشتوں کی آمد (اس کی تفصیل آگے ”فرشتوں اور اہل ایمان کے تعلقات“ میں آئے گی)

(۱) [صحیح مسلم: کتاب الفتن: باب ذکر الدجال (۲۹۳۷) احمد (۲۴۸/۴) ابو داؤد (ح ۴۳۲۱)]

ترمذی (ح ۲۲۴۰) ابن ماجہ (ح ۴۱۲۶) حاکم (۵۳۷/۴) طبری (۹۵/۹)

آئندہ سطور میں ہم اس کے علاوہ چند ایک خاص واقعات نقل کریں گے۔

جبریل آپ کو امامت کرواتے ہیں:

حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

”حضرت جبریل نازل ہوئے اور انہوں نے مجھے نماز پڑھائی میں نے ان کی معیت میں نماز پڑھی، پھر میں نے ان کے ساتھ (دوسرے وقت) کی نماز پڑھی، پھر میں نے ان کے ساتھ نماز پڑھی پھر ان کے ساتھ نماز پڑھی، پھر ان کے ساتھ نماز پڑھی، اپنی انگلیوں پر آپ ﷺ نے پانچ نمازوں کو گن کر بتایا۔“^(۱)

جبریل آپ کو دم کرتے تھے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب اللہ کے رسول ﷺ بیمار ہوتے تو جبریل آپ کو یہ دم کیا کرتے تھے:

((باسم الله يبريك ومن كل داء يشفيك ومن شر حاسد اذا حسد وشر كل ذي عين))

”اللہ کے نام کے ساتھ جو تجھے صحت دے گا، ہر بیماری سے شفا عطا کرے گا اور حسد کرنے والے جب حسد کریں تو ان کے حسد سے (پناہ دے گا) اور ہر نظر بد والے کی بد نظر سے محفوظ رکھے گا۔“^(۲)

اسی طرح حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کے پاس جبریل آئے اور کہنے لگے:

اے محمد! کیا آپ بیمار ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! تو انہوں نے آپ پر یہ دم کیا:

((بسم الله ارقيك من كل شىء ويؤذيك من شر كل نفس او عين كل حاسد الله يشفيك باسم الله ارقيك))^(۳)

(۱) [صحیح بخاری: کتاب بدء الخلق: باب ذکر الملائكة (ح-۳۲۲) اسی طرح ایک روایت میں ہے کہ نبی اکرم کو حضرت جبریل نے بیت اللہ کے پاس پانچوں نمازیں دو مختلف وقتوں میں دو مرتبہ پڑھائیں اور پھر فرمایا کہ آپ کی امت کے لیے نمازوں کا وقت وہ ہے جو ان دونوں وقتوں کے درمیان ہے۔ دیکھیے: صحیح سنن ابو داؤد (ح-۳۷۷) صحیح سنن ترمذی (ح-۱۲۷) صحیح سنن نسائی (ح-۴۸۸)]

(۲) [صحیح مسلم: کتاب السلام: باب الطب والمرض والرقی (ح-۲۱۸۵)] (۳) [مسلم ایضاً (ح-۲۱۸۶)]

”اللہ کے نام کے ساتھ میں آپ کو دم کرتا ہوں، ہر اس چیز سے جو آپ کو تکلیف دیتی ہے اور ہر نفس کے شر سے اور ہر حاسد کی نظر بد سے، اللہ تعالیٰ آپ کو شفا عطا کرے، اللہ کے نام کے ساتھ میں آپ کو دم کرتا ہوں۔“

جبریل آنحضرتؐ کے ساتھ قرآن کا دور کرتے تھے:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ تمام لوگوں سے بڑھ کر سخی تھے اور رمضان میں جب جبریلؑ آپ سے ملاقات کے لیے آتے تو تب تو آپ کی سخاوت پہلے سے بھی بڑھ جاتی۔ حضرت جبریلؑ رمضان کی ہر رات آپ کے پاس آتے اور آپ کے ساتھ قرآن کا دور کرتے۔^(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

((كان جبريل يعرض على النبي القرآن كل عام مرة فعرض عليه مرتين في العام الذي قبض فيه))

”حضرت جبریل اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ ہر سال ایک مرتبہ قرآن مجید کا دورہ کیا کرتے تھے لیکن جس سال آنحضرتؐ کی وفات ہوئی اس میں انہوں نے آنحضرتؐ کے ساتھ دو مرتبہ دورہ کیا۔“^(۲)

فرشتے اور آنحضرتؐ کا واقعہ معراج:

فرشتوں نے آپ کو اللہ کے حکم سے ساتوں آسمانوں کی سیر کروائی اور جنت و جہنم کا مشاہدہ کروایا۔ اسی واقعہ کو قصہ معراج کہا جاتا ہے۔ سورہ اسراء، سورہ نجم اور کتب احادیث میں اس واقعہ کی تفصیلات ملتی ہیں۔^(۳)

فرشتے آنحضرتؐ کی حفاظت فرماتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ابو جہل نے کہا کہ اگر میں نے محمد کو کعبہ میں نماز پڑھتے

(۱) | صحیح بخاری: کتاب بدء الوحي: باب (۵) رقم الحديث (۶) الفاظیہ ہیں: ((وكان يلقاه في كل ليلة من رمضان فيدارسه القرآن))

(۲) | صحیح بخاری: کتاب فضائل القرآن: باب كان جبريل يعرض القرآن على النبي (ح-۴۹۹۸)

(۳) | مثلاً دیکھئے: صحیح بخاری: کتاب بدء الخلق: باب ذكر الملائكة (ح-۳۲۰۷)

دیکھا تو اس کی گردن روند ڈالوں گا یہ بات نبی اکرم ﷺ کو پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((لَوْ فَعَلَهُ لَأَخَذْتَهُ الْمَلَائِكَةُ))

”اگر وہ اس کی کوشش کرتا تو اسے فرشتے اٹھا کر لے جاتے!“^(۱)

یہی بات صحیح مسلم میں بھی حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے قدرے تفصیل کے ساتھ اس طرح مذکور ہے:

”ابو جہل کہنے لگا: کیا محمد تمہاری موجودگی میں اپنا چہرہ (اللہ کے لیے) جھکا تا ہے؟ لوگوں نے کہا ہاں! تو اس نے کہا: لات اور عزی (بتوں) کی قسم! اگر میں نے اسے ایسا کرتے دیکھا تو اس کی گردن روند ڈالوں گا اور اس کا چہرہ خاک آلود کر دوں گا۔ ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر جب اللہ کے رسول ﷺ نماز پڑھ رہے تھے تو وہ آپ کی گردن روندنے کے لیے آگے بڑھا مگر جلد ہی اپنی ایڑھیوں کے بل پیچھے ہٹ آیا۔ جب وہ پیچھے ہٹا تو گھبرا ہوا تھا اور اپنے ہاتھوں سے اپنے آپ کو بچا رہا تھا۔ لوگوں نے اس سے کہا کہ اب تمہیں کیا ہوا؟ اس نے کہا: میرے اور محمد کے درمیان تو آگ کی خندق، خوفناک منظر اور کچھ پڑھ چکے ہو!..... اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ

((لَوْ دَنَا مِنِّي لَأَخْتَفْتُهُ الْمَلَائِكَةُ عُضْوًا عُضْوًا))

”اگر وہ میرے قریب آ جاتا تو فرشتے اس کا ایک ایک عضو کھیر کر رکھ دیتے!“^(۲)

* * *

(۱) [صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب قوله تعالى: كَلَّا لئن لم ينته (ح ۴۹۵۸)]

(۲) [صحیح مسلم: کتاب صفات المنافقین: باب قوله: ان الانسان ليطغى (ح ۲۷۹۷)]

فرشتوں کے اہل ایمان سے تعلقات کی نوعیت

اہل ایمان سے محبت:

قرآن وحدیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ فرشتے ایمان والوں کو پسند کرتے اور ان سے محبت رکھتے ہیں۔ اس سلسلہ میں ایک صحیح حدیث ملاحظہ فرمائیں:

☆..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((إِذَا أَحَبَّ اللَّهُ الْعَبْدَ نَادَى جِبْرِيلَ: إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ فَلَانَا فَأَحْبِبْهُ فَيُحِبُّهُ جِبْرِيلُ فَيُنَادِي جِبْرِيلُ فِي أَهْلِ السَّمَاءِ: إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ فَلَانَا فَأَحْبِبُوهُ فَيُحِبُّهُ أَهْلُ السَّمَاءِ ثُمَّ يُوضَعُ لَهُ الْقَبُولُ فِي الْأَرْضِ))

”جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتے ہیں تو جبریل کو آواز دے کر کہتے ہیں: اے جبریل! بے شک اللہ فلاں بندے سے محبت کرتا ہے تم بھی اس سے محبت کرو۔ چنانچہ جبریل بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں، پھر جبریل آسمان والوں کو آواز دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبت کرتے ہیں لہذا تم بھی اس سے محبت کرو۔ چنانچہ آسمان کے فرشتے بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں اور پھر روئے زمین میں بھی اسے مقبول بنا دیا جاتا ہے۔“ (۱)

اہل ایمان کے لیے بخشش و رحمت اور جنت کی دعائیں:

فرشتے اہل ایمان کے لیے بخشش و رحمت، جہنم سے آزادی اور جنت میں داخلے کی دعائیں کرتے رہتے ہیں جیسا کہ درج ذیل قرآنی آیات سے معلوم ہوتا ہے:

(۱): ﴿هُوَ الَّذِي يُصَلِّي عَلَيْكُمْ وَمَلَائِكَتُهُ لِيُخْرِجَكُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ﴾ [الاحزاب ۴۳]

(۱) [صحیح بخاری: کتاب بدء الخلق: باب ذکر الملائكة (ح-۳۴۰۹) نیز دیکھیے (ح-۶۰۴۰) نیز (ح-۷۴۸۵)]

[صحیح مسلم (ح-۲۶۳۷)]

”وہی (اللہ) ہے جو تم پر اپنی رحمت بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے بھی (تمہارے لیے دعائے رحمت کرتے ہیں) تاکہ وہ تمہیں اندھیروں سے نکال کر اجالے کی طرف لے جائے اور اللہ تعالیٰ مومنوں پر بہت مہربان ہے۔“

(۲): ﴿تَكَادُ السَّمَوَاتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْ فَوْقِهِنَّ وَالْمَلَائِكَةُ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُونَ لِمَنْ فِي الْأَرْضِ أَلَا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ﴾ [سورة الشورى: ۵]

”قريب ہے (وہ دن جب) آسمان اپنے اوپر سے پھٹ پڑیں گے اور تمام فرشتے اپنے رب کی پاکی تعریف کے ساتھ بیان کرتے ہیں اور زمین والوں کے لیے استغفار (بخشش کی دعا) کرتے ہیں۔ خوب سمجھ رکھو کہ اللہ تعالیٰ ہی معاف فرمانے والے اور رحمت کرنے والے ہیں۔“

(۳): ﴿الَّذِينَ يَحْمِلُونَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهُ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُونَ بِهِ وَيَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَحْمَةً وَعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِينَ تَابُوا وَاتَّبَعُوا سَبِيلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ رَبَّنَا وَأَدْخِلْهُمْ جَنَّاتِ عَدْنِ الَّتِي وَعَدْتَهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ آبَائِهِمْ وَأَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ وَقِهِمُ السَّيِّئَاتِ وَمَنْ تَقِ السَّيِّئَاتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهُ وَذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾ [سورة المؤمن: ۹ تا ۷]

”جو (فرشتے) عرش اٹھائے ہوئے ہیں اور جو اس کے گرد ہیں سب اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور ایمانداروں کے لیے بخشش مانگتے (اور کہتے) ہیں: اے ہمارے رب! تو نے اپنی رحمت اور علم سے ہر چیز کا احاطہ کر رکھا ہے لہذا جنہوں نے توبہ کی اور تیری راہ کی اتباع کی انہیں بخش دے اور جنہم کے عذاب سے بچالے۔ اے ہمارے رب! تو انہیں ہمیشگی والی جنتوں میں لے جا جن کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے اور ان کے باپ دادوں اور بیویوں اور اولادوں میں سے (بھی) ان (سب) کو (جنت میں لے جا) جو نیک عمل ہیں۔ یقیناً تو غالب و باحکمت ہے۔ اور انہیں برائیوں سے بھی محفوظ رکھ! حق تو یہ ہے کہ اس دن تو نے جسے برائیوں سے بچالیا اس پر تو نے رحمت کردی اور بہت بڑی کامیابی تو یہی ہے۔“

فرشتوں کی دعائیں پانے والے چند خوش نصیب

(۱)..... خیر و بہلائی کا سبق دینے والے :

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہما باہلی سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ اللَّيْلَةَ وَمَلَائِكَتَهُ وَأَهْلَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ صَبَّحُوا بِحَسَنَاتِ النَّبِيِّ حَتَّىٰ يُجْعِرَهَا وَحَتَّىٰ الْحَوَاطِئُ لِيَصَلُّوا عَلَىٰ مُعَلِّمِ النَّاسِ الْخَيْرِ))

”یقیناً اللہ تعالیٰ کے تمام فرشتے اور تمام آسمانوں اور زمین والے حتیٰ کہ چوٹی اپنی بل میں اور مچھلی (پانی میں) ان لوگوں کے لیے رحمت کی دعا کرتے ہیں جو لوگوں کو خیر کی تعلیم دیتے ہیں۔ اور خود اللہ تعالیٰ بھی ان پر اپنی رحمت نچھاور کرتے ہیں۔“^(۱)

(۲)..... نماز باجماعت کا انتظار کرنے والے :

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((فَإِذَا صَلَّى لَمْ تَزَلِ الْمَلَائِكَةُ تُصَلِّيُ عَلَيْهِ مَا دَامَ فِي مَصَلَاةِ اللَّهِ صَلَّى عَلَيْهِ اللَّهُمَّ ارْحَمْهُ))

”جب آدمی نماز پڑھ لیتا ہے تو فرشتے اس کے لیے اس وقت تک دعائیں کرتے رہتے ہیں جب تک وہ اپنی نماز والی جگہ (مصلیٰ) پر بیٹھا رہتا ہے۔ فرشتے (دعا مانگتے ہوئے) کہتے ہیں: یا اللہ! اس پر رحمتیں نچھاور فرما۔ یا اللہ! اس پر رحم کر۔“^(۲)

(۳)..... نماز پڑھ کر مصلیٰ پر بیٹھے رہنے والے :

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((لَا يَزَالُ الْعَبْدُ فِي صَلَاةٍ مَا كَانَ فِي مَصَلَاةٍ يَنْتَظِرُ الصَّلَاةَ وَتَقُولُ الْمَلَائِكَةُ: اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَهُ، اللَّهُمَّ ارْحَمْهُ، حَتَّىٰ يَنْصَرِفَ أَوْ يَحْدُثَ))^(۳)

(۱) [جامع ترمذی: کتاب العلم: باب ما جاء في فضل الفقه (ح- ۲۶۸۵) مجمع الزوائد (ج ۱ ص ۱۲۹)]

(۲) [بخاری: کتاب الاذان: باب فضل صلاة الجماعة (ح- ۶۴۷) مسلم: کتاب المساجد (ح- ۶۴۹-۱۰۰۶)]

(۳) [صحيح مسلم: کتاب المساجد: باب فضل الصلاة المكتوبة في جماعة..... (ح- ۶۴۹-۱۰۰۹)]

”جب تک آدمی نماز گاہ (مصلیٰ یا مسجد وغیرہ) میں بیٹھا نماز کا انتظار کر رہا ہوتا ہے، تب تک وہ نماز (پڑھنے والوں) ہی میں شمار ہوتا ہے اور فرشتے اس کے لیے اس طرح دعائیں کرتے ہیں: ”یا اللہ! اسے بخش دے، یا اللہ! اس پر رحم فرما“۔ (فرشتے) یہ دعائیں اس وقت تک کرتے رہتے ہیں جب تک کہ وہ شخص اٹھ کر چلا نہ جائے یا بے وضو نہ ہو جائے۔“

۴..... اگلی صفوں میں نماز پڑھنے والے:

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((ان الله وملائكته يصلون على الصف الاول))^(۱)

”اللہ تعالیٰ پہلی صف والوں پر رحمت بھیجتے ہیں اور فرشتے بھی ان کے لیے رحمت کی دعا کرتے ہیں۔“
اس روایت میں صرف پہلی صف کا ذکر ہے جب کہ بعض روایتوں میں اس طرح بھی مذکور ہے:

((يصلون على الصفوف الاول))

”فرشتے اگلی صفوں والوں کے لیے رحمت کی دعائیں کرتے ہیں۔“^(۲)

۵..... صف کے دائیں جانب نماز پڑھنے والے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((ان الله وملائكته يصلون على ميمنه الصفوف))

”جو صفوں کے دائیں جانب نماز پڑھتے ہیں، فرشتے ان کے لیے رحمت کی دعائیں کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان پر رحمت نچھاور کرتے ہیں۔“^(۳)

۶..... صفوں میں مل کر کھڑے ہونے والے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

(۱) [ابن ماجہ: کتاب اقامة الصلاة: باب فضل الصف المتقدم (ح- ۹۹۷) یہی روایت حضرت عبدالرحمن بن عوف سے

بھی مروی ہے۔ (ایضاً ۹۹۹) صحیح ابن ماجہ (ح- ۸۱۶)]

(۲) [صحیح ابو داؤد (ح- ۶۱۸) نیز دیکھیے: صحیح نسائی (ح- ۷۸۱)]

(۳) [ابو داؤد: کتاب الصلاة: باب من يستحب ان يلي الامام في الصف... (ح- ۶۷۶) ابن ماجہ: کتاب اقامة

الصلاة: باب فضل ميمنة الصف (ح- ۱۰۰۵)]

((ان الله وملائكته يصلون على الذين يصلون الصنف ومن سد فرجة رفعه الله بها درجة))
 ”جو لوگ صنف میں ملاتے اور خالی جگہ پر کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر رحمت فرماتے اور ان کے درجے بلند کرتے ہیں اور اللہ کے فرشتے ان کے لیے رحمت کی دعا مانگتے ہیں۔“^(۱)

(۷)..... نبی کریم پر درود بھیجنے والے :

حضرت عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((ممن مسلم يصل على الاصلت عليه الملائكة ماصلى على فليقل العبد من ذلك او ليكثر))
 ”جو کوئی مسلمان مجھ پر درود بھیجتا ہے اس کے لیے فرشتے اس وقت تک رحمت کی دعا کرتے رہتے ہیں جب تک وہ مجھ پر درود بھیجتا رہتا ہے۔ لہذا کوئی شخص مجھ پر تھوڑا درود بھیجے یا زیادہ۔“ (اب یہ اس کی اپنی مرضی ہے)^(۲)

(۸)..... روزہ رکھنے والے :

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((ان الله تعالى وملائكته يصلون على المتسحرين))
 ”جو لوگ روزہ رکھتے (ہوئے سحری کھاتے ہیں) ان پر اللہ تعالیٰ رحمت فرماتے ہیں اور فرشتے ان کے لیے رحمت کی دعائیں کرتے ہیں۔“^(۳)

(۹)..... مریضوں کی عیادت کرنے والے :

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”جو شخص شام کے وقت کسی شخص کی عیادت کے لیے جاتا ہے، ستر ہزار فرشتے اس کے لیے صبح تک بخشش کی دعا کرتے رہتے ہیں اور جو شخص صبح کے وقت کسی کی عیادت کے لیے جائے، شام تک اس کے لیے ستر ہزار فرشتے بخشش کی دعا کرتے ہیں۔“^(۴)

(۱) [ابن ماجہ: ایضاً: باب اقامة الصفوف (ح- ۹۹۵) صحیح ابن ماجہ (ح- ۸۱۴)]

(۲) [ابن ماجہ: ایضاً: باب الصلاة على النبي (ح- ۹۰۷) احمد (۴۴۵/۳) صحیح الجامع الصغير (۱۷۴/۵)]

(۳) [ایضاً (ح- ۲ ص ۱۳۵)] (۴) [ابو داؤد: کتاب الجنائز: باب فی فضل العیادة..... (ح- ۳۰۹۶،

۳۰۹۷) یہ روایت مرفوعاً و موقوفاً دونوں طرح صحیح اسناد سے مروی ہے۔ دیکھیے: صحیح ابو داؤد (ح- ۲۶۵۰)]

فرشتے اہل ایمان کی راہنمائی کرتے ہیں:

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ جو معروف شاعر اور اسلام کے بعد آنحضرت ﷺ کی شان میں قصائد کہا کرتے تھے، ان سے روایت ہے کہ اللہ ﷻ رسول ﷺ نے ان سے کہا:

((يَا حَسَّانُ! أَحَبُّ عَنِّي رَسُولِ اللَّهِ ، أَللَّهُمَّ اكْبِدْهُ بِرُوحِ الْقُدْسِ))

”اے حسان! اللہ کے رسول کی طرف سے ان (مشرکوں) کا جواب دو۔ (پھر آنحضرت ﷺ نے

ان کے لیے یہ دعا فرمائی) ”یا اللہ! حسان کی روح القدس (یعنی جبریل امین) کے ساتھ مدد فرما۔“^(۱)

اسی طرح ایک اور روایت میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ سے جنگ قریظہ کے موقع پر فرمایا کہ: ((أَهْجُهُمْ أَوْ هَا جِهِمْ وَجِبْرِيلُ مَعَكَ))

”ان مشرکوں کی جو کر اور جبریل تمہارے ساتھ ہیں۔“^(۲)

پچھلے صفحات میں یہ حدیث بھی گزر چکی ہے کہ فرشتہ انسان کے دل میں خیر و بھلائی اور حق کی تصدیق پیدا کرتا ہے جب کہ شیطان اس کے اُلٹ عمل کرتا ہے۔

فرشتے اہل ایمان کی دعا پر آمین کہتے ہیں:

اہل ایمان کی دعا پر فرشتے آمین کہتے ہیں جیسا کہ ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

((دَعْوَةُ الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ لِأَخِيهِ بَطْهَرُ الْعَيْبِ مُسْتَجَابَةٌ ، عِنْدَ رَأْسِهِ مَلَكٌ مُؤَكَّلٌ كُلَّمَا دَعَا

لِأَخِيهِ بِخَيْرٍ قَالَ الْمَلَكُ الْمُوَكَّلُ بِهِ آمِينَ وَلَكَ بِمِثْلِ))

”جو شخص اپنے بھائی کی عدم موجودگی میں اس کے لیے خیر و بھلائی کی دعا کرتا ہے، وہ قبول ہوتی ہے

جب کہ اس دعا کرنے والے کے سر پر ایک فرشتہ مقرر ہوتا ہے اور جب یہ شخص اپنے بھائی کے لیے

خیر و بھلائی کی دعا مانگتا ہے تو وہ فرشتہ کہتا ہے آمین اور تجھے بھی یہی ملے۔“^(۳)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((لَا تَدْعُوا عَلَيَّ أَنْفُسِكُمْ إِلَّا بِخَيْرٍ فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ يُؤْمِنُونَ عَلَيَّ مَا تَقُولُونَ))^(۴)

(۱) بخاری: کتاب الادب: باب هجاء المشركين (ح- ۶۱۵۳)

(۲) بخاری: کتاب المغازی: باب مرجع النبي من الاحزاب..... (ح- ۴۱۲۳)

(۳) مسلم: کتاب الذکر والدعاء: باب فضل الدعاء للمسلمين بظهور الغيب (۲۷۲۳) صحيح ابن ماجه (۲۳۴۰)

(۴) مسلم: کتاب الحناظر: باب في اغماض الميت والدعاء له اذا حضر (ح- ۹۲۰)

”اپنے لیے ہمیشہ اچھی دعا کرو کیونکہ جو کچھ تم دعا کرتے ہو اس پر فرشتے امین کہتے ہیں۔“

نماز جمعہ میں شرکت کرنے والوں کا اندراج کرتے ہیں:

احادیث میں جمعہ کے دن اور جمعہ کے خطبہ میں شرکت وغیرہ کے بارے میں بڑی فضیلت بیان ہوئی ہے۔ نماز جمعہ کے لیے اول وقت میں آنے والوں کے اجر و ثواب کے لیے فرشتے ان کے نام اپنے رجسٹروں میں لکھ لیتے ہیں جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((إِذَا كَانَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ وَقَفَتِ الْمَلَائِكَةُ عَلَى بَابِ الْمَسْجِدِ يَكْتُبُونَ الْأَوَّلَ فَالْأَوَّلَ وَمَثَلُ الْمُهْجِرِ كَمَثَلِ الذِّي يَهْدِي بَدَنَةً ثُمَّ كَالَّذِي يَهْدِي بَقَرَةً ثُمَّ كَبْشًا ثُمَّ دَجَاجَةً ثُمَّ بَيْضَةً فَإِذَا خَرَجَ الْإِمَامُ طَوَّأُوا صُحُفَهُمْ وَيَسْتَمِعُونَ الذُّكْرَ))

”جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو فرشتے مسجد کے دروازے پر بیٹھ جاتے ہیں اور جو لوگ (جمعہ کے لیے مسجد) آتے ہیں ان کے نام بالترتیب (اپنے رجسٹروں میں) لکھتے جاتے ہیں۔ جو اول گھڑی میں آتا ہے، اس کے لیے اتنا ثواب ہے جتنا ایک اونٹ ذبح کرنے کا اور اس کے بعد (والی گھڑی میں) آنے والے کے لیے ایک گائے کا ثواب ہے، اس کے بعد والے کے لیے ایک بکرے (دبے) کا اور اس کے بعد آنے والے کے لیے ایک مرغی کا، اس کے بعد آنے والے کے لیے ایک انڈے کا۔ اور جب امام آجاتا ہے تو وہ فرشتے اپنے رجسٹر بند کر کے وعظ سننا شروع کر دیتے ہیں۔“^(۱)

علم و ذکر کے حلقوں میں حاضری دیتے ہیں:

روئے زمین میں جہاں کہیں بھی تعلیم و تعلم، وعظ و نصیحت اور ذکر و اذکار کی محفل لگی ہو، وہاں فرشتے بھی شرکت کرتے ہیں اور پھر ایسی مجلس پر اللہ تعالیٰ بھی اپنی رحمتیں نچھاور فرماتے ہیں جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((ان لله ملائكة يطوفون في الطرق يلتمسون اهل الذكر فاذا وجدوا قوما يذكرون الله تنادوا هلموا الي حاجتكم قال فيحفونهم باجنتهم الى السماء الدنيا قال فيسألهم ربهم

(۱) | صحیح بخاری: کتاب الجمعة: باب الاستماع الى الخطبة يوم الجمعة (ج- ۹۲۹) صحیح مسلم: کتاب

الجمعة: باب فضل التهجير يوم الجمعة (ج- ۸۵۰) |

وہو اعلم منهم : ما يقول عبادى ؟ قال : تقول : يسبحونك ويكبرونك ويحمدونك))

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کے کچھ فرشتے ایسے ہیں جو راستوں میں پھرتے رہتے ہیں اور اللہ کی یاد کرنے والوں کو تلاش کرتے رہتے ہیں۔ پھر جہاں وہ کچھ ایسے لوگوں کو پالیتے ہیں جو اللہ کا ذکر کرتے ہوتے ہیں تو ایک دوسرے کو آواز دیتے ہیں کہ آؤ ہمارا مطلب حاصل ہو گیا۔ پھر وہ آسمان دنیا تک اپنے پروں سے ان پر اُمنڈتے رہتے ہیں۔ (پھر آخر میں اپنے رب کی طرف چلے جاتے ہیں) پھر ان کا رب ان سے پوچھتا ہے..... حالانکہ وہ اپنے بندوں کے متعلق خوب جانتا ہے..... کہ میرے بندے کیا کرتے تھے؟ وہ جواب دیتے ہیں کہ وہ تیری تسبیح پڑھتے تھے، تیری کبریائی بیان کرتے تھے، تیری حمد کرتے تھے اور تیری بڑائی بیان کرتے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ پوچھتا ہے: کیا انہوں نے مجھے دیکھا ہے؟ وہ جواب دیتے ہیں نہیں، آپ کی قسم! انہوں نے آپ کو نہیں دیکھا۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: پھر ان کا اس وقت کیا حال ہوتا جب وہ مجھے دیکھے ہوئے ہوتے؟ فرشتے جواب دیتے ہیں کہ اگر وہ تیرا ویدار کر لیتے تو تیری عبادت اور بھی زیادہ کرتے، تیری تسبیح بھی سب سے زیادہ کرتے۔ پھر اللہ تعالیٰ دریافت کرتے ہیں: وہ مجھ سے کیا مانگتے ہیں؟ فرشتے کہتے ہیں کہ وہ جنت مانگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ دریافت کرتا ہے: کیا انہوں نے جنت دیکھی ہے؟ فرشتے جواب دیتے ہیں: نہیں، قسم سے اے رب! انہوں نے تیری جنت نہیں دیکھی۔ اللہ تعالیٰ دریافت کرتا ہے: ان کا اس وقت کیا عالم ہوتا اگر انہوں نے جنت کو دیکھا ہوتا؟ فرشتے جواب دیتے ہیں کہ اگر انہوں نے جنت کو دیکھا ہوتا تو وہ اس کے طلب گار ہوتے اور سب سے زیادہ اس کے آرزو مند ہوتے۔ پھر اللہ تعالیٰ پوچھتا ہے کہ وہ کس چیز سے پناہ مانگتے ہیں؟ فرشتے جواب دیتے ہیں: دوزخ سے۔ اللہ تعالیٰ پوچھتے ہیں کیا انہوں نے جہنم کو دیکھا ہے؟ وہ جواب دیتے ہیں: نہیں، واللہ، انہوں نے جہنم کو نہیں دیکھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اگر انہوں نے اسے دیکھا ہوتا تو ان کا کیا حال ہوتا؟ وہ جواب دیتے ہیں کہ اگر انہوں نے اسے دیکھا ہوتا تو اس سے بچنے میں وہ سب سے آگے ہوتے اور سب سے زیادہ اس سے خوف کھاتے۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان کو بخش دیا ہے۔

نبی کریم نے فرمایا کہ اس بات پر ان میں سے ایک فرشتہ کہتا ہے کہ یا اللہ! ان میں فلاں شخص بھی تھا جو ان ذکر کرنے والوں میں سے نہیں تھا، بلکہ وہ کسی ضرورت سے آ گیا تھا۔ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ (ذاکرین) وہ

لوگ ہیں جن کی مجلس میں بیٹھنے والا بھی نامراد نہیں رہتا۔“ (۱)

اسی طرح صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ فرمایا:

((وَمَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِي بَيْتٍ مِنْ بُيُوتِ اللَّهِ يَتْلُونَ كِتَابَ اللَّهِ وَيَتَدَارَسُونَ بَيْنَهُمْ إِلَّا نَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِينَةُ وَعَشِيَتْهُمْ الرَّحْمَةُ وَحَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ وَذَكَرَهُمُ اللَّهُ فِيمَنْ عِنْدَهُ))

”اللہ کے گھروں (مسجدوں) میں سے جس کسی گھر میں کچھ لوگ جمع ہو کر اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتے اور ایک دوسرے کو پڑھتے پڑھاتے ہیں، وہاں (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) سکینت نازل ہوتی ہے اور انہیں اللہ کی رحمت ڈھانپ لیتی ہے اور فرشتے ان کے گرد گھیرا ڈال لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ذکر ان (فرشتوں) کے پاس کرتے ہیں جو اللہ کے ہاں موجود ہیں۔“ (۲)

تلاوت قرآن کے وقت فرشتوں کی آمد:

حضرت اسید بن حفص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک رات وہ سورہ برآة کی تلاوت کر رہے تھے اور ان کا گھوڑا ان کے پاس ہی بندھا ہوا تھا۔ اتنے میں گھوڑا بدکنے لگا تو انہوں نے تلاوت بند کر دی تو گھوڑا بھی رک گیا۔ پھر انہوں نے تلاوت شروع کی تو گھوڑا پھر بدکنے لگا۔ اس مرتبہ بھی جب انہوں نے تلاوت بند کی تو گھوڑا بھی خاموش ہو گیا۔ تیسری مرتبہ انہوں نے جب تلاوت شروع کی تو گھوڑا پھر بدکننا شروع ہو گیا۔ ان کے بیٹے یحییٰ چونکہ گھوڑے کے قریب ہی (لیٹے) تھے اس لیے اس خوف سے کہ کہیں گھوڑا ان کے بیٹے کو تکلیف نہ پہنچائے، انہوں نے تلاوت بند کر دی اور بچے کو وہاں سے ہٹا دیا۔ پھر اوپر نظر اٹھائی تو کچھ نہ دکھائی دیا۔ (اس سے پہلے انہیں اوپر آسمان پر ایک روشنی چھتری نظر آئی تھی) صبح کے وقت یہ واقعہ انہوں نے نبی اکرمؐ سے بیان کیا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

”ابن حفص! تم پڑھتے رہتے، تلاوت بند نہ کرتے (تو بہتر تھا) انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے ڈر لگا کہ کہیں گھوڑا میرے بچے یحییٰ کو نہ کچل ڈالے کیونکہ وہ گھوڑے کے بالکل قریب پڑا تھا۔ میں نے سر اوپر

(۱) [صحیح بخاری: کتاب الدعوات: باب فضل ذکر اللہ عزوجل (ح-۶۴۰۸) صحیح مسلم: کتاب الذکر

والدعا: باب فضل مجالس الذکر (ح-۲۶۸۹) مسلم کی روایت میں ہے کہ جب محفل برخواست ہوتی ہے تو فرشتے

آسمان پر (رب کے پاس) چلے جاتے ہیں اور پھر اللہ تعالیٰ ان سے یہ سوال کرتے ہیں |

(۲) [صحیح مسلم: ایضاً باب فضل الاجتماع علی تلاوة القرآن وعلی الذکر (ح-۲۶۹۹) |

اٹھایا اور پھر یحییٰ کی طرف گیا۔ پھر میں نے سر آسمان کی طرف اٹھایا تو ایک چھتری نما چیز نظر آئی جس میں روشن چراغ تھے۔ پھر جب میں دوبارہ باہر آیا تو میں نے اس چیز کو نہیں دیکھا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: تمہیں معلوم ہے کہ وہ کیا چیز تھی؟ اسید رضی اللہ عنہ نے عرض کیا نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ فرشتے تھے جو تمہاری آواز سننے کے لیے قریب ہو رہے تھے۔ اگر تم رات بھر پڑھتے رہتے تو صبح تک اور لوگ بھی انہیں دیکھتے کیونکہ یہ (وہ فرشتے تھے جو) لوگوں سے چھپتے نہیں۔“ (۱)

ایمان والوں سے فرشتوں کا مصافحہ!

تلاوت قرآن، دینی تعلیم اور ذکر باری تعالیٰ وغیرہ جیسے نیک اعمال کے وقت فرشتے اہل ایمان کے قریب آتے ہیں۔ اگرچہ یہ دکھائی نہیں دیتے مگر نبی اکرم ﷺ کے بعض فرامین سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر انسان ایمان و تقویٰ کی انتہائی اعلیٰ حالت کو پہنچ جائے تو فرشتے اس کے پاس آ کر اس سے مصافحہ کریں۔ مگر ایسی حالت چونکہ انبیاء ہی کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حاصل ہوئی تھی اس لیے فرشتے انبیاء و رسل کے پاس اس انداز میں آیا کرتے تھے جب کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جیسے پاکباز نفوس بھی اس سے محروم رہے جیسا کہ حضرت حذقلہ اسدی رضی اللہ عنہ، جو کاتبین وحی میں سے تھے، فرماتے ہیں کہ

”مجھے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، طلحہ اور فرمانے لگے: حذقلہ کیا حال ہے؟ حضرت حذقلہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا: حذقلہ تو منافق ہو گیا ہے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: سبحان اللہ! تم کیا کہہ رہے ہو؟ حذقلہ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا: جب ہم اللہ کے رسول ﷺ کے پاس ہوتے ہیں اور آپ جنت اور جہنم کا تذکرہ فرماتے ہیں تو ہماری یہ حالت ہوتی ہے کہ گویا ہم جنت اور جہنم کو دیکھ رہے ہیں اور جب ہم آپ ﷺ کی مجلس سے نکل کر اہل وعیال وغیرہ کے پاس جاتے ہیں تو اکثر باتیں بھول جاتے ہیں (یعنی پھر دنیا میں مشغول ہو کر آخرت بھول جاتے ہیں) حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اللہ کی قسم! ہماری بھی یہی حالت ہے۔ پھر میں اور ابو بکر رضی اللہ عنہ، اللہ کے رسول ﷺ کے پاس جاتے ہیں اور میں کہتا ہوں: یا رسول اللہ! حذقلہ رضی اللہ عنہ، تو منافق ہو گیا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: کیوں؟ میں

(۱) [صحیح بخاری: کتاب الفضائل: باب نزول السکینة و الملائكة عند قراءة القرآن (ح- ۵۰۱۸) صحیح

مسلم: کتاب صلاة المسافرين: باب نزول السکینة لقراءة القرآن (ح- ۷۹۶)]

نے کہا: اے اللہ کے رسول! جب ہم آپ کے پاس ہوتے ہیں اور آپ جنت اور جہنم کا تذکرہ فرماتے ہیں تو ہماری یہ حالت ہوتی ہے کہ گویا ہم جنت اور جہنم کو دیکھ رہے ہیں اور جب ہم آپ ﷺ کی مجلس سے نکل کر اہل وعیال وغیرہ کے پاس جاتے ہیں تو اکثر باتیں بھول جاتے ہیں (یعنی پھر دنیا میں مشغول ہو کر آخرت بھول جاتے ہیں) تو اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ ! إِنْ لَوْ تَلَوُْمُونَ عَلَيَّ مَا تَكُونُونَ عِنْدِي وَفِي الذِّكْرِ لَصَافِحْتُمْ الْمَلَائِكَةَ عَلَيَّ فُرُشَكُمْ وَفِي طُرُقِكُمْ وَلَكِنْ يَاحْنُظَلَّةُ ! سَاعَةً وَسَاعَةً ، ثَلَاثَ مَرَّاتٍ))

”اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اگر تم ہمیشہ (ایمان کی) اسی حالت میں رہو جس پر تم میرے پاس ہوتے ہو تو فرشتے تمہارے بستروں اور تمہارے راستوں پر آ کر تم سے مصافحہ کریں، لیکن اے حنظلہ! یہ الگ الگ حالتیں ہیں۔ آپ ﷺ نے تین مرتبہ یہ بات فرمائی۔“^(۱)

اسی طرح ایک اور روایت میں رضی اللہ عنہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((لَوْ أَنْكُمْ تَكُونُونَ كَمَا عِنْدِي لِأُظَلَّتْكُمْ الْمَلَائِكَةُ بِاجْتِهَاتِكُمْ))

”اگر تم اسی حالت میں رہو جس پر میرے پاس ہوتے ہو تو فرشتے تم پر اپنے پروں سے سایہ ہی کیے رکھیں۔“^(۲)

صبح وشام فرشتوں کی آمد و رفت:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((يَتَعَابَسُونَ فِيكُمْ مَلَائِكَةٌ بِاللَّيْلِ وَمَلَائِكَةٌ بِالنَّهَارِ وَيَجْتَمِعُونَ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ وَصَلَاةِ الْعَصْرِ ثُمَّ يَرْجُ الَّذِينَ بَاتُوا فِيكُمْ فَيَسْأَلُهُمْ رَبُّهُمْ وَهُوَ أَعْلَمُ بِهِمْ ، كَيْفَ تَرَكْتُمْ عِبَادِي ؟ فَيَقُولُونَ تَرَكْنَاهُمْ وَهُمْ يَصَلُونَ وَاتَيْنَاهُمْ يَصَلُونَ))^(۳)

”رات کے فرشتوں اور دن کے فرشتوں کی تمہارے پاس آمد و رفت مسلسل جاری رہتی ہے اور فجر اور عصر کی نمازوں میں (رات اور دن کے فرشتوں کا) اکٹھ ہوتا ہے۔ پھر تمہارے پاس رات بھر رہنے والے

(۱) [صحیح مسلم: کتاب التوبة: باب فضل دوام الذکر والفکر فی امور الآخرة... (ح- ۲۷۵۰)]

(۲) [صحیح سنن ترمذی للالبانی (ح- ۱۹۹۴)]

(۳) [بخاری: کتاب مواقیب الصلاة: باب فضل صلاة العصر (ح- ۵۵۵) صحیح مسلم (ح- ۶۲۶)]

فرشتے جب اوپر چڑھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ پوچھتے ہیں حالانکہ وہ ان سے بہت زیادہ اپنے بندوں کے متعلق جانتے ہیں، کہ میرے بندوں کو تم کس حال میں چھوڑ کر آئے ہو۔ وہ جواب دیتے ہیں کہ ہم نے جب انہیں چھوڑا تو وہ (فجر کی) نماز پڑھ رہے تھے۔ اور جب ان کے پاس گئے تھے، تب بھی وہ (عصر کی) نماز پڑھ رہے تھے۔“

فرشتوں کی یہ گواہی ان لوگوں کے بارے میں ہوگی جو وقت پر نماز ادا کرتے ہیں اور یہ ان کی خوش قسمتی ہے، جب کہ بے نماز اس گواہی سے محروم رہتے ہیں اور ان کا نماز نہ پڑھنے کا گناہ کبیرا ماکتابین (اعمال لکھنے والے فرشتے) نوٹ کر لیتے ہیں۔

خواب میں فرشتوں کا دیدار:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ

”اللہ کے رسول ﷺ کے دور میں لوگ خواب دیکھتے اور اسے آنحضرتؐ سے بیان کرتے اور آپؐ حسبِ مشیت الہی ان کی تعبیر فرماتے۔ میں اس وقت نو عمر تھا اور میرا گھر مسجد ہی تھی اور یہ میری شادی سے پہلے کی بات ہے۔ میں نے اپنے دل میں سوچا کہ اگر تجھ میں کوئی خیر ہوتی تو تو بھی ان لوگوں کی طرح خواب دیکھتا۔ چنانچہ جب میں ایک رات لیٹا تو میں نے کہا: اے اللہ! اگر تو میرے اندر کوئی خیر و بھلائی جانتا ہے تو مجھے بھی کوئی خواب دکھا۔ میں اسی حال میں سو گیا اور دیکھا کہ میرے پاس دو فرشتے آئے ہیں، ان میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں لوہے کا ہتھوڑا تھا اور وہ مجھے جہنم کی طرف لے چلے جب کہ میں ان دونوں فرشتوں کے درمیان تھا اور (مارے خوف کے) اللہ سے دعا کرتا جا رہا تھا کہ اے اللہ! میں جہنم سے تیری پناہ مانگتا ہوں، پھر مجھے دکھایا گیا کہ ایک اور فرشتہ مجھ سے ملاقات کرتا ہے اور کہتا ہے کہ ڈرو نہیں، تم کتنے اچھے آدمی ہو، اگر تم نماز اور زیادہ پڑھو۔ پھر وہ مجھے لے کر چلے اور جہنم کے کنارے لے جا کر مجھے کھڑا کر دیا۔ میں نے دیکھا کہ جہنم ایک گول کنویں کی طرح ہے اور کنویں کے منکوں (ڈول) کی طرح اس کے بھی منکے (ڈول) تھے اور ہر دو منکوں کے درمیان ایک فرشتہ تھا جس کے ہاتھ میں لوہے کا ایک ہتھوڑا تھا اور میں نے جہنم میں کچھ لوگ دیکھے جنہیں زنجیروں میں باندھ کر لٹے منہ لٹکا دیا گیا تھا۔ ان میں بعض قریشی لوگ بھی تھے جنہیں میں نے پہچان لیا۔ پھر یہ

فرشتے مجھے دائیں جانب لے کر چل دیئے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے بعد میں یہ خواب اپنی بہن حفصہ رضی اللہ عنہا (جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مکرمہ تھیں) کے سامنے بیان کیا اور انہوں نے آگے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا:

((ان عبد اللہ رجل صالح))

”یقیناً عبداللہ ایک نیک آدمی ہے۔“ (کاش یہ تہجد اور دیگر نوافل کا خاص اہتمام کریں۔ حضرت نافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد حضرت عبداللہ نے نوافل بکثرت پڑھنا شروع کر دیے) ^(۱)

فرشتے اہل ایمان کو بشارتیں دیتے ہیں:

پچھلے صفحات میں یہ بات گزر چکی ہے کہ فرشتے انبیاء و رسل کو بشارتیں دینے آیا کرتے تھے۔ جب کہ بعض دیگر دلائل سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل ایمان کو بھی فرشتے خوشخبریاں اور بشارتیں سنانے کے لیے تشریف لاتے ہیں مثلاً صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”ایک آدمی کسی دوسرے علاقے میں اپنے کسی (دینی) بھائی سے ملاقات کے لیے جا رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے راستے میں ایک فرشتے کو بٹھا دیا۔ جب وہ آدمی اس جگہ سے گزرا تو فرشتے نے اس سے کہا: تم کہاں جا رہے ہو؟ اس شخص نے کہا کہ میں اس بستی میں اپنے بھائی سے ملاقات کے لیے جا رہا ہوں۔ فرشتے نے کہا: تم پر اس نے کوئی احسان کیا تھا جسے تم نبھانے جا رہے ہو؟ اس شخص نے کہا کہ اس نے مجھ پر کوئی احسان نہیں کیا بلکہ میں تو صرف اس لیے اس کے پاس جا رہا ہوں کہ مجھے اللہ کی خاطر اس سے محبت ہے۔ فرشتے نے کہا کہ پھر (خوش ہو جاؤ کیونکہ) میں اللہ کی طرف سے تمہارے پاس (یہ پیغام دے کر) بھیجا گیا ہوں کہ اللہ تعالیٰ بھی تم سے اسی طرح محبت کرتے ہیں جس طرح تم اس شخص سے اللہ کی خاطر محبت کرتے ہو۔“ ^(۲)

اسی طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت جبریل

(۱) [صحیح بخاری: کتاب التعبیر: باب الامن و ذهاب الروع فی المنام (ح ۲۸، ۲۹، ۷۰، ۷۱) صحیح مسلم:

کتاب فضائل الصحابة: باب من فضائل عبد اللہ بن عمر (ح ۲۴۷۹) مسلم کی روایت میں ہے کہ حضرت سالم بن

عبداللہ فرماتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد حضرت عبداللہ بن عمر نے رات کو نیند کم کر دی۔ (تا کہ بکثرت نوافل ادا کر سکیں)]

(۲) [صحیح مسلم: کتاب البر والصلة: باب فضل الحب فی اللہ تعالیٰ (ح ۲۰۶۷)]

تشریف لائے اور کہنے لگے:

”اے اللہ کے رسول! یہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کے پاس ایک برتن لے کر آ رہی ہیں جس میں سالن یا کھانا یا پانی ہے۔ جب یہ آپ کے پاس آئیں تو آپ انہیں ان کے پروردگار اور میری طرف سے سلام کہیے اور انہیں بشارت دیجیے کہ ان کے لیے جنت میں ایک خولدار موتی کا محل ہے جس میں نہ شور و غوغا ہوگا اور نہ ہی تھکاوٹ اور تکلیف۔“ (۱)

اسی طرح قرآن مجید میں ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ نَحْنُ أَوْلِيَاكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهُى أَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدْعُونَ﴾ [سورة حم السجده: ۳۰، ۳۲]

”جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر وہ اس پر ڈٹ گئے، ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں اور ان سے کہتے ہیں کہ نہ ڈرو اور نہ غمگین ہو اور اس جنت کی خوشی مناؤ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے۔ ہم دنیا کی زندگی میں بھی تمہارے دوست ہیں اور آخرت میں بھی۔ وہاں تمہارا جوجی چاہے گا تمہیں ملے گا اور جو کچھ مانگو گے وہ تمہارا ہوگا۔“

اس آیت کی تفسیر میں مولانا مودودی رقم طراز ہیں کہ

”فرشتوں کا یہ نزول ضروری نہیں ہے کہ کسی محسوس صورت میں ہو اور اہل ایمان انہیں آنکھوں سے دیکھیں یا ان کی آواز کانوں سے سنیں۔ اگرچہ اللہ جل شانہ جس کے لیے چاہے فرشتوں کو علانیہ بھی بھیج دیتا ہے، لیکن بالعموم اہل ایمان پر خصوصاً سخت وقتوں میں جب کہ دشمنانِ حق کے ہاتھوں وہ بہت تنگ ہو رہے ہوں، ان کا نزول غیر محسوس طریقے سے ہوتا ہے، اور ان کی باتیں کان کے پردوں سے ٹکرانے کی بجائے دل کی گہرائیوں میں سکینت و اطمینانِ قلب بن کر اترتی ہیں۔ بعض مفسرین نے فرشتوں کے اس نزول کو موت کے وقت، یا قبر، یا میدانِ حشر کے لیے مخصوص سمجھا ہے۔ لیکن اگر ان حالات پر غور کیا جائے جن میں یہ آیات نازل ہوئی ہیں، تو اس میں کچھ شک نہیں رہتا کہ یہاں اس معاملہ کو بیان کرنے کا اصل مقصد اس زندگی میں دینِ حق کی سر بلندی کے لیے جانیں لڑانے والوں پر فرشتوں کے

(۱) [صحیح بخاری: کتاب مناقب الانصار: باب تزویج النبیؐ خدیجہ وفضلہا (ح- ۳۸۲۰) صحیح مسلم (ح- ۲۳۲) ۱]

نزول کا ذکر کرنا ہے، تاکہ انہیں تسکین حاصل ہو، اور ان کی ہمت بندھے اور ان کے دل اس احساس سے مطمئن ہو جائیں کہ وہ بے یار و مددگار نہیں ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے ان کے ساتھ ہیں۔ اگرچہ فرشتے موت کے وقت بھی اہل ایمان کا استقبال کرنے آتے ہیں، اور قبر (عالم برزخ) میں بھی وہ ان کی پذیرائی کرتے ہیں، اور جس روز قیامت قائم ہوگی اس روز بھی ابتدائے حشر سے جنت میں پہنچنے تک وہ برابر ان کے ساتھ لگے رہیں گے، لیکن ان کی یہ معیت اسی عالم کے لیے مخصوص نہیں بلکہ اس دنیا میں بھی وہ جاری ہے۔ سلسلہ کلام صاف بتا رہا ہے کہ حق و باطل کی کشمکش میں جس طرح باطل پرستوں کے ساتھی شیاطین و اشرار ہوتے ہیں اسی طرح اہل ایمان کے ساتھی فرشتے ہوا کرتے ہیں۔ ایک طرف باطل پرستوں کو ان کے ساتھی ان کے کروتوت خوشنما بنا کر دکھاتے ہیں اور انہیں یقین دلاتے ہیں کہ حق کو نیچا کرنے کے لیے جو ظلم و ستم اور بے ایمانیاں تم کر رہے ہو، یہی تمہاری کامیابی کے ذرائع ہیں اور انہی سے دنیا میں تمہاری سرداری محفوظ رہے گی۔ دوسری طرف حق پرستوں کے پاس اللہ کے فرشتے آ کر وہ پیغام دیتے ہیں جو آگے کے فقروں میں ارشاد ہو رہا ہے۔ یہ بڑے جامع الفاظ ہیں جو دنیا سے لے کر آخرت تک ہر مرحلے میں اہل ایمان کے لیے تسکین کا ایک نیا مضمون اپنے اندر رکھتے ہیں۔ اس دنیا میں فرشتوں کی اس تلقین کا مطلب یہ ہے کہ باطل کی طاقتیں خواہ کتنی ہی بالادست اور چیرہ دست ہوں، ان سے ہرگز خوف زدہ نہ ہو اور حق پرستی کی وجہ سے جو تکلیفیں اور محرومیاں بھی تمہیں سنبھانی پڑیں، ان پر کوئی رنج و غم نہ کرو، کیونکہ آگے تمہارے لیے وہ کچھ ہے جس کے مقابلے میں دنیا کی ہر نعمت بیچ ہے۔ یہی کلمات جب موت کے وقت فرشتے کہتے ہیں تو ان کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ آگے جس منزل کی طرف تم جا رہے ہو وہاں تمہارے لیے کسی خوف کا مقام نہیں ہے، کیونکہ وہاں جنت تمہاری منتظر ہے، اور دنیا میں جن کو تم چھوڑ کر جا رہے ہو ان کے لیے تمہیں رنجیدہ ہونے کی کوئی ضرورت نہیں، کیونکہ یہاں ہم تمہارے دلی رفیق ہیں۔ عالم برزخ اور میدان حشر میں جب فرشتے یہی کلمات کہیں گے تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ یہاں تمہارے لیے چین ہی چین ہے، دنیا کی زندگی میں جو حالات تم پر گزر رہے ان کا غم نہ کرو اور آخرت میں جو کچھ پیش آنے والا ہے اس کا خوف نہ کھاؤ، اس لیے کہ ہم تمہیں اس جنت کی بشارت دے رہے ہیں جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔“^(۱)

(۱) [تفہیم القرآن (۴/۴۵۵)]

درو پڑھنے والوں کا درود نبیؐ تک پہنچاتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((ان لله ملائكة سياحين في الارض يبلغوني عن امتي السلام))

”اللہ تعالیٰ کے بعض فرشتے ایسے ہیں جو زمین میں چلتے پھرتے ہیں اور میری امت کی طرف سے درود و سلام مجھ تک پہنچاتے ہیں۔“^(۱)

جنگوں میں اہل ایمان کا ساتھ:

اگر حق کی خاطر اہل ایمان کفار کے خلاف برسر پیکار ہوں تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کے ذریعے اہل ایمان کی مدد فرماتے ہیں جیسا کہ جنگ بدر کے موقع پر اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کی مدد کے لیے فرشتوں کو نازل فرمایا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِذْ تَسْتَعِيْثُوْنَ رَبُّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اِنِّيْ مُّمِدُّكُمْ بِالْفِ مِنْ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ ﴾

”جب تم اپنے رب سے مدد مانگ رہے تھے تو اس نے تمہاری فریاد سنتے ہوئے کہا کہ میں ایک ہزار فرشتوں سے تمہاری مدد کروں گا جو سلسلہ وار چلے آئیں گے۔“ [سورۃ الانفال: ۹]

﴿ وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرِ وَاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُشْكُرُوْنَ اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَلَنْ يُكْفِيْكُمْ اَنْ يُمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلَاثَةِ اَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ بَلٰى اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوا وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا يُضِدُّكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ وَمَا جَعَلَ اللّٰهُ الْاَبْشُرٰى لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهِ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ﴾

”(جنگ) بدر میں اللہ تعالیٰ نے عین اس وقت تمہاری مدد فرمائی تھی جب کہ تم نہایت گری ہوئی حالت میں تھے، اس لیے اللہ ہی سے ڈرو تا کہ تمہیں شکرگزاری کی توفیق ہو۔ (اور) جب آپ مومنوں کو تسلی دے رہے تھے کہ کیا آسمان سے تین ہزار فرشتے اتار کر اللہ تعالیٰ کا تمہاری مدد کرنا تمہیں کافی نہ ہوگا؟ کیوں نہیں! بلکہ اگر تم صبر و پرہیزگاری کرو اور یہ لوگ اسی دم تمہارے پاس آجائیں تو تمہارا رب

(۱) [مشکاة المصابیح (ح- ۹۲۴) شیخ البانیؒ فرماتے ہیں کہ ”اس کی سند صحیح ہے اور امام حاکم اور امام ڈھیمی نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔“ باقی رہی یہ بات کہ یہ سلام اور درود کس طرح آنحضرتؐ تک پہنچایا جاتا ہے تو اس کی حقیقت ہم نہیں جانتے۔ واللہ اعلم]

تمہاری امداد پانچ ہزار فرشتوں سے کرے گا جو نشان دار ہوں گے۔ (یعنی ان کی مخصوص علامت ہوگی جس سے تم انہیں پہچان لو گے) یہ بات اللہ نے تمہیں اس لیے بتادی ہے تاکہ تم خوش ہو جاؤ اور تمہارے دل مطمئن ہو جائیں ورنہ فتح و نصرت جب بھی ہو اللہ ہی کی طرف سے ہوتی ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ بڑا زبردست اور حکمت والا ہے۔“ [سورۃ آل عمران: ۱۲۳ تا ۱۲۶]

جنگ بدر میں کتنے فرشتے شریک ہوئے؟

سورۃ انفال میں فرشتوں کی تعداد ایک ہزار بتائی گئی ہے جب کہ سورۃ آل عمران میں تین ہزار اور پانچ ہزار بتائی گئی ہے جس سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جنگ بدر میں ایک ہزار فرشتوں نے شرکت کی تھی یا تین ہزار نے یا پانچ ہزار نے؟

اس کے جواب میں مفسرین میں اختلاف رائے ہے۔ ایک گروہ کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد کے لیے پہلے ایک ہزار فرشتے بھیجے، پھر دو ہزار اور بھیجے اور کل تین ہزار ہو گئے، پھر دو ہزار اور بھیج دیئے اور اس طرح کل فرشتے پانچ ہزار ہو گئے۔ امام طبری، قرطبی وغیرہ نے یہ رائے دی ہے، اسے ہی حافظ ابن کثیر نے یہ کہتے ہوئے اختیار کیا ہے کہ اس سے سورۃ انفال اور سورۃ آل عمران کی آیات میں تطبیق ہو جاتی ہے۔ جب کہ بعض مفسرین کے بقول صرف ایک ہزار فرشتے جنگ بدر میں شریک ہوئے تھے جیسا کہ مولانا عبدالرحمن کیلانیؒ اپنی تفسیر میں رقمطراز ہیں کہ

”جنگ بدر میں قلیل تعداد اور کمزور اور نپتے مسلمانوں کو ڈھارس بندھانے کی خاطر اللہ تعالیٰ نے ایک ہزار فرشتے میدان بدر میں بھیج دیئے جیسا کہ سورۃ انفال کی آیت: فاستجابکم انی. ممدکم بالف من الملائکة مردفین سے معلوم ہوتا ہے۔ پھر جب جنگ بدر میں ہی یہ مشہور ہوا کہ مکہ سے مزید کمک پہنچ رہی ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایسی صورت میں ہم تین یا پانچ ہزار فرشتے بھیج دیں گے۔ پھر چونکہ کافروں کے لیے مکہ سے کوئی مزید کمک نہ پہنچی تو اور فرشتے بھی نہ آئے۔ البتہ ایک ہزار فرشتوں کی میدان بدر میں شرکت قرآن پاک سے ثابت ہے۔“ [تیسیر القرآن: (ج ۱ ص ۲۸۴)]

فرشتوں کی شرکت کا انکار کرنے والے!

بعض لوگوں نے جنگ بدر میں فرشتوں کی آمد سے انکار کیا ہے، ایسے لوگوں کا رد کرتے ہوئے مولانا موصوف رقمطراز ہیں کہ

”ان سب باتوں کے علی الرغم معتزلہ اور ان کے جانشینوں نے بدر میں فرشتوں کی آمد سے انکار کیا ہے۔ یہ لوگ احادیث کو درخور اعتناء سمجھتے ہی نہیں اور قرآن کی آیات کی یہ تاویل کر لیتے ہیں کہ قرآن میں تو کہیں نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فی الواقع فرشتے بھیجے تھے بلکہ رسول کا قول نقل کیا ہے کہ جنگ کے وقت رسولؐ نے مسلمانوں سے اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے کی خاطر یہ فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ ایسا بھی کر سکتا ہے۔ پھر اس کے بعد جو عقلی دلائل دیتے ہیں وہ اس قسم کے ہیں کہ: ”کسی قوم کو ہلاک کرنے کے لیے تو ایک فرشتہ بھی کافی ہے پھر ہزاروں کی کیا ضرورت تھی؟“ یا یہ کہ ”اگر فرشتوں سے ہی کام لینا تھا تو صرف ملک الموت ہی کافی تھا، جو سب کی رو میں قبض کر لیتا بلکہ اگر ایسا ہی معاملہ تھا تو اللہ تعالیٰ نے کافر پیدا ہی کیوں کیے؟“ یا یہ کہ ”فرشتے اگر اجسامِ کثیفہ تھے تو ان میں طاقت ہی کیا تھی جو کسی کو قتل کرتے“ وغیر ذلك من الخرافات!۔ ان دلائل میں جتنا وزن ہے وہ آپ بھی دیکھ رہے ہیں لہذا ہم ان کے جواب میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہتے جو اللہ کی حکمت بالغہ کے منافی ہیں اور ایسے اعتراضات تو شریعت کی ایک ایک بات پر کیے جاسکتے ہیں۔ معلوم نہیں کہ ان لوگوں کا اللہ اور اللہ کے کلام پر ایمان کس قسم کا ہے؟“ (ایضاً ص ۲۸۵)

واضح رہے کہ منکرین ملائکہ کے شبہات کا ازالہ ہم آخری باب میں بالتفصیل پیش کریں گے، ان شاء اللہ!

کیا فرشتوں نے جنگ میں حصہ لیا؟

بعض علماء یہ تو تسلیم کرتے ہیں کہ جنگ بدر میں فرشتے نازل ہوئے تھے مگر وہ یہ تسلیم نہیں کرتے کہ ان فرشتوں نے بھی باقاعدہ قتال میں حصہ لیا تھا مثلاً سورہ انفال کی مذکورہ آیت کے تحت مولانا مودودیؒ رقم طراز ہیں کہ

”جو اصولی باتیں ہم کو قرآن کے ذریعے سے معلوم ہیں ان کی بنا پر ہم یہ سمجھتے ہیں کہ فرشتوں سے قتال میں یہ کام نہیں لیا گیا ہوگا کہ وہ خود حرب و ضرب کا کام کریں بلکہ شاید اس کی صورت یہ ہوگی کہ کفار پر جو ضرب مسلمان لگائیں وہ فرشتوں کی مدد سے ٹھیک بیٹھے اور کاری لگے۔ واللہ اعلم بالصواب!“ (تفہیم القرآن، ج ۲ ص ۱۳۳)

ہمیں مولانا کی اس رائے سے اختلاف ہے اس لیے کہ کئی ایک صحیح احادیث سے یہ ثابت ہے کہ فرشتوں نے قتال میں براہ راست حصہ لیا تھا۔ آراہ اختصار چند احادیث ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

۱۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ بدر کے روز ایک (انصاری) مسلمان آدمی کسی کافر کے پیچھے دوڑ رہا تھا کہ اسے اوپر سے ایک کوڑے کی آواز آئی اور سوار کی بھی آواز آئی جو کہہ رہا تھا حیزوم! (یہ اس کے گھوڑے کا نام تھا) آگے بڑھ۔ اتنے میں اس مسلمان نے دیکھا کہ وہ کافر اس کے سامنے چت پڑا ہے۔ اس کی ناک پر (کوڑے کا) نشان تھا اور اس کا چہرہ پھٹ چکا تھا گویا کسی نے اسے کوڑے سے مارا ہے پھر اس کا سارا جسم ہی سبز ہو گیا۔ وہ انصاری مسلمان اللہ کے رسول ﷺ کے پاس آیا اور یہ واقعہ آپ کے سامنے بیان کیا تو آپ نے فرمایا کہ تم سچ کہتے ہو۔ یہ فرشتے تیسرے آسمان سے مدد کے لیے آئے تھے۔^(۱)

۲۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے جنگ بدر کے روز فرمایا:

((هَذَا جِبْرِيلُ آخِذٌ بِرَأْسِ قَوْمِهِ عَلَيْهِ إِذَاهُ الْحَرْبِ))^(۲)

”جبریل نے اپنے گھوڑے کو پیشانی سے پکڑ رکھا ہے اور ان کے پاس آلات حرب بھی ہیں۔“

جبریل کے پاس جو گھوڑا اور ہتھیار تھے، وہ اس بات کا قرینہ ہے کہ آپ بھی دیگر لوگوں کی طرح گھوڑا اور اسلحہ لے کر دشمن سے لڑائی کے لیے آئے تھے۔ اب اگر آپ نے لڑائی میں شرکت نہیں کی تو پھر اس گھوڑے اور اسلحہ کے ذکر کا کیا مطلب؟

۳۔ حضرت سہیل بن حنیف رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم نے جنگ بدر کے موقع پر دیکھا کہ ابھی ہم کسی مشرک کو قتل کرنے کے لیے تلوار اٹھاتے ہی تھے کہ اس کی گردن تلوار لگنے سے پہلے ہی جاگرتی تھی۔^(۳)

۴۔ اسی طرح جنگ اُحد میں بھی فرشتوں نے لڑائی میں حصہ لیا جیسا کہ صحیح بخاری میں حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ”میں نے اُحد کے روز اللہ کے رسول ﷺ کو دیکھا کہ آپ کے ساتھ سفید کپڑے پہنے ہوئے دو آدمی تھے جو آپ کی طرف سے (دشمن کے خلاف) بڑی سخت لڑائی کر رہے تھے۔ میں نے ان (دونوں) کو نہ اس سے پہلے کبھی دیکھا تھا اور نہ اس کے بعد کبھی دیکھا۔“^(۴)

(۱) {صحیح مسلم: کتاب الجہاد: باب الامداد بالملائكة فی غزوة بدر (ح ۱۷۶۳)}

(۲) {صحیح بخاری: کتاب المغازی: باب شہود الملائكة بدر (ح ۳۹۹۵)}

(۳) [تفسیر قرطبی^۲ (۱۸۹/۴) بحوالہ دلائل النبوة للبیہقی (۵۷ تا ۵۵/۳) امام قرطبی نے امام بیہقی کے حوالے سے ایک

اور روایت نقل کی ہے کہ جنگ بدر کے روز لوگ فرشتوں کے ہاتھوں مارے جانے والے کافروں کو اس طرح پہچان لیتے تھے کہ ان کی رگوں میں اور انگلیوں کے پورا آگ کے داغ سے اس طرح نشان زد ہوتے جس طرح کہ انہیں جلادیا گیا ہو۔۔۔۔۔

مشکلات میں اہل ایمان سے تعاون:

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ جس طرح مصائب و مشکلات اللہ کی طرف سے آتی ہیں اسی طرح اللہ ہی کے حکم سے یہ دور ہوتی ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

﴿وَإِنْ يَمْسَسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ﴾ [سورة يونس: ۱۰۷]

”اگر تمہیں اللہ کوئی تکلیف پہنچائیں تو اسے اس کے علاوہ اور کوئی دور کرنے والا نہیں۔“

اللہ تعالیٰ چونکہ ہر چیز پر قادر ہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ اگر چاہیں تو کسی ظاہر ذریعہ کے بغیر بھی انسان کی مشکلات کو دور فرما سکتے ہیں مگر عام طور پر ایسا نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ کوئی نہ کوئی ظاہری ذریعہ اور بہانہ بنا کر ایسا کرتے ہیں۔ کسی مومن کی مشکل دور کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کا اپنے فرشتوں کو بھیجنا بھی ایک ذریعہ ہے مگر یہ ذریعہ ہر مومن کے لیے اختیار نہیں کیا جاتا بلکہ کسی نبی اور رسول یا انتہائی متقی شخص کے لیے ہی ایسا کیا جاتا ہے اور وہ بھی شاذ و نادر۔ چونکہ احادیث میں ایسے واقعات ملتے ہیں، اس لیے ان سے انکار نہیں کیا جاسکتا مثلاً صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے حضرت ابراہیمؑ کے واقعہ میں مذکور ہے کہ ”حضرت ابراہیمؑ اپنی بیوی ام اسماعیل (ہاجرہ) اور بیٹے اسماعیلؑ کو ساتھ لے کر مکہ میں چلے آئے، اس وقت ہاجرہ حضرت اسماعیلؑ کو ابھی دودھ پلایا کرتی تھیں۔ ابراہیمؑ نے بیوی اور بیٹے دونوں کو ایک بہت بڑے درخت کے پاس بٹھا دیا یہ درخت اس جگہ تھا جہاں اب زمزم ہے۔ ان دنوں مکہ مکرمہ میں کوئی انسان نہیں بستا تھا اور نہ ہی وہاں کہیں پانی تھا۔ ابراہیمؑ نے ان دونوں کو وہیں چھوڑ دیا اور ان کے چمڑے کے ایک تھیلے میں کھجوریں اور ایک مشک میں پانی رکھ دیا پھر ابراہیمؑ واپس چل دیئے۔ (جب ابراہیمؑ اس طرح بے آب گیا صحرا میں انہیں چھوڑ کر واپس مڑے تو) اس وقت ان کی بیوی ان کے پیچھے پیچھے آئیں اور کہنے لگیں: اے ابراہیمؑ اس خشک جنگل میں جہاں کوئی بھی انسان اور کوئی بھی چیز موجود نہیں، آپ ہمیں چھوڑ کر کہاں جا رہے ہیں؟ انہوں نے کئی دفعہ اس بات کو دہرایا لیکن ابراہیمؑ ان کی طرف دیکھتے نہیں تھے۔ آخر کار حضرت ہاجرہ نے پوچھا: کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس بات کا حکم دیا ہے؟ ابراہیمؑ نے فرمایا: ہاں! اس پر حضرت ہاجرہ لپکا رانٹیں کہ پھر اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت کرے گا اور

... (۴) صحیح بخاری: کتاب المغازی: باب غزوة احد (۴۰۵) صحیح مسلم: کتاب الفضائل: باب اکرامہ

بقتال الملائكة معه (۲۳۰۶) مسلم کی روایت میں ہے کہ یہ جبریل اور میکائیل تھے [

ہمیں ہلاک نہیں کرے گا۔ چنانچہ وہ واپس آگئیں اور ابراہیمؑ وہاں سے روانہ ہو گئے اور جب آپ ثنیہ نامی پہاڑی پر پہنچے جہاں سے آپ کے یہ اہل و عیال دکھائی نہیں دیتے تھے تو ادھر رخ کیا جہاں اب کعبہ ہے (یعنی جہاں پر وہ باجرہ اور اسماعیلؑ کو چھوڑ کر آئے تھے) پھر آپ نے دونوں ہاتھ بلند کر کے یہ دعا مانگی!

”اے پروردگار! میں نے اپنی کچھ اولاد کو اس بے آب و دانہ میدان میں تیرے حرمت والے گھر کے پاس بسا دیا ہے۔ اے ہمارے پروردگار! یہ اس لیے کہ وہ نماز قائم کریں، پس تو کچھ لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل کر دے اور انہیں پھلوں کا رزق عنایت فرماتا کہ یہ شکرگزار کریں۔“ (سورۃ ابراہیم: ۳۱)

ادھر اسماعیلؑ کی والدہ انہیں دودھ پلانے لگیں اور خود پانی پینے لگیں، آخر جب مشک کا سارا پانی ختم ہو گیا تو وہ بھی پیاسی ہو گئیں اور ان کے لخت جگر بھی پیاس سے بلکنے لگے۔ وہ اب دیکھ رہی تھیں کہ ان کا لخت جگر شدت پیاس سے بلک رہا ہے وہ وہاں سے ہٹ گئیں کیونکہ اس حالت میں بچے کو دیکھنے سے ان کا دل بے چین ہو رہا تھا۔ قریب ہی صفا پہاڑی تھی چنانچہ وہ (پانی کی تلاش میں) اس پر چڑھ گئیں اور وادی کی طرف رخ کر کے دیکھنے لگیں کہ شاید کہیں کوئی انسان نظر آئے لیکن انہیں کوئی انسان نظر نہ آیا، وہ صفا سے اتر گئیں اور جب وادی میں پہنچیں تو اپنا دامن اٹھالیا (تاکہ دوڑے وقت الجھن نہ ہو) اور کسی پریشان حال کی طرح دوڑنے لگیں۔ پھر وادی سے نکل کر مروہ پہاڑی پر آئیں اور اس پر کھڑی ہو کر دیکھنے لگیں کہ کہیں کوئی انسان نظر آئے لیکن (ادھر بھی) کوئی نظر نہ آیا اسی طرح انہوں نے (صفا اور مروہ پر) سات چکر لگائے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”حج کے موقع پر صفا و مروہ کے درمیان (لوگوں کے لیے سعی کرنا اسی لیے مشروع ہوا۔“ (یعنی حج کو حصہ بنا)

پھر جب (ساتویں مرتبہ) وہ مروہ پہاڑی پر چڑھیں تو انہیں ایک آواز سنائی دی۔ انہوں نے اپنے آپ سے کہا: خاموش! پھر آواز کی طرف کان لگا دیئے اور کہا: ”تمہاری آواز میں نے سنی ہے، اگر تم میری کوئی مدد کر سکتے ہو تو کرو۔“ آپ دیکھتی ہیں کہ جہاں اب زمزم (کا چشمہ) ہے، وہاں ایک فرشتہ موجود ہے۔ فرشتے نے اپنی ایڑھی سے زمین میں گڑھا کر دیا (یا راوی نے یہ کہا کہ فرشتے نے اپنے پر سے گڑھا کر دیا) جس سے وہاں پانی اہل آیا۔ حضرت باجرہ نے اسے اپنے ہاتھ سے حوض کی شکل میں بنا دیا (تاکہ پانی بہنے نہ پائے) اور چلو سے اپنے مشکیزہ میں پانی ڈالنے لگیں۔ مشکیزہ بھرنے کے

بعد بھی پانی اُبلتا رہا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ ام اسماعیل پر رحم فرمائے اگر وہ زمزم کو یونہی چھوڑ دیتی (یعنی حوض نہ بناتیں) تو زمزم ایک بہتے ہوئے چشمے کی صورت میں ہوتا۔“ (یعنی جہاں سے پانی گزرتا وہ جگہ ہمیشہ کے لیے جاری نہر کی شکل اختیار کر لیتی) راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما مزید فرماتے ہیں کہ

”پھر حضرت ہاجرہ نے خود بھی پانی پیا اور اپنے بیٹے کو بھی پلایا۔ اس کے بعد ان سے فرشتے نے کہا کہ اپنے برباد ہونے کا خوف ہرگز نہ کرنا کیونکہ یہیں خدا کا گھر ہوگا جسے یہ بچہ اور اس کا باپ تعمیر کریں گے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ضائع نہیں کرتا۔“ (۱)

اسی طرح طائف کے موقع پر اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی مدد کے لیے پہاڑوں کے فرشتے کو نازل فرمایا تھا۔ اس کے علاوہ بھی اس نوعیت کے بعض واقعات مل جاتے ہیں، تاہم فرشتوں کی مدد کا یہ معنی نہیں کہ انسان اللہ کو چھوڑ کر انہیں اپنی مدد کے لیے پکارنا شروع کر دے بلکہ ہمیں یہی تعلیم دی گئی ہے کہ ہم ہر حال میں اللہ تعالیٰ کو پکاریں اور اسی سے فریاد کریں پھر یہ الگ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری پکار کو قبول کرتے ہوئے براہ راست ہماری مدد فرماتے ہیں یا کسی ذریعہ سے۔

ایک شہید پر فرشتوں کا سایہ:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میرے والد شہید ہوئے تو میں روتے ہوئے گیا تا کہ اپنے والد کے منہ سے کپڑا ہٹا کر دیدار کروں۔ (چونکہ میرے والد کی لاش کا کافروں نے مثلہ کر دیا تھا اس لیے) لوگوں نے مجھے لاش دیکھنے سے روک دیا لیکن نبی اکرم ﷺ نے مجھے منع نہ فرمایا، (جب ان کا جنازہ اٹھایا گیا تو) اسی اثنا میری پھوپھی فاطمہ رونا شروع ہو گئیں تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم رو رہی ہو یا آپ نے کہا تم رونا بند کر دو (راوی کو شک ہے کہ ان دونوں جملوں میں سے کون سا جملہ آپ نے فرمایا) کیونکہ اس کا جنازہ اٹھائے جانے تک فرشتے اپنے پروں سے اس پر سایہ کئے رہے ہیں۔ (۲)

فرشتے مکہ اور مدینہ کے مومنوں کو دجال سے محفوظ رکھیں گے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(۱) [صحیح بخاری: کتاب احادیث الانبیاء۔ باب یرفون، النسلان فی المشی (ح ۲۳۶۴)] یہ فرشتہ کون تھا؟ اس

بارے دیگر روایات میں ہے کہ یہ حضرت جبریل تھے۔ [ایضاً (ح ۲۳۶۵)]

(۲) [بخاری: کتاب الجنائز: باب الدخول علی المیت (۱۲۴۴) نیز (۱۲۹۳) کتاب الجہاد (۲۸۱۶-۴۰۸۰)]

((لَيْسَ مِنْ بَلَدٍ إِلَّا سَيَطُوهُ الدَّجَالُ إِلَّا مَكَّةَ وَالْمَدِينَةَ لَيْسَ لَهُ مِنْ نِقَابِهَا نَقْبٌ إِلَّا عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ صَافِينَ يَخْرُسُونَهَا ثُمَّ تَرْجُفُ الْمَدِينَةَ بِأَهْلِهَا ثَلَاثَ رَجَفَاتٍ فَيُخْرِجُ اللَّهُ (اليه) كُلُّ كَافِرٍ وَمُنَافِقٍ))

”مکہ اور مدینہ کے سوا ہر شہر کو دجال روند ڈالے گا۔ ان (مکہ و مدینہ) کی ہر گھاٹی پر صف بستہ فرشتے کھڑے ہوں گے جو ان کی حفاظت کریں گے پھر مدینہ کی زمین تین مرتبہ کانپے گی جس سے ایک ایک کافر اور منافق کو اللہ تعالیٰ اس میں سے باہر نکال (کردجال کی طرف بھیج) دے گا۔“^(۱)

ملکِ شام کے مسلمان اور فرشتے:

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((يَا طُوبَى لِلشَّامِ يَا طُوبَى لِلشَّامِ يَا طُوبَى لِلشَّامِ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ ! وَلَمْ ذَلِكَ ؟ قَالَ : تِلْكَ مَلَائِكَةُ اللَّهِ بِاسِطُوا أَجْنِحَتِهَا عَلَى الشَّامِ))

”ملکِ شام (کے رہنے والوں) کے لیے خوشخبری ہے، یہ بات آپ نے تین مرتبہ فرمائی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: یا رسول اللہ! اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے فرمایا: اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ کے فرشتوں نے اس پر اپنے پر پھیلا رکھے ہیں۔“^(۲)

صالحین کے جنازے میں فرشتوں کی حاضری:

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض انتہائی نیک لوگوں کے جنازے میں فرشتے بھی شرکت کرتے ہیں مثلاً حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ (حضرت سعد بن معاذ کو دفنانے کے بعد) آنحضرتؐ نے فرمایا:

((هَذَا الَّذِي تَحْرُكُ لَهُ الْعَرْشُ وَفَتَحَتْ لَهُ أَبْوَابَ السَّمَاءِ وَشَهِدَهُ سَبْعُونَ الْفَا مِّنَ الْمَلَائِكَةِ))

”اس شخص کے لیے عرش لرز اٹھا ہے اور اس کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیئے گئے ہیں اور اس کے جنازے میں ستر (70) ہزار فرشتے حاضر ہوئے ہیں۔“^(۳)

(۱) [بخاری: کتاب فضائل المدينة: باب لا يدخل المدينة الدجال (ح) ۷۱۳۴، ۸۸۱) مسلم (ح) ۲۹۴۲]

(۲) [ترمذی (۳۳۱/۲) احمد (۱۸۵، ۱۸۴/۵) حاکم (۲۲۹/۲) ابن حبان (ح) ۲۳۱۱] امام ترمذی، حاکم، ذہبی،

منذری نے اسے صحیح قرار دیا ہے بحوالہ: ”تخریج احادیث فضائل الشام ودمشق“ للالبانی (ص: ۱۰۹)

(۳) [سنن نسائی: کتاب الجنائز: باب ضمة القبر وظيفته (ح) ۲۰۵۷] صحیح سنن نسائی (ح) ۱۹۴۲]

فرشتوں کے کافرو فاسق لوگوں کے ساتھ تعلقات کی نوعیت

گزشتہ سطور میں یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ اہل ایمان کے ساتھ فرشتوں کے تعلقات باہمی تعاون اور خیر و بھلائی کے جذبات پر مشتمل ہیں۔ فرشتے اہل ایمان سے محبت کرتے ہیں، ان کی کامیابی کے لیے دعا مانگتے ہیں اور مشکلات میں اللہ کے حکم سے ان کی مدد کرتے ہیں۔ جب کہ کافرو فاسق اور اللہ کے باغیوں سے فرشتے نہ محبت کرتے ہیں، نہ دعا مانگتے ہیں اور نہ ہی ان کے بارے اچھے جذبات رکھتے ہیں بلکہ اللہ کے حکم سے ایسے لوگوں کے لیے فرشتے عذاب کا کوڑا بن کر برستے ہیں اور ان پر لعن طعن بھی کرتے ہیں۔ یاد رہے کہ جو مسلمان اللہ کی نافرمانی اور حکم عدولی کرے، فرشتے اس سے بھی ناراض ہوتے ہیں اور بسا اوقات ان پر بھی لعنت بھیجتے ہیں۔ آئندہ سطور میں ہم کافروں اور فاسقوں (بدعمل مسلمانوں) کے بارے میں فرشتوں کے تعلقات کی یہی نوعیت واضح کریں گے۔

کافروں پر عذاب:

جب کسی قوم کی سرکشی حد سے بڑھ جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ ان پر اپنا عذاب نازل کر کے انہیں تباہ و برباد کر دیتے ہیں۔ یہ عذاب آندھی، طوفان اور سیلاب کی شکل میں بھی ہو سکتا ہے اور پتھروں کی بارش، شکلوں کی تبدیلی اور تباہی و بربادی کی کسی اور شکل میں بھی۔ کبھی یہ عذاب اللہ تعالیٰ کے گن (ہوجا) کہنے سے بھی واقع ہو جاتا ہے اور کبھی فرشتوں کے ہاتھوں کیسے جنگ بدر میں مسلمانوں کے ساتھ فرشتے نازل ہوئے جنہوں نے کفار مکہ کو تباہی سے دوچار کیا۔ اسی طرح قوم لوط کی تباہی میں فرشتوں نے اس طرح شرکت کی کہ عذاب سے پہلے حضرت لوط کو مطلع کر دیا کہ اللہ کے حکم سے اس قوم پر عذاب آنے والا ہے لہذا آپ اپنے پیروکاروں کو لے کر راتوں رات یہاں سے ہجرت کر جائیں۔ پھر صبح کے وقت اس قوم پر اللہ کے عذاب کا کوڑا قرآن مجید کے الفاظ میں اس طرح برسا یا گیا:

﴿فَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيلٍ مُنْضُودٍ مُّسَوِّمَةً

عِنْدَ رَبِّكَ وَمَا هِيَ مِنَ الظَّالِمِينَ بِبَعِيدٍ﴾ [سورۃ ہود: ۸۲، ۸۳]

”پھر جب ہمارا حکم آپہنچا (تو) ہم نے اس بستی کو زیروزبر کر دیا اور اوپر کا حصہ نیچے کر دیا اور ان پر کنکر لے پھر برسائے جو تہ بہ تہ تھے اور تیرے رب کی طرف سے (وہ) نشان دار تھے اور ان ظالموں سے کچھ بھی دور نہ تھے۔“

ان آیات کی تفسیر میں مشہور مفسر قرآن حافظ ابن کثیر رقم طراز ہیں کہ:

”فرشتے حضرت لوطؑ کے پاس آئے۔ آپ اس وقت اپنے کھیت میں کام کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ آج کی رات ہم آپ کے مہمان ہیں۔ حضرت جبرئیلؑ کو فرمان رب ہو چکا تھا کہ جب تک حضرت لوطؑ تین مرتبہ ان کی بدچلنی کی شہادت نہ دے لیں، ان پر عذاب نہ کیا جائے۔ آپ جب انہیں لے کر چلے تو چلنے کی خردی کہ یہاں کے لوگ بڑے بد ہیں۔ یہ برائی ان میں گھسی ہوئی ہے۔ کچھ دور اور جانے کے بعد دوبار کہا کہ کیا تمہیں اس بستی کے لوگوں کی برائی کی خبر نہیں؟ میرے علم میں تو روئے زمین پر ان سے زیادہ برے لوگ اور کوئی نہیں، آہ! میں تمہیں کہاں لے جاؤں؟ میری قوم تو تمام مخلوق سے بدتر ہے۔ اس وقت حضرت جبرئیلؑ نے فرشتوں سے کہا، دیکھو دو مرتبہ یہ گواہی دے چکے ہیں۔

جب انہیں لے کر آپ اپنے گھر کے دروازے پر پہنچے تو رنج و افسوس سے رو دیئے اور کہنے لگے: میری قوم تمام مخلوق سے بدتر ہے۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ یہ کس بدی میں مبتلا ہیں؟ روئے زمین پر کوئی بستی اس بستی سے بری نہیں۔ اس وقت حضرت جبرئیلؑ نے پھر فرشتوں سے کہا، دیکھو تین مرتبہ یہ اپنی قوم کی بدچلنی کی شہادت دے چکے۔ یاد رکھنا اب عذاب ثابت ہو چکا۔

پھر آپ گھر میں گئے اور یہاں سے آپ کی بڑھیا بیوی اونچی جگہ پر چڑھ کر کپڑا اہلانے لگی جسے دیکھتے ہی بستی کے بدکار دوڑ پڑے۔ پوچھا کیا بات ہے۔ اس نے کہا: لوط کے ہاں مہمان آئے ہیں، میں نے تو ان سے زیادہ خوبصورت اور ان سے زیادہ خوشبو والے لوگ کبھی دیکھے ہی نہیں۔ اب کیا تھا۔ یہ خوشی خوشی مٹھیاں بند کیے دوڑتے بھاگتے حضرت لوطؑ کے گھر گئے۔ چاروں طرف سے آپ کے گھر کو گھیر لیا۔ آپ نے انہیں قسمیں دیں، نصیحتیں کیں، فرمایا کہ عورتیں بہت ہیں لیکن وہ اپنی شرارت اور اپنے بد ارادے سے باز نہ آئے۔ اس وقت حضرت جبرئیلؑ نے اللہ تعالیٰ سے ان کے عذاب کی اجازت چاہی۔ اللہ کی جانب سے اجازت مل گئی۔ آپ اپنی اصلی صورت میں ظاہر ہو گئے۔ حضرت لوطؑ سے آپ نے فرما دیا کہ ہم تو تیرے پروردگار کی طرف سے بھیجے ہوئے ہیں، یہ لوگ تجھ تک پہنچ نہیں سکتے۔ آپ اس دروازے سے

نکل جائیے۔ یہ کہہ کر ان (بدکاروں) کے منہ پر اپنا پر مارا جس سے وہ اندھے ہو گئے۔ راستوں تک کو نہیں پہچان سکتے تھے۔ حضرت لوط اپنے اہل کو لے کر راتوں رات چل دیئے۔ یہی اللہ کا حکم بھی تھا۔ محمد بن کعب، قتادہ، اور سدیی وغیرہ کا یہی بیان ہے۔

سورج کے نکلنے کے وقت اللہ کا عذاب ان پر آ گیا۔ ان کی بستی سدوم نامی تہہ و بالا ہو گئی۔ عذاب نے اوپر تلے سے ڈھا تک لیا۔ آسمان سے پکی مٹی کے پتھر ان پر برسنے لگے جو سخت، وزنی اور بہت بڑے بڑے تھے۔ ان پتھروں پر قدرتی طور سے ان لوگوں کے نام لکھے ہوئے تھے۔ جس کے نام کا پتھر تھا، اسی پر گرتا تھا۔ وہ مثل طوق کے تھے جو سرخی میں ڈوبے ہوئے تھے۔ یہ ان شہریوں پر بھی برسے اور یہاں کے جو لوگ گاؤں گوٹھ میں تھے، ان پر بھی وہیں گرے، ان میں سے جو جہاں تھا، وہیں پتھر سے ہلاک کیا گیا۔ کوئی کھڑا ہوا کسی جگہ کسی سے باتیں کر رہا ہے، وہیں پتھر آسمان سے آیا اور اسے ہلاک کر گیا۔ غرض ان میں سے ایک بھی نہ بچا۔

حضرت مجاہد فرماتے ہیں: حضرت جبریلؑ نے ان سب کو جمع کر کے ان کے مکانات اور مویٹیوں سمیت اونچا اٹھا لیا یہاں تک کہ ان کے کتوں کے بھونکنے کی آوازیں آسمان کے فرشتوں نے سن لیں۔ آپ اپنے داہنے پر کے کنارے پر ان کی بستی کو اٹھائے ہوئے تھے۔ پھر انہیں زمین پر الٹ دیا۔ ایک کو دوسرے سے ٹکرایا اور سب ایک ساتھ غارت ہو گئے۔ اے کے ڈکے جو رہ گئے تھے، ان کے بیچے آسمانی پتھروں نے پھوڑ دیے اور محض بے نام و نشان کر دیئے گئے۔ [تفسیر ابن کثیر، مترجم (۲/۷۱۹، ۷۲۰)]

کیا قوم لوط پر عذاب آتش فشانی انجبار تھا؟

بعض اہل علم نے قوم لوط پر آنے والے اس عذاب کی یہ توجیہ کی ہے:

”غالباً عذاب ایک سخت زلزلے اور آتش فشانی انجبار کی شکل میں آیا تھا۔ زلزلے نے ان کی بستیوں کو تل پلٹ کیا اور آتش فشاں مادے کے پھٹنے سے ان کے اوپر زور کا پتھراؤ ہوا۔ پکی ہوئی مٹی کے پتھروں سے مراد شاید وہ متحجر مٹی ہے جو آتش فشاں علاقے میں زیر زمین حرارت اور لاوے کے اثر سے پتھر کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔“ [تفہیم القرآن: از مولانا مودودی، ج ۲ ص ۳۵۹]

اس پر نقد کرتے ہوئے مولانا عبدالرحمن کیلانی رقمطراز ہیں کہ

”بعض لوگ اس عذاب الہی کی یہ عقلی توجیہ پیش کرتے ہیں کہ یہ آتش فشانی انجبار تھا۔ زمین سے شدید

توت کے ساتھ لاوا پھوٹا جس نے اس خطہ زمین کو اوپر اٹھا لیا جو بعد میں نیچے گر گیا۔ پھر اسی لاوا کا مائع مادہ فضا میں پہنچ کر منجمد ہو کر کھنگروں کی صورت میں اس خطہ زمین پر برسنا تھا۔ یہ توجیہ ویسے تو دل لگتی ہے مگر ہمیں اس توجیہ کو قبول کرنے میں تامل ہے۔ یہ محض ایک طبعی واقعہ نہیں تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتے خاص اسی مقصد کے لئے بھیجے تھے جس کی صراحت ان آیات میں موجود ہے البتہ دوسری قوموں پر جو عذاب آتے رہے انہیں طبعی اسباب کے تحت قرار دیا جاسکتا ہے اگرچہ وہ واقعات بھی اللہ کے حکم اور اس کی مشیت کے تحت ہی واقع ہوئے تھے۔“ [تیسیر القرآن: ج ۲ ص ۳۶۳]

کافروں پر لعنت!

بعض کافر و فاسق لوگوں پر فرشتے لعنت بھیجتے ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

(۱): ﴿كَيْفَ يَهْدِي اللَّهُ قَوْمًا كَفَرُوا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ وَشَهِدُوا أَنَّ الرَّسُولَ حَقٌّ وَجَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ أُولَئِكَ جَزَاؤُهُمْ أَنَّا عَلَيْهِمُ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ﴾ [سورة آل عمران: ۸۶، ۸۷]

”اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو کیسے ہدایت دے گا جو اپنے ایمان لانے اور رسول کی حقانیت کی گواہی دینے اور اپنے پاس روشن دلیل آجانے کے بعد کافر ہو جائیں، اللہ تعالیٰ ایسے بے انصاف لوگوں کو براہ راست پر نہیں لاتا۔ ان کی تو یہی سزا ہے کہ ان پر اللہ تعالیٰ کی اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔“

(۲): ﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَمَاتُوا وَهُمْ كُفْرًا أُولَئِكَ عَلَيْهِمُ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ﴾ [سورة البقرة: ۱۶۱]

”بلاشبہ جو کافر لوہ اپنے کفر ہی میں مر جائیں، ان پر اللہ کی، فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔“

صحابہ کرام کو گالیاں دینے والوں پر لعنت!

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ سَبَّ أَصْحَابِي فَقَلْبِي لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ))

”جس شخص نے میرے صحابہ کو برا کہا اس پر اللہ تعالیٰ کی، فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت ہو۔“ (۱)

(۱) [المعجم الكبير للطبرانی بسند حسن بحوالہ عالم الملائكة الابرار (ص ۸۳)]

خاندان کی نافرمانی کرنے والی عورت پر لعنت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((إِذَا دَعَا الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ إِلَى فِرَاشِهِ فَأَبَتْ أَنْ تَجِيَّ، لَعْنَتُهَا الْمَلَأَ وُكَّةً حَتَّى تُصْبِحَ))

”جب آدمی اپنی بیوی کو بستر پر بلائے اور وہ (بہستری سے) انکار کر دے تو صبح تک فرشتے اس پر لعنت کرتے رہتے ہیں۔“^(۱)

بدعتی کو پناہ دینے والے پر لعنت!

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس نبی کریم ﷺ کی احادیث پر مشتمل ایک صحیفہ تھا جس میں یہ حدیث بھی تھی:

((مَنْ أَحَدَثَ فَعَلَى نَفْسِهِ وَمَنْ أَحَدَثَ حَدَّثَنَا أَوْ آوَى مُحَدِّثًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ))

”جس شخص نے کوئی بدعت جاری کی، اس کا بوجھ اسی کی گردن پر ہوگا اور جس شخص نے کوئی بدعت جاری کی یا بدعتی کو پناہ دی تو اس پر اللہ کی لعنت ہو، فرشتوں کی لعنت ہو اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔“^(۲)

ایک روایت میں اس طرح ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”مدینہ، عائر نامی پہاڑی سے لے کر فلاں مقام تک حرم ہے، جس کسی نے اس حد میں کوئی بدعت نکالی یا کسی بدعتی کو پناہ دی تو اس پر اللہ کی، تمام ملائکہ اور انسانوں کی لعنت ہو۔ نہ اس کی کوئی فرض عبادت قبول ہے نہ نفل۔“^(۳)

بدعہدی کرنے والے پر لعنت!

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

”تمام مسلمانوں کا ذمہ (اس سے مراد وہ عہد ہے جو میدان میں کفار کی جان بخشی کے لیے دیا جاتا ہے، اسے امان بھی کہا جاتا ہے) ایک ہی حیثیت رکھتا ہے اس لیے اگر کسی مسلمان کی (دی ہوئی امان) میں کسی دوسرے مسلمان نے بدعہدی کی تو اس (بدعہدی کرنے والے) پر اللہ تعالیٰ، تمام فرشتوں اور تمام

(۱) [بخاری: کتاب النکاح: باب اذابات المرأة مهاجرة فراش زوجها (ح ۱۹۳) مسلم ایضاً (ح ۱۴۳۶)]

(۲) [ابو داؤد: کتاب اللیات: باب ایقاد المسلم من الکافر (ح ۴۵۲۱) نسائی (ح ۴۷۳۴)]

(۳) [بخاری: کتاب فضائل المدینة: باب حرم المدینة (۱۸۷۰) مسلم: کتاب الحج باب فضل المدینة (۱۳۷۰)]

انسانوں کی لعنت ہے۔ (اس کے علاوہ) اس کی نہ کوئی فرض عبادت قبول ہوتی ہے اور نہ نفل۔“ (جب تک صدق دل سے توبہ نہ کر لے) [ایضاً]

اپنے بھائی پر اسلحہ تان لینے والے پر لعنت!

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((من اشار الی اخیه بحدیدہ فان الملائکۃ تلعنہ حتی یدعہ وان کان اخاہ لابیہ وامہ))
 ”جب کسی شخص نے اپنے مسلمان بھائی پر اسلحہ تانا، تو اس پر اس وقت تک فرشتے لعنت کرتے رہتے ہیں جب تک کہ وہ اسے ہٹانہ لے۔ خواہ وہ شخص اس کا سگ بھائی ہی کیوں نہ ہو۔“^(۱)
 واضح رہے کہ تعلیم و تربیت (ٹریننگ) یا غیر ارادی طور پر اسلحہ کا اشارہ اس سے متشبیٰ ہے جبکہ اس حدیث سے مراد انسان کی اس حالت کی مذمت ہے جب وہ غصہ میں آ کر یا ارہ مزاح دوسرے مسلمان کی طرف اپنا اسلحہ کا رخ کر لیتا ہے۔

اللہ کے قوانین میں رکاوٹ ڈالنے والے پر لعنت!

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

”جو شخص عمداً (جان بوجھ کر) قتل کیا جائے تو اس کے قاتل سے قصاص لیا جائے گا اور جو شخص اس قاتل اور قصاص کے درمیان رکاوٹ پیدا کرے اس پر اللہ کی فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔ اور ایسے شخص کے نہ فرائض قبول ہیں اور نہ نوافل۔“^(۲)
 قتل کے بدلے قتل (قصاص) ایک شرعی ضابطہ ہے جس سے نہ انکار کیا جاسکتا ہے اور نہ کسی تردد کا اظہار البتہ اس کے باوجود شریعت میں قاتل کو قتل کرنے کی بجائے معاف کر دینے کی سہولت و رعایت بھی دی گئی ہے لیکن اس معافی کا اختیار مقتول کے ورثا کو ہے لہذا اگر ورثا معافی پر تیار نہ ہوں تو قاتل کو بطور قصاص قتل کی سزا دی جائے گی اور اس سزا میں رکاوٹ بننے والے پر لعنت کی گئی ہے۔



(۱) [صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب النهی عن الاشارة بالسلاح الی مسلم (ح-۲۶۱۶)]

(۲) [سنن نسائی، کتاب القسامۃ، باب من قتل بحجر او سوط (ح-۴۷۹۴)]

فرشتوں کے حقوق اور ہماری ذمہ داریاں

فرشتوں سے متعلقہ جملہ تفصیلات گزشتہ سطور میں گزر چکی ہیں، اس باب میں ہم اس پہلو پر روشنی ڈالیں گے کہ فرشتوں کے کون سے حقوق ہمارے ذمہ لازم ہیں اور ہمیں فرشتوں کے بارے کن جذبات کا اظہار کرنا چاہیے اور فرشتوں کی محبت اور دعائیں حاصل کرنے کے لیے ہمیں کون سے اعمال بجالانے چاہئیں۔

فرشتوں پر ایمان لانا:

ایمان کے بنیادی ارکان میں ایک یہ بات بھی شامل ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے فرشتوں پر ایمان لائیں۔ فرشتوں پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ ہم یہ تسلیم کریں کہ.....

”فرشتے اللہ کی معزز مخلوق ہیں، ان کے جسم نورانی اور انتہائی لطیف ہیں، وہ غیبی مخلوق ہیں، عام حالات میں ہم انہیں نہیں دیکھ پاتے، وہ ایسی شکلیں اختیار کرنے پر قادر ہیں جو ہمیں نظر آتی ہیں، فرشتوں کو بے پناہ قوت حاصل ہے، ان کی تعداد کا کوئی شمار نہیں، انہیں اللہ تعالیٰ نے خاص اپنی عبادت اور اطاعت کے لیے پیدا کیا ہے، وہ اللہ کی تسبیح و تحمید میں مشغول رہتے ہیں، وہ اللہ کی لمحہ بھر بھی نافرمانی نہیں کرتے، ان کا کام صرف وہ ہے جو اللہ انہیں حکم فرمائے، وہ شادی بیاہ نہیں کرتے، ان کی اولاد نہیں، انہیں کھانے پینے یا دیگر شہوات کی خواہش نہیں، وہ نہ مذکر ہیں نہ مؤنث، بلکہ وہ اللہ کے عبادت گزار اور معزز و مکرم بندے ہیں۔“

گزشتہ صفحات میں ان تمام چیزوں کی تفصیل دلائل کے ساتھ گزر چکی ہے۔ اب ہم فرشتوں کے وہ حقوق ذکر کریں گے، جو ہم انسانوں پر عائد ہوتے ہیں۔

فرشتوں سے محبت کرنا:

جس طرح فرشتوں پر ایمان لانا ضروری ہے اسی طرح ان سب سے محبت کرنا اور ان کے بارے اچھے جذبات رکھنا بھی ضروری ہے۔ یہودیوں نے بعض فرشتوں سے بغض و عداوت کا اظہار کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو اپنا دشمن قرار دیا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِلَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَرُسُلِهِ وَجِبْرِئِيلَ وَمِيكَائِيلَ فَإِنَّ اللَّهَ عَدُوٌّ لِلْكَافِرِينَ ﴾
 ”جو شخص اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کے رسولوں اور جبریل اور میکائیل کا دشمن ہو (وہ کافر ہے) اور یقیناً اللہ تعالیٰ کافروں کا دشمن ہے۔“ [سورۃ البقرۃ: ۹۸]

فرشتوں کو برا بھلا نہ کہنا:

جو شخص فرشتوں کو گالی دے یا ان کی عیب جوئی کرے، اس کے بارے میں ائمہ اسلاف نے بڑے سخت فتوے دیئے ہیں مثلاً قاضی عیاضؒ امام سھونؒ کے حوالے سے رقمطراز ہیں کہ
 ”جس شخص نے کسی فرشتے کو گالی دی، اس کی سزا قتل ہے۔“^(۱)

اسی طرح امام سیوطیؒ امام قرانیؒ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ
 ”واضح رہے کہ ہر مکلف (بالغ و صاحب اختیار) شخص پر لازم ہے کہ وہ تمام انبیاء کی تعظیم کرے، اسی طرح تمام فرشتوں کی بھی تعظیم کرے۔ اور جس شخص نے ان کی تعظیم کے منافی کوئی کام کیا اس نے گویا کفر کیا۔ خواہ صراحتاً ایسا کرے یا اشارۃً۔ لہذا کسی شخص نے اگر انتہائی جبار آدمی کو دیکھ کر یہ کہا کہ یہ جہنم کے داروغے مالک سے بھی زیادہ سخت دل ہے، تو وہ کافر ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر کسی شخص نے انتہائی بد صورت شخص کو دیکھ کر یہ کہا کہ یہ منکر و کبیر سے بھی زیادہ وحشت ناک ہے تو وہ بھی کافر ہے۔

بشرطیکہ اس طرح کہنے والے نے بطور تنقیص (عیب جوئی کی خاطر) یہ بات کہی ہو۔“ [ایضاً]
 معلوم ہوا کہ یہ بڑا نازک مسئلہ ہے جب کہ ہمارے ہاں عام طور پر فرشتوں کی تعظیم کے حوالے سے یہ بات مد نظر نہیں رکھی جاتی اور ایسے جملے عیب جوئی کے طور پر عام کہہ دیئے جاتے ہیں حالانکہ ان سے اجتناب اور احتیاط بہت ضروری ہے۔

نماز میں دائیں جانب تھوکنے سے اجتناب کرنا:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((إِذَا قَامَ أَحَدُكُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَلَا يَبْصُقْ إِمَامَهُ فَإِنَّمَا يُنَاجِيهِ اللَّهُ مَا دَامَ فِي مِصْلَافِهِ وَلَا عَن يَمِينِهِ فَإِنَّ يَمِينَهُ مَلَكًا وَيَبْصُقُ عَنْ يَسَارِهِ أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ فَيَدْفُنُهَا))

(۱) [الحبائک فی احبار الملائک: از علامہ سیوطیؒ (ص ۲۵۴) بحوالہ ”عالم الملائکۃ الابرار“ از عمر سلیمان

”جب تم میں سے کوئی شخص نماز میں کھڑا ہو تو وہ اپنے سامنے نہ تھو کے کیونکہ جب تک وہ نماز والی جگہ پر ہوتا ہے تب تک اللہ تعالیٰ سے سرگوشی کر رہا ہوتا ہے۔ اسی طرح اپنے دائیں جانب بھی نہ تھو کے کیونکہ دائیں جانب ایک فرشتہ ہوتا ہے۔ البتہ اپنے بائیں جانب یا قدم کے نیچے تھوک لے پھر اسے دفن کر دے۔“ (۱)

جن چیزوں سے لوگ نفرت کرتے ہیں ان سے احتیاط کرنا:

عام طور پر وہ تمام اشیاء جنہیں نیک لوگ ناپسند کرتے ہیں مثلاً گندگی، بدبو، فحش حرکتیں، گالی گلوچ وغیرہ ان سب چیزوں کو فرشتے بھی ناپسند کرتے ہیں اور ان کا ارتکاب دیکھ کر انہیں اذیت بھی ہوتی ہے۔ اس لیے ان تمام چیزوں سے احتیاط کرنی چاہیے تاکہ ہمارے دائیں بائیں موجود فرشتے ہم سے نفرت نہ کریں اور نہ ہی انہیں ہم سے کوئی اذیت پہنچے۔

فرشتوں کو جن چیزوں سے اذیت ہوتی ہے ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ نماز سے پہلے آدمی لہسن، پیاز اور اس طرح کی بو والی کوئی چیز (سگریٹ وغیرہ) استعمال کر کے مسجد میں آئے۔ اسی لیے نبی کریم ﷺ نے ایک مرتبہ فرمایا:

((مَنْ أَكَلَ مِنْ هَذِهِ الشَّجَرَةِ الْمُنْتَبَةِ فَلَا يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَنَادَى مِمَّا بَيْنَهُمْ مِنَ الْإِنْسِ))

”جو شخص یہ بدبودار درخت (یعنی کچا پیاز، لہسن وغیرہ) کھائے وہ (اس کی بدبو ختم ہونے سے پہلے) ہماری مسجد کے قریب نہ آئے کیونکہ جن چیزوں سے لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے، ان سے فرشتوں کو بھی تکلیف ہوتی ہے۔“ (۲)

اللہ کی نافرمانی اور کارگنہ سے پرہیز:

جس چیز سے فرشتوں کو سب سے زیادہ تکلیف ہوتی ہے، وہ یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے۔ یہ نافرمانی صغیرہ و کبیرہ گناہوں کی شکل میں ہو یا کفر و شرک کی صورت میں۔ ان نافرمانیوں اور گناہ کے کاموں کو اگرچہ کرنا کاتبین فوراً لکھ لیتے ہیں مگر ایسے نافرمانوں کے پاس یا ان کے گھروں میں رحمت کے

(۱) [صحیح بخاری: کتاب الصلاة: باب دفن النجاسة في المسجد (حدیث ۴۱۶)]

(۲) [صحیح مسلم: کتاب المساجد: باب نهی من اکل ثوبا او بصلا..... (ح ۵۶۴)]

فرشتے نہیں آتے۔ اس لیے کہ رحمت کے فرشتوں کو اس بات سے سخت تکلیف ہوتی ہے کہ ان کے سامنے کوئی اللہ مالک الملک کی نافرمانی کرے۔ اس سلسلہ میں چند ایک چیزیں بطور نمونہ پیش کی جاتی ہیں:

(۱)..... جس گھر میں کتابیا تصویریں ہوں، وہاں رحمت کے فرشتے نہیں آتے:

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا تَدْخُلُ الْمَلَائِكَةُ بَيْتًا فِيهِ كَلْبٌ وَلَا تَصَاوِيرٌ))

”جس گھر میں کتابیا تصویریں ہوں وہاں (رحمت کے) فرشتے داخل نہیں ہوتے۔“ (۱)

اس حدیث میں تین چیزیں قابل توضیح ہیں:

(۱)..... کتے کو ایک گندے، ذلیل اور خسیس جانور کی حیثیت دی گئی ہے۔ (۲) اور اسے شوقیہ طور پر گھر میں رکھنے کی سخت مذمت کی گئی ہے بلکہ احادیث میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ کتا گھر میں رکھنے سے ثواب میں کمی واقع ہوتی رہتی ہے۔ البتہ تین صورتوں میں اس کی آنحضرت نے رخصت دی ہے:

(۱) گھر کی حفاظت کے لئے۔ (۲) کھیت کھلیان اور (۳) جانوروں کی رکھوالی کے لئے [صحیح بخاری]

(۲)..... تصویریں دو طرح کی ہوتی ہیں ایک ذی روح اشیا کی اور دوسری غیر ذی روح (یعنی بے جان اشیا کی)۔ مذکورہ حدیث میں جن تصویروں کی مذمت کی گئی ہے اس سے مراد وہ تصاویر ہیں جو ذی روح (جاندار) اشیا کی ہوں کیونکہ ذی روح اشیا کی تصاویر بنانے سے سخت منع کیا گیا ہے مثلاً ایک حدیث میں ہے:

((إِنَّ الَّذِينَ يَصْنَعُونَ هَذِهِ الصُّوَرَ يُعَذَّبُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُقَالُ لَهُمْ أَحْيُوا مَا خَلَقْتُمْ))

”جو لوگ یہ تصویریں بناتے ہیں انہیں قیامت کے روز عذاب دیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ جو تصویریں تم نے بنائی تھیں اب انہیں زندہ کر کے دکھاؤ!“ (اور وہ انہیں زندہ نہیں کر پائیں گے) (۳)

(۱) [صحیح بخاری: کتاب اللباس: باب التصاویر (ح-۵۹۴۹) صحیح مسلم: کتاب اللباس (ح-۲۱۰۶)]

(۲) [مثلاً ایک حدیث میں ہے: ((لَيْسَ لَنَا مِثْلُ الْمَوْتِ الَّذِي يُعُوذُ فِيهِ هَيْبَةُ كَمَا كَلْبٌ يَرْجِعُ فِي قَيْبِهِ)) ”جو شخص تھکے سے کرواپس مانگتا ہے، اس کی مثال اس کتے کی سی ہے جو تھکے کر کے اسے چاٹتا ہے،“ ہمیں ایسی بری مثال کا صدق بننے سے بچنا چاہیے۔“ صحیح بخاری: کتاب الہبتہ: باب لايحل لأحد أن يرجع في هبته وصلفته (ح-۲۶۲۱)]

(۳) [صحیح بخاری: کتاب اللباس: باب عذاب المصورين يوم القيامة (ح-۵۹۵۰) صحیح مسلم: کتاب اللباس (ح-۲۱۰۸) نسائی (ح-۵۳۷۶) مسند احمد (ح-۲/ص-۱۲۶)]

جبکہ غیر ذی روح اشیا کی تصاویر بنانے کی اجازت دی گئی ہے جیسا کہ حضرت سعید بن ابی الحسن فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ان کے پاس ایک آدمی آیا اور اس نے کہا:

”اے ابو عباس (یہ آپ کی کنیت تھی) میں ایسا آدمی ہوں کہ میری معیشت میرے ہاتھ کی کاریگری ہے اور میں یہ تصویریں بناتا ہوں؟ عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ میں تمہیں وہی بات بتاؤں گا جو میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے (اس بارے) سنی ہے۔ آپ نے فرمایا تھا کہ جس شخص نے کوئی تصویر بنائی اسے اللہ تعالیٰ ضرور عذاب دیں گے (اور اس وقت تک عذاب دیں گے) جب تک وہ اس تصویر میں روح نہ ڈال دے اور وہ کبھی بھی اس میں روح نہیں ڈال سکتا۔ یہ حدیث سن کر اس کا سانس بہت زیادہ پھول گیا اور چہرہ زرد پڑ گیا تو حضرت ابن عباسؓ نے (اس کی یہ حالت دیکھ کر) فرمایا: کم بخت اگر تو نے تصویر سازی ہی کرتا ہے تو پھر درخت وغیرہ جن میں روح نہیں ہوتی، ان کی تصاویر بنا لیا کرو۔“^(۱)

جاندار اور بے جان اشیا کی تصاویر میں مذکورہ بالا فرق اور بے جان اشیا کی تصاویر کی اجازت کی یہ روایت اگرچہ ابن عباسؓ کا اپنا فتویٰ ہے تاہم ان کے فتویٰ کی تائید بعض احادیث سے ہوتی ہے مثلاً:

((ثانی جبریل فقال: انی کنت اتینک البارحة فلم يمنعنی ان اکون دخلت علیک البیت الذی کنت فیہ الا انه کان فی باب البیت تمثال الرجال وکان فی البیت قرام ستر فیہ تمائیل وکان فی البیت کلب فمر برأس التمثال الذی بالباب فلیقطع فیصیر کھیئة الشجرة ومر بالستر فلیقطع ویجعل منه وسادتین متبذتین توطان ومر بالکلب فیخرج ففعل رسول اللہ))

”ایک مرتبہ جبریلؑ نے آپ سے وعدہ کیا کہ میں فلاں دن آپ کے پاس آؤں گا مگر اس دن وعدے کے باوجود وہ تشریف نہ لائے جس پر آپ پریشان ہوئے۔ آپ فرماتے ہیں کہ پھر اس کے بعد اگلے دن میرے پاس جبریلؑ آئے اور مجھ سے کہنے لگے کہ میں گزشتہ رات آپ کے پاس آیا تھا مگر آپ کے گھر میں اس لیے داخل نہیں ہوا کہ وہاں دروازے پر مردوں کی تصویریں بنی ہوئی تھیں اور گھر میں پردہ کے لیے جو سرخ باریک کپڑا لٹکا ہوا تھا، اس میں بھی صورتیاں بنی تھیں۔ گھر میں ایک کتاب بھی تھا۔ (اور جہاں کتاب اور تصویریں ہوں وہاں ہم نہیں آتے) لہذا آپ ایسا کیجئے کہ دروازے پر جو تصویریں

(۱) [صحیح بخاری: کتاب البیوع: باب بیع النساویر الی..... (ح ۲۲۲۵) صحیح مسلم: کتاب اللباس: باب تحریم

تصویر صورة الحیوان (ح ۲۱۱۰) احمد (ح ۱ ص ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸) ابوداؤد (ح ۵۰۲۴) ترمذی (ح ۱۷۵۱)]

ہیں، ان کے سر (چہرے) کو ادیس تاکہ وہ درخت کی طرح (بے جان چیز کی شکل) ہو جائیں اور پردے کے بارے میں حکم دیں کہ اسے کاٹ کر نیچے بچھائے جانے والے دو ٹکے بنا لئے جائیں اور کتے کو بھی گھر سے نکال دیں۔ چنانچہ آپؐ نے ایسا ہی کیا۔^(۱)

معلوم ہوا کہ ذی روح اشیا کی تصویر بنی ہو تو اس کا چہرہ اور سر مخ کر دینا چاہیے۔

علاوہ ازیں ضرورت کے پیش نظر بعض صورتوں میں تصویر بنوانا جائز ہے مثلاً شناختی کارڈ، پاسپورٹ اور اسی نوعیت کے دیگر کاغذات کے لیے یا تعلیم و تربیت کے لیے تصویر بنانا ازراہ ضرورت جائز ہے۔ اسی طرح بچوں کے کھلونے اگر جاندار اشیا پر مشتمل ہوں تو وہ بھی بچوں کے کھیل کے لیے جائز ہیں۔ اسی طرح بستر، بچھونے اور ٹیکے وغیرہ پر تصاویر بنی ہوں تو ان کا استعمال بھی جائز ہے اور ان صورتوں میں رحمت کے فرشتے بھی آتے ہیں کیونکہ ان میں اللہ کی نافرمانی نہیں ہے۔

(۳)..... ”جس گھر میں کتا اور تصویریں ہوں وہاں فرشتے نہیں آتے“ حدیث کے ان الفاظ سے مراد رحمت کے فرشتے ہیں ورنہ موت کے فرشتے یا عذاب کے فرشتے تو موت و عذاب لے کر ہر جگہ پہنچ جاتے ہیں۔ حضرت میمونہؓ (ام المؤمنین) سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((ان جبرائیلؑ کان وعدنی ان یلقانی اللیلة فلم یلقنی ام واللہ ما خلفنی اقال: فضل رسول اللہ یونہ ذلک علی ذلک ثم وقع فی نفسه (نفسی) جرو کلب تحت فسطاط لسانا مر به فاخرج ثم اخذ بیده ماء فنضح مکانه فلما امسى لقیه جبریلؑ فقال له: قد کنت وعدتني ان تلقانی البارحة، قال: اجل ولكننا لاندخل بیتا فیہ کلب ولا صورة))

”جبریلؑ نے مجھ سے وعدہ کیا کہ میں رات کو تم سے ملاقات کے لیے آؤں گا مگر وہ نہ آئے جس پر آپ پریشان ہو کر ادھر ادھر ٹہلنے لگے پھر آپؐ کے ذہن میں یہ بات آئی کہ ہمارے ایک خیمہ (بستر، یا چارپائی) کے نیچے ایک کتے کا پلا ہے چنانچہ آپؐ نے حکم دیا کہ اسے باہر نکال دو پھر آپؐ نے اپنے ہاتھوں سے اس جگہ پانی کا چھڑکاؤ کر دیا۔ پھر جب جبریلؑ سے آپؐ کی ملاقات ہوئی تو آپؐ نے ان سے حسب وعدہ نہ آنے کی وجہ پوچھی تو انہوں نے فرمایا: جس گھر میں کتا یا تصویر ہو وہاں ہم

(۱) [جامع ترمذی: کتاب الادب: باب ماجاء ان الملائكة لاتدخل بیتا فیہ صورة ولا کلب (ح- ۲۸۱۶) سنن

ابوداؤد (ح- ۴۱۵۸) مسند احمد (ج ۲ ص ۴۷۸، ۳۰۵)]

(رحمت کے فرشتے) داخل نہیں ہوتے۔“^(۱) ایک روایت میں ہے کہ
 ”حضرت حسنؓ یا حسینؓ اس کتے کے پلے لوگھر میں لے آئے تھے مگر پھر آپؐ نے اسے نکال دیا۔“^(۲)
 (۲)..... جہاں کوئی جنسی یا نشہ کرنے والا ہو، وہاں بھی رحمت کے فرشتے نہیں آتے:

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:
 ((ثَلَاثَةٌ لَا تَقْرُبُهُمُ الْمَلَائِكَةُ: حَيْفَةُ الْكَافِرِ وَالْمُتَضَمِّخُ بِالْخَلْقِ وَالْجُنُبُ إِلَّا أَنْ يَتَوَضَّأُ))
 ”تین آدمیوں کے پاس فرشتے نہیں آتے (۱) کافر کی لاش (۲) خلوک (ایسی خوشبو جس میں زعفران
 کا بڑا حصہ شامل ہوتا ہے) سے لتھڑا ہوا شخص (۳) اور جنسی، جب تک کہ وہ وضو نہ کر لے۔“^(۳)
 ایک روایت میں ہے کہ نبی کریمؐ نے ارشاد فرمایا:

((ثَلَاثٌ لَا تَقْرُبُهُمُ الْمَلَائِكَةُ السَّكَرَانُ وَالْمُتَضَمِّخُ بِالزَّعْفَرَانِ وَالْجُنُبُ))
 ”تین طرح کے لوگوں کے پاس (رحمت کے) فرشتے نہیں آتے: (۱) نشہ کرنے والے کے پاس
 (۲) زعفران میں لتھڑے ہوئے شخص کے پاس (۳) اور جنسی شخص کے پاس۔“^(۴)
 زعفران سے بنی ہوئی خوشبو لگانے والے شخص کے پاس فرشتوں کے نہ آنے کی وجہ یہ ہے کہ عام حالات
 میں مردوں کے لیے یہ خوشبو استعمال کرنا نبی کریمؐ نے ناپسند کیا ہے جیسا کہ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ
 ((نَهَى النَّبِيُّ أَنْ يَتَزَعْفَرَ الرَّجُلُ)) ”نبی کریمؐ نے مردوں کو زعفران لگانے سے منع فرمایا ہے۔“^(۵)
 (۳)..... جس جگہ گھنٹی اور بینڈ باجے وغیرہ ہوں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((لَا تَضْحَبُ الْمَلَائِكَةُ رُفْقَةً فِيهَا كَلْبٌ وَلَا حِمَارٌ))

”جس قافلے میں کتا یا گھنٹی ہو ان کے ساتھ (رحمت کے) فرشتے نہیں ہوتے۔“^(۶)

(۱) [صحيح مسلم: كتاب اللباس: باب تحريم تصوير صورة (ج ۲۱۰ ص ۵۸۴) كتاب اللباس (ج ۴۱ ص ۵۸)]

(۲) [جامع ترمذی (ج ۲۸۰ ص ۶)] [صحيح سنن ابو داؤد (۲/۸۷۲)] [صحيح الجامع (۷۰۳)]

(۳) [بخاری: كتاب اللباس: باب النهي عن التزعفر للرجال (ج ۵۸ ص ۴۶)] واضح رہے کہ سر یا داڑھی کو زعفران سے رنگنے

کا جواز احادیث میں موجود ہے: دیکھئے مسند احمد (ج ۳ ص ۴۷۲) مجمع الزوائد (ج ۵ ص ۱۵۹) اس لیے بعض

اہل علم نے اسے جسم کے دیگر حصوں یا کپڑوں پر لگانے کو علی الاطلاق حرام قرار دینے کی بجائے مکروہ کہا ہے جبکہ بعض اہل علم

صرف سر اور داڑھی کو مستثنیٰ قرار دیتے ہیں۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: فتح الباری شرح بخاری (ج ۱۰ ص ۲۰۴)

(۶) [صحيح مسلم: كتاب اللباس: باب كراهة الكلب والحرس في السفر (ج ۲۱ ص ۱۱۳)]

گھنٹی تو معمولی چیز ہے اور اسی پر باجے گا جے، طبلے سرنگی اور ڈھول ڈھمکے وغیرہ سبھی چیزوں کو قیاس کیا جا سکتا ہے۔ گویا جہاں گھنٹی بجتی ہو وہاں فرشتے نہیں آتے تو پھر ڈھول ڈھمکوں اور بیڈ باجوں والے قافلوں میں رحمت کے فرشتے کیسے شریک ہو سکتے ہیں؟ اس حدیث میں ان تمام لوگوں کے لیے غور و فکر کا پیغام ہے جو بیڈ باجوں والے قافلوں، ڈھول ڈھمکوں اور سرنگی، طبلوں اور دیگر آلات موسیقی (میوزک) وغیرہ کو پسند کرتے اور ان کے ترنگوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں حالانکہ یہ سب شیطانِ آلات ہیں جن کے ذریعے شیطان انسان کو گنہگار بناتا ہے اور راہِ حق سے بھٹکا تا ہے۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ گھنٹی کی آواز دور حاضر میں انسان کی ضرورت بن گئی ہے مثلاً گھروں میں داخل ہونے کے لیے گھنٹی کی ضرورت، گھڑی میں گھنٹی (آلارم) کی ضرورت، گاڑی چلاتے وقت گھنٹی (ہارن) کی ضرورت، سکول لگنے اور چھٹی ہونے کے لیے گھنٹی کی ضرورت، سکول و کالج میں پیئر ڈبیدیل کرتے وقت گھنٹی کی ضرورت، ٹیلی فون کے لئے گھنٹی کی ضرورت..... تو آخر ان تمام ضرورتوں میں گھنٹی کا استعمال ترک کر دیا جائے؟ ایسا کرنے میں ان گنت مشکلات بلکہ نقصان ہے اور اگر اسے استعمال میں رکھا جائے تو پھر رحمت کے فرشتے نہیں آتے؟ تو آخر اس صورت حال میں کیا کیا جائے؟

دراصل گھنٹی دو طرح کی ہوتی ہے ایک وہ جس میں آواز کا ساز یا نغمہ پیدا ہوتا ہے جبکہ ایک وہ ہوتی ہے جس میں نغمہ اور ساز پیدا نہیں ہوتا۔ مذکورہ حدیث میں جس گھنٹی کی مذمت کی گئی ہے اس سے مراد وہ گھنٹی ہے جس میں نغمے اور ساز کی آواز پیدا ہوتی ہے جبکہ وہ گھنٹیاں جن میں آواز کا نغمہ پیدا نہیں ہوتا وہ اس مذمت میں شامل نہیں۔ لہذا ہمیں اس گھنٹی کو استعمال میں لانا چاہیے جس میں ساز وغیرہ نہیں ہوتا مثلاً گاڑیوں اور بسوں کے ہارن میں عام طور پر ساز اور نغمے کی کیفیت نہیں ہوتی اس لیے ان کا استعمال جائز ہے۔

اس وقت گھڑی، ٹیلی فون، اور دیگر الیکٹرونکس اشیا کی صنعت پر غیر مسلم حاوی ہیں اور وہ ان تمام اشیا میں ہر ایسی آواز کو داخل کرنے کو ترجیح دیتے ہیں جس سے ساز، موسیقی اور نغمے کی کیفیت نمایاں ہو اور ہم مسلمانوں پر افسوس ہے کہ ہمارے نہ صرف گھروں میں بلکہ مسجدوں میں بھی ایسی گھڑیاں آویزاں ہیں۔ ہمارے مسلمان انجینئرز کو ان چیزوں کی طرف توجہ دینی چاہیے اور گھنٹی کے لیے سادہ آواز یا جانوروں اور انسانوں کی آواز کو زیر استعمال لانا چاہیے بلکہ سادہ آواز کی جگہ اگر بسم اللہ، الحمد للہ، اللہ اکبر اور ایسے ہی کلمات کو استعمال کیا جائے تو بہت خوب ہوگا بلکہ بعض گھڑیوں میں اذان اور اس جیسے دیگر کلمات کا استعمال ہو رہا ہے۔ اس لیے ہمیں احادیث کے پیش نظر نغمے اور ساز والی ہر چیز سے گریز کرنا چاہیے۔

انسان افضل ہیں یا فرشتے.....؟☆

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ ”اس مسئلہ میں کہ فرشتے انسانوں سے افضل ہیں یا نہیں؟ لوگوں کے کئی اختلافی اقوال موجود ہیں۔ اس مسئلہ میں زیادہ تر بحث متکلمین کی کتابوں میں ملتی ہے یا پھر معتزلہ اور ان کے ہمنوا لوگوں کے اختلافی مسائل میں۔ میرے علم کے مطابق اس مسئلہ میں سب سے قدیم بحث وہ ہے جسے حافظ ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں امیہ بن عمر بن سعید بن عاص کے حالات میں ذکر کی ہے کہ

”وہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کی ایک مجلس جہاں آپ کے پاس اور لوگ بھی بیٹھے تھے، حاضر ہوئے تو عمر کہنے لگے: ”اللہ کے نزدیک ابن آدم سے زیادہ معزز اور کوئی نہیں ہے۔“ اور اپنی اس بات پر قرآن کی اس آیت سے انہوں نے استدلال کیا:

﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ﴾ [سورة البينة: ۷]

”بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے وہی ساری مخلوق میں سے افضل ہیں۔“

آپ کی اس بات کی عمرو بن سعید نے بھی تائید فرمائی۔ مگر عراق بن مالک کہنے لکے ”اللہ کے نزدیک اس کے فرشتوں سے زیادہ کوئی معزز نہیں ہے۔ فرشتے دونوں جہانوں میں اس کے خادم اور اس کے انبیاء و رسل تک پیغام لے جانے والے ہیں۔“ انہوں نے اس بات پر اس آیت سے استدلال کیا:

﴿وَقَالَ مَا نَهَكُمَا رَبُّكُمَا عَنِ هَذِهِ الشَّجَرَةِ إِلَّا أَنْ تَكُونَا مَلَكَتَيْنِ أَوْ تَكُونَا مِنَ الْخَالِدِينَ﴾

”شیطان ان دونوں (حضرت آدم و حوا) سے کہنے لگا کہ تمہارے رب نے تم دونوں کو اس درخت سے صرف اس لیے منع کیا ہے کہ کہیں تم فرشتے نہ بن جاؤ یا تم ہمیشہ یہاں (جنت میں) رہنے والے نہ بن جاؤ۔“ [سورة الاعراف: ۲۰]

☆..... [واضح رہے کہ یہ باب شیخ عمر سلیمان اشقر کی کتاب عالم الملائكة الابرار (ص: ۹۱ تا ۹۶) سے ماخوذ ہے۔ نیز اس بحث کے لئے دیکھیے: مجموع الفتاوى، لابن تيمية (۳۵۰/۱۱) لوامع الانوار البهية (۲/۳۶۸) شرح العقيدة الطحاوية (ض: ۳۳۸) الحياتك في اخبار الملائك (ص: ۲۰۳ تا ۲۰۵)

اس پر عمر بن عبدالعزیزؒ نے محمد بن کعب قرظیؒ سے فرمایا کہ اے ابو حمزہ! آپ کی اس مسئلہ میں کیا رائے ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ”اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو عزت بخشی کہ انہیں اپنے ہاتھ سے بنایا، ان میں اپنی روح پھونکی اور ان کے لیے فرشتوں سے سجدہ کروایا اور ان کی اولاد سے نبی اور رسول اور وہ (نیک) لوگ پیدا کیے جن کی فرشتے زیارت کرتے ہیں۔“ چنانچہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے پھر اس مسئلہ میں انہی (یعنی کعب بن قرظی) کی رائے کی موافقت کی اور ان کی دلیل کے علاوہ اور دلیل بھی پیش کی۔“ [البداية والنهاية (۱/۵۸۷)]

حافظ ابن کثیرؒ نے عمر بن عبدالعزیزؒ اور ان کے رفقاء محفل کی جو یہ گفتگو نقل کی ہے، اس سے تاج الدین فزاری کی درج ذیل غلط فہمی واضح ہو جاتی ہے:

”یہ مسئلہ علم کلام کی بدعات میں سے ایک بدعت ہے جس میں اس امت کے صدر اول کے لوگوں نے کوئی گفتگو نہیں کی اور نہ ہی ان کے بعد بڑے بڑے جلیل القدر علماء میں سے کسی نے اس کے بارے میں اظہار خیال کیا ہے۔“ [شرح العقيدة الطحاوية (ص: ۳۳۹)]

حالانکہ یہ بات ثابت ہے کہ بعض صحابہؓ نے بھی اس مسئلہ میں گفتگو کی ہے۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ بن سلامؓ فرماتے ہیں کہ

”اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسی مخلوق پیدا نہیں کی جو اس کے نبی محمد ﷺ سے افضل ہو۔ آپ سے کہا گیا: جبریل اور میکائیل بھی آنحضرتؐ سے افضل نہیں؟ تو انہوں نے سائل کو جواب دیا کہ آپ کو معلوم ہے کہ جبریل اور میکائیل کیا ہیں؟ (پھر خود ہی فرمایا کہ) وہ تو سورج اور چاند کی طرح مطیع مخلوق ہے جب کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو بھی محمد ﷺ سے افضل نہیں بنایا۔“ [اسے امام حاکم نے روایت کیا اور صحیح قرار دیا۔ امام ذہبیؒ نے بھی انکی تائید کی۔ دیکھئے: شرح العقيدة الطحاوية بتحقيق البانیؒ (ص: ۳۴۲)]

دیگر اقوال:

عقیدہ طحاویہ کے شارح نے بیان کیا ہے کہ اہل سنت کی طرف یہ بات منسوب ہے کہ انبیاؑ میں سے صرف انبیاء و رسل اور نیک لوگ ہی فرشتوں سے افضل ہیں جب کہ معتزلہ صرف فرشتوں ہی کو افضل قرار دیتے ہیں اور ایام ابوالحسن اشعری کے پیروکاروں (اشاعرہ) کے دوقول ہیں: بعض تو انبیاء و اولیاء کو فرشتوں

سے افضل قرار دیتے ہیں بعض اس مسئلہ میں کوئی قطعی رائے دینے کی بجائے سکوت اختیار کرتے ہیں۔ البتہ ان میں سے بعض سے یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ فرشتے انسانوں سے افضل ہیں۔ یہ بات اہل سنت میں سے بھی بعض لوگوں نے اختیار کی ہے اور بعض صوفی بھی اس کے قائل ہیں۔

شیعہ حضرات کا کہنا ہے کہ یہ ساری امت فرشتوں سے افضل ہے، اور راسخ اہل علم میں سے کسی نے یہ بات نہیں کی کہ فرشتے بعض انبیاء سے افضل ہیں۔ شارح عقیدہ طحاویہ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ نے اس مسئلہ میں سکوت (توقف) اختیار کیا ہے اور خود بھی شارح کامیلان اسی طرف ہے۔ [ایضاً ص: ۳۳۸] امام سفاریؒ نے بیان کیا ہے کہ امام احمد ابن حنبلؒ فرمایا کرتے تھے کہ جس نے فرشتوں کو انسانوں سے افضل کہا اس نے غلطی کی اور آپ نے فرمایا کہ ہر صاحب ایمان فرشتوں سے افضل ہے۔ [المواسع الانوار البہیة (۲/۳۹۸)]

محل نزاع بات؟

اس بات میں کسی کا اختلاف نہیں کہ کافر اور منافق ہرگز فرشتوں سے افضل نہیں ہیں بلکہ یہ تو جانوروں سے بھی بدتر ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿أُولَئِكَ كَانُوا لِنِعْمِ رَبِّهِمْ أَصْلًا﴾ [سورة الاعراف: ۱۷۹]

”یہ تو جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی بدتر ہیں۔“

اس طرح اس مسئلہ میں حقیقت بشر کا حقیقت ملائکہ سے افضلیت کے مقابلے کا بھی سوال نہیں ہے بلکہ سوال نیک لوگوں اور فرشتوں کے مابین افضلیت کا ہے۔ اگرچہ بعض لوگوں کی رائے یہ ہے کہ فرشتے تمام مومنوں سے افضل ہیں لہذا ان کے نزدیک محل نزاع بات یہ ہے کہ آیا فرشتے انبیاء و رسل سے بھی افضل ہیں یا انبیاء و رسل فرشتوں سے افضل ہیں؟

نیک لوگوں کو فرشتوں سے افضل کہنے والوں کی دلیل:

(۱)..... ان کہ پہلی دلیل تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا تھا کہ وہ آدمؑ کو سجدہ کریں، اگر وہ (آدم یا انسان) فرشتوں سے افضل نہ ہوتا تو فرشتوں کو اسے سجدہ کرنے کا حکم نہ دیا جاتا۔ لیکن بعض لوگوں نے ان کی اس دلیل کا یہ کہتے ہوئے رد کیا ہے کہ یہ سجدہ آدم کو نہیں بلکہ اللہ کو کیا گیا تھا اور آدم تو ان کے لیے محض

ایک سمت تھے اور اگر آدم ہی کو سجدہ کیا گیا تھا تو پھر اس کے لیے قرآن میں یہ لفظ استعمال کیے جاتے: اَسْجُدُوا لِلّٰهِ اِلٰى اٰدَمَ اور اَسْجُدُوا لِاٰدَمَ نہ کہا جاتا اور اگر آدم ہی کو سجدہ کروانا مقصود تھا تو شیطان انہیں سجدہ کرنے سے انکار نہ کرتا اور نہ ہی یہ یگان کرتا کہ میں آدم سے بہتر ہوں کیونکہ قبلہ تو پتھر کی حیثیت رکھتا ہے اور کسی چیز کو قبلہ بنانے سے اسے فضیلت نہیں مل جاتی۔

یہ بات صحیح ہے کہ آدم کو فرشتوں کا سجدہ کرنا، ان کے لیے اللہ تعالیٰ کی عبادت و اطاعت اور قربت کا ذریعہ تھا جبکہ یہ چیز آدم کے لیے عزت و تکریم کا باعث تھی۔ اور کہیں یہ بات ثابت نہیں کہ آدم نے بھی فرشتوں کو سجدہ کیا ہو بلکہ آدم اور اس کی اولاد کو یہی حکم دیا گیا ہے کہ وہ صرف اور صرف اللہ رب العالمین کے لیے سجدہ کریں۔ کیونکہ اولاد آدم میں سے نیک لوگ تمام مخلوقات سے اشرف ہیں اور ان کے علاوہ اور کوئی ایسا نہیں جو اللہ تعالیٰ کے لیے ان سے بڑھ کر سجدہ ریزی کرتا ہو۔

(۲)..... ان کی دوسری دلیل وہ آیت ہے جس میں ہے کہ ابلیس کو جب یہ حکم ملا کہ آدم کو سجدہ کرتو اس نے کہا: ﴿اَزَيْتٰنِكَ هٰذَا الَّذِي كَرَّمْتَ عَلٰی﴾ [الاسراء: ۶۱] ”کیا خیال ہے یہ جس کو تو نے مجھ پر فضیلت دی ہے.....“ یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت آدم ابلیس سے افضل تھے، تبھی تو ان کے لیے ابلیس کو سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا۔

(۳)..... اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا جب کہ فرشتوں کو اپنے کلام (لفظ کن) سے پیدا کیا۔

(۴)..... قرآن مجید میں ہے: ﴿اِنِّىْ جَاعِلٌ فِى الْاَرْضِ خَلِيْفَةً﴾ [سورة البقرة: ۳۰] ”میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں۔“ اب جو خلیفہ ہو وہ اس سے افضل ہوتا ہے جو خلیفہ نہ ہو اور فرشتوں نے بھی یہ مطالبہ کیا تھا کہ انہیں خلیفہ بنایا جائے جیسا کہ قرآن مجید میں ان کا یہ قول ہے: ﴿اَتَجْعَلُ فِیْہَا مَنْ یُّسَبِّحُ فِیْہَا وَیُسَلِّیْہَا وَیُسَلِّیْکَ الدِّمَآءَ﴾ [سورة البقرة: ۳۰] ”کیا آپ اس زمین میں اسے (خلیفہ) بنائیں گے جو اس میں فساد کرے گا اور خون بہائے گا۔“ (مراد یہ تھی کہ اسے خلیفہ نہ بنایا جائے) اور اگر ان کے نزدیک خلافت ایک اعلیٰ درجے کی چیز نہ ہوتی تو وہ اس کا مطالبہ نہ کرتے اور نہ ہی آدم کے خلیفہ بنائے جانے پر رشک کرتے.....!

(۵)..... اولاد آدم اس لیے بھی فرشتوں سے افضل ہے کہ انہیں علم دیا گیا ہے مثلاً جب فرشتوں سے اللہ

تعالیٰ نے چیزوں کے ناموں کا سوال کیا تو وہ کوئی جواب نہ دے سکے بلکہ خود اپنی کم علمی کا اعتراف کیا جب کہ حضرت آدمؑ نے انہیں اس (علم) سے آگاہ کیا۔ اور علم کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ﴾ [سورة الزمر: 9]

”آپ کہہ دیں کیا وہ لوگ جو علم رکھتے ہیں اور وہ لوگ جو علم نہیں رکھتے، برابر ہو سکتے ہیں؟“

(۶)..... انسانوں کے فرشتوں سے افضل ہونے کی ایک دلیل یہ دی جاتی ہے کہ انسانوں پر اللہ کی اطاعت کرنا بڑا دشوار ہے اور جو کام دشوار ہو اسے کرنے والا افضل ہوتا ہے۔ چونکہ انسان کو شہوت، لالچ، غصے، خواہش وغیرہ جیسے خصائل کے ساتھ پیدا کیا گیا ہے اس لیے وہ افضل ہے جب کہ فرشتوں میں یہ چیزیں پیدا ہی نہیں کی گئیں (اس لیے وہ ان انسانوں سے افضل نہیں ہو سکتے)

فرشتوں کو افضل کہنے والوں کے دلائل:

جن لوگوں نے فرشتوں کو تمام انسانوں سے افضل قرار دیا ہے وہ بطور دلیل یہ حدیث پیش کرتے ہیں:

((من ذكرني في نفسه ذكرته في نفسي ومن ذكرني في ملاء ذكرته في ملاء خير منهم))
”جس شخص نے مجھے اپنے دل میں یاد کیا میں بھی اسے اپنے دل میں یاد کروں گا اور جس نے مجھے مجلس میں یاد کیا، میں اسے اس مجلس میں یاد کروں گا جو اس کی مجلس سے بہتر لوگوں پر مشتمل ہے۔“

اسی طرح انہوں نے یہ دلیل بھی پیش کی ہے کہ انسانوں میں نقائص اور کمیاں کو تاہیاں پائی جاتی ہیں اور ان سے غلطیاں اور برائیاں بھی ہوتی ہیں (جب کہ فرشتوں میں یہ چیزیں نہیں) جیسا کہ قرآن مجید میں ہے کہ ﴿وَلَا أَقُولُ لَكُمْ إِنِّي مَلَكٌ﴾ [سورة الانعام: ۵۰]

”میں تمہیں یہ نہیں کہتا کہ میں فرشتہ ہوں۔“ معلوم ہوا کہ فرشتے انسانوں سے افضل ہوتے ہیں۔

راج قول اور امام ابن تیمیہ کا فیصلہ!

اس مسئلہ میں راجح موقف وہ ہے جو شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے اختیار کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ ”انسانوں میں سے نیک انسان اپنے انتہائے کمال کے اعتبار سے فرشتوں سے افضل ہیں۔ انتہائے کمال کا معنی یہ ہے کہ جب یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے، کامیابی پالیں گے، بلند درجات پر فائز ہو جائیں گے، انہیں اللہ تعالیٰ ہیبت کی زندگی سے نوازدیں گے، اپنی مزید قربت سے نوازدیں گے، اپنا

دیدار کروادیں گے اور وہ اپنی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کا چہرہ دیکھ لیں گے اور فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان کی خدمت میں مصروف ہو جائیں گے تو اس وقت یہ انسان فرشتوں سے افضل ہوں گے۔ جب کہ باعتبار ابتدا، فرشتے انسانوں سے افضل ہیں کیونکہ اس وقت وہ اللہ تعالیٰ کے رفیقِ اعلیٰ کی حیثیت رکھتے ہیں، جن چیزوں میں انسان مبتلا ہیں ان سے وہ پاک ہیں اور ہر وقت اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہیں۔ اس لیے اس بات میں کوئی شک نہیں کہ اس وقت وہ انسانوں کے احوال کے مقابلے میں زیادہ کامل ہیں۔“

حافظ ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ (امام ابن تیمیہؒ کی) اس تفصیل سے فرشتوں اور انسانوں کی افضلیت کا مسئلہ واضح طور پر حل ہو جاتا ہے، دونوں فریقوں کے دلائل میں مطابقت بھی پیدا ہو جاتی ہے اور ہر کسی کو اپنے موقف کے باوجود مصالحت کی راہ مل جاتی ہے۔

فرشتوں پر ایمان لانے کا فائدہ؟

فرشتوں پر ایمان لانے کا پہلا فائدہ تو یہ ہے کہ ہم فرشتوں کے بارے میں ان تمام باتوں کو تسلیم کر لیتے ہیں جو ہمیں قرآن وحدیث (وحی الہی) کے ذریعے معلوم ہوئی ہیں اور اس طرح ہم اللہ تعالیٰ کی کسی بات سے انکار کے جرم سے محفوظ ہو جاتے ہیں۔ علاوہ ازیں فرشتوں پر ایمان لانے سے ہم بہت سے گمراہانہ نظریات سے بھی محفوظ ہو جاتے ہیں۔

اسی طرح فرشتوں پر ایمان لانے کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ جب ہمیں اس بات کا علم ہوگا کہ فرشتے نیک لوگوں سے محبت کرتے ہیں، ان کی حفاظت کرتے اور بوقت ضرورت اللہ کے حکم سے ان کی مدد بھی کرتے ہیں، تو اس سے ہمارے اندر نیک بننے اور اللہ کی نافرمانی سے بچنے کا جذبہ پیدا ہوگا اور ہمیں یہ حوصلہ بھی ملے گا کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کے ذریعے اپنے دشمنوں پر ہماری حفاظت و نصرت فرمائیں گے۔

اسی طرح فرشتوں کے بارے میں جب ہمیں یہ معلوم ہوگا کہ وہ ہر وقت اللہ کے حکم کے تابع ہیں اور اس کی تسبیح و تحمید میں مصروف رہتے ہیں تو اس سے ہمارے اندر بھی اللہ کی فرمانبرداری کا شعور مستحکم ہوگا۔



منکر میں ملائکہ اور ان کے شبہات کا ازالہ

گزشتہ صفحات میں فرشتوں کے بارے میں قرآن و حدیث کی روشنی میں جتنی تفصیلات دی گئی ہیں انہیں مد نظر رکھتے ہوئے لامحالہ یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ فرشتے اپنا خارجی وجود رکھتے ہیں۔ یہ انسانوں اور جنوں سے الگ ایک مستقل مخلوق ہیں، انہیں اللہ تعالیٰ نے مختلف مقاصد کے لیے پیدا فرمایا ہے، یہ اپنی اصلی شکل میں ہمیں نظر نہیں آتے لیکن اس کے باوجود ان پر ایمان لانے کا اللہ تعالیٰ نے ہم سے تقاضا کیا ہے۔ قرآن و حدیث پر سچے دل سے ایمان لانے والا ان باتوں سے کبھی انکار نہیں کر سکتا بلکہ اگر کوئی شخص فرشتوں کے وجود سے انکار کر دے تو پھر اس کا ایمان ہی باقی نہیں رہتا.....!

اسلامی تاریخ کے ابتدائی دور میں مسلمانوں میں فکری انتشار کے بعد بے شمار گروہ پیدا ہوئے مگر ان میں سے کسی نے بھی ملائکہ کے وجود کا انکار نہیں کیا، حتیٰ کہ معتزلہ جن کی 'عقل پرستی' ضرب المثل ہے۔ ان کا معتد بہ حصہ بھی فرشتوں کے وجود کو مانتا رہا ہے بلکہ اس سے اوپر اگر جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ آنحضرت ﷺ کے دور میں کفار بھی ملائکہ کے وجود کو تسلیم کرتے تھے، مگر دور حاضر میں منکرین حدیث کا مشہور پرویزی گروہ فرشتوں کے وجود کا صاف انکاری ہے۔ پرویز سے بھی پہلے سرسید احمد خان نے یہ روش اختیار کی تھی۔ اس لیے آئندہ سطور میں پہلے سرسید احمد خان کے افکار کا اور اس کے بعد پرویز صاحب کی آراء کا تجزیہ کیا جائے گا۔

واضح رہے کہ اس موضوع پر کئی ایک اہل علم نے اظہار خیال کیا ہے تاہم ان میں سے مولانا عبدالرحمن کیلانی نے جس علمی انداز سے ان عقل پرستوں کا تعاقب کیا ہے، وہ قابل صد تحسین ہے۔ موصوف کی تنقید کے بعد اس موضوع پر چونکہ کوئی نئے دلائل یا انکشافات سامنے نہیں آئے، اس لیے آئندہ سطور میں ہم موصوف کے نقد و تبصرہ کو ان کی کتاب آئینہ پرویزیت [ص ۱۰۲ تا ۱۱۲] سے پیش کر رہے ہیں:

ایمان بالملائکہ اور سرسید کے نظریات:

”فرشتوں پر ایمان لانا ایمان کا ایک جز ہے اور قرآن میں اس کی صراحت کئی مقامات پر موجود ہے فرشتے

اپنا خارجی وجود اور ذاتی تشخص رکھتے ہیں۔ فرشتے آسمان سے نیچے بھی اترتے ہیں، زمین سے اوپر آسمان کو چڑھتے بھی ہیں۔ جبریل اور میکائیل انہی میں سے ہیں۔ پھر کچھ فرشتے دودو، تین تین، اور چار چار پروں والے بھی ہیں، فرشتوں نے بدر کے میدان میں مسلمانوں کی مدد بھی کی تھی وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب چیزیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ فرشتوں کا خارجی وجود ضرور ہے لیکن چونکہ وہ غیر مرنی مخلوق ہیں..... لہذا ان پر ایمان لانا ”ایمان بالغیب“ کا ایک حصہ ہے، لیکن سرسید صاحب موصوف فرشتوں کے خارجی وجود کے منکر ہیں اور ان کا انکار اس بنا پر ہے کہ وہ محسوسات و مشاہدات کی زد سے باہر ہیں۔ نیز ڈارون کے نظریہ ارتقاء کا بھی یہی تقاضا ہے۔ پھر چونکہ ابلیس بھی فرشتوں کی صف میں تھا۔ لہذا اس کے خارجی وجود سے بھی آپ نے انکار کر دیا۔ آپ اپنی تفسیر القرآن جلد ۱ صفحہ ۴۲ پر فرماتے ہیں:

”خدا تعالیٰ جو اپنے جاہ و جلال اور اپنی قدرت اور اپنے افعال کو فرشتوں سے نسبت کرتا ہے، تو جن فرشتوں کا قرآن میں ذکر ہے ان کا کوئی اصلی وجود نہیں ہو سکتا۔ بلکہ خدا کی بے انتہاء قدرتوں کے ظہور کو اور ان قوای کو جو خدا نے اپنی ساری مخلوق میں مختلف قسم کے پیدا کیے ہیں، ملک یا ملائکہ کہا ہے جن میں سے ایک ابلیس یا شیطان بھی ہے۔ پہاڑوں کی معدنیت، پانی کی رقت، درختوں کی قوت نمو، برق کی قوت جذب و دفع، غرضیکہ تمام قوی جن سے مخلوقات موجود ہوئی ہیں اور جو مخلوقات میں ہیں وہی ملک و ملائکہ ہیں جن کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے، انسان ایک مجموعہ قوائے ملکوئی اور قوائے بیہمی کا ہے اور ان دونوں قوتوں کی بے انتہاء ذریعات ہیں، جو ہر قسم کی نیکی و بدی میں ظاہر ہوتی ہیں اور انسان کے فرشتے اور ان کی ذریعات اور وہی انسان کے شیطان اور ان کی ذریعات ہیں۔“

سرسید کے خیالات: آپ فرماتے ہیں:

”بعض اکابر اسلام کا بھی یہی مذہب ہے جو میں کہتا ہوں۔ اور امام محی الدین ابن عربی نے فصوص الحکم میں یہ مسلک اختیار کیا ہے۔ شیخ عارف باللہ مؤید الدین ابن محمود المعروف بالمہدی نے، جو مریدان خاص شیخ صدر الدین تونوی، مرید امام محی الدین ابن عربی سے ہیں، شرح فصوص الحکم میں بہت بڑی بحث لکھی ہے۔“ [ایضاً صفحہ: ۴۳]

یہ جو اکابر اسلام سید صاحب نے گنوائے ہیں۔ یہ دراصل ابن عربی (۶۳۸ھ) اور ان کے مرید خاص صدر الدین تونوی اور ان کے مرید شیخ عارف باللہ ہیں۔ ابن عربی گروہ صوفیہ کی معروف شخصیت ہیں اور

صوفیہ میں شیخ اکبر کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں۔ ابن عربی نے بھی تصوف میں چند نئے نظریات کو داخل کیا تھا مثلاً

۱۔ یہ کہ نبوت وہی نہیں بلکہ اکتسابی چیز ہے اور عقل کو اپیل کرنے کی وجہ سے سید صاحب نے بھی اس نظریہ کو اپنایا ہے۔

۲۔ یہ کہ نبوت چونکہ اکتسابی ہے لہذا تاقیامت جاری رہے گی۔ مرزائے قادیاں نے بھی ابن عربی کی تحریروں سے فائدہ اٹھایا ہے۔

۳۔ یہ کہ ولایت کا مقام نبوت سے بھی آگے نکل جاتا ہے۔ اس کے خیال کے مطابق سب سے نچلا درجہ رسالت کا ہے۔ پھر اس سے اوپر نبوت کا پھر اس سے اوپر ولایت کا چنانچہ وہ کہتا ہے:

مقام النبوة فی برزخ ! فوق الرسول ودون الولی !

”نبوت کا مقام درمیان میں ہوتا ہے جو رسول سے اوپر اور ولی سے نیچے ہوتا ہے۔“

ابن عربی اس کی دلیل یہ دیتے تھے کہ رسول یا نبی سے تو اللہ تعالیٰ فرشتے کے ذریعے بات چیت کرتا ہے لیکن ولی سے یہ بات چیت فرشتے کے واسطے کے بغیر ہوتی ہے۔ نیز نبی ہو یا رسول، اس کا ایک مخصوص مقام ہوتا ہے جس سے آگے وہ تجاوز نہیں کر سکتا جب کہ ولی واصل بالحق بھی ہو سکتا ہے۔ لہذا ولایت نبوت سے افضل ہے۔

۴۔ خاتم الانبیاء کی طرح خاتم الاولیاء بھی ایک منصب ہے اور چونکہ نبوت سے ولایت افضل ہے۔ لہذا خاتم الانبیاء سے خاتم الاولیاء افضل ہوتا ہے۔ اور موجودہ دور کا خاتم الاولیاء میں ہوں۔ چنانچہ ان کا درجہ ذیل شعر اسی نظریہ کی ترجمانی کرتا ہے:

انا ختم الولاية دون شك لورثت الهاشمی مع المسيح !

”پیشک میں خاتم الاولیاء ہوں کیونکہ مجھے ہاشمی وراثت کے ساتھ ساتھ مسیحی وراثت بھی حاصل ہے۔“

۵۔ اور اس کا پانچواں نظریہ یہ تھا کہ انسان کو سب سے زیادہ معرفت الہی اس وقت حاصل ہوتی ہے جب وہ کسی عورت سے جماع میں مشغول ہوتا ہے۔ [ان نظریات کے تفصیل کے لیے میری تصنیف ’شریعت و طریقت‘ ملاحظہ فرمائیے۔ (کیلانیؒ)]

انہی نظریات کی وجہ سے علمائے دین نے اس پر کفر کا فتویٰ لگایا اور حکومتِ مصر کو اس کے خیالات سے مطلع

کردیا۔ جب اس بات کی ابن عربی کو خبر ہوئی تو ابن عربی نے وہاں سے بھاگ کر دمشق میں آ کر پناہ لی۔ ابن عربی فلسفہ وحدت الوجود کا سب سے بڑا چارک تھا جو صوفیہ کا مشہور ترین نظریہ ہے، اسی وجہ سے صوفیہ اسے شیخ اکبر کے معزز لقب سے یاد کرتے ہیں۔ ان کی تصانیف میں سے دو کتب فتوحات مکیہ اور فصوص الحکم زیادہ مشہور ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی، جو خود بھی صوفیہ میں ایک بلند مقام رکھتے ہیں، ان کتابوں پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

”ہمیں نص سے کام ہے فص سے نہیں۔ اور فتوحات مدنیہ نے ہمیں فتوحات مکیہ سے بے نیاز کر دیا ہے“ سو یہ ہیں محی الدین ابن عربی اور ان کے مرید صدر الدین قونوی اور ان کے مرید عارف باللہ، شارح فصوص الحکم جن کو سید صاحب اکابر اسلام کا نام لے کر ان سے استفادہ فرما رہے ہیں کہ انھوں نے ملائکہ کے ذاتی تشخص کو تسلیم نہیں کیا۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

”شیخ نے اپنے مکاشفہ سے ان جزئیات کے کلیات کو جانا ہو گا مگر چونکہ وہ مکاشفہ ہم کو حاصل نہیں ہے، اس لیے ہم انہی قوی کو جن کو شیخ اور ان کے تابع ذریعات ملائکہ قرار دیتے ہیں، ملائکہ کہتے ہیں۔ مطلب ایک ہے کہ صرف لفظوں یا جاننے نہ جاننے کا ہیر پھیر ہے۔ شیطان کی نسبت تو ’قبصری شرح فصوص‘ میں نہایت صاف صاف وہی بات لکھی ہے، جو ہم نے کہی ہے۔“ [تفسیر القرآن از سر سید احمد خان: ج ۱ ص ۲۴]

ان حوالہ جات سے یہ بات بہر حال واضح ہو جاتی ہے کہ سید صاحب نے فرشتوں اور ابلیس سے انکار کے ثبوت میں کس طرح کے ”اکابر اسلام“ سے استفادہ کیا ہے۔

سر سید اور صوفیہ کا ذہنی اتحاد:

آپ حیران ہوں گے کہ ابن عربی اور اس کے مرید جو طبقہ صوفیہ سے تعلق رکھتے ہیں، ولایت کا معیار ہی کرامات سمجھتے ہیں۔ دوسری طرف سید صاحب جیسے نیچر پرست ہیں جو کرامات تو کیا معجزات کے بھی منکر ہیں، پھر یہ دونوں فرشتوں اور ابلیس کے خارجی وجود سے انکار کے مسئلہ پر متفق کیونکر ہو گئے۔ تو گزارش ہے کہ ابن عربی اور اس کے حواریوں کی ضرورت اور تھی اور سر سید کی ضرورت دوسری ہے۔ ابن عربی کا گروہ شیطان کی دشمنی سے نفس کشی، چلے اور ریاضت و مجاہدہ مراد لیتا ہے اور ملکوئی قوتوں یا ملائکہ کو انسان کے اندر ثابت کر کے فرشتوں کے بجائے خود آسمانوں کی طرف روحانی پرواز کرتا ہے۔ البتہ یہ گروہ خارجی قوتوں کو ملائکہ سے تعبیر نہیں کرتا۔ جب کہ سر سید کو ملائکہ اور ابلیس انسان کے اندر ہی تسلیم کرنے اور خارجی وجود سے

انکار کی ضرورت یہ پیش آئی کہ اس تاویل کے بغیر نظریہ ارتقاء کو اسلامی تعلیمات میں فٹ کرنا مشکل تھا۔ لہذا دونوں گروہوں نے الگ الگ مقاصد کے پیش نظر فرشتوں، ابلیس اور شیطان کے ذاتی تشخص اور خارجی وجود سے انکار کر دیا۔

فرشتوں کے ذاتی تشخص کے دلائل:

اب سوال یہ ہے کہ اگر ملائکہ سے مراد کائنات کی مختلف خارجی قوتیں، یا انسان کے اندر نیکی پیدا کرنے والی قوتیں مراد ہیں، تو ان قوتوں کو مسلمان کیا ہر انسان حتیٰ کی دہریے بھی تسلیم کرتے ہیں۔ پھر یہ فرشتوں پر ایمان بالغیب کیا ہوا؟ اور اس آیت کا مطلب کیا ہوگا:

﴿ اَمِنَ الرَّسُولُ بِمَا اُنزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ كُلٌّ اَمِنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰئِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ ﴾
[سورة البقرة: ۲۸۵]

”رسول اور مومن اس کتاب پر جو ان کے رب کی طرف سے اس (رسول) پر نازل کی گئی ہے، ایمان رکھتے ہیں۔ اور ایمان والوں میں سے ہر ایک اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھتا ہے۔“

اب دیکھئے درج ذیل آیت فرشتوں کے خارجی وجود کے ثبوت میں کیسی صاف ہے:

﴿ وَقَالَ الَّذِينَ لَا يُرْجُونَ لِقَاءَنَا لَوْلَا اُنزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰئِكَةُ اَوْ نَرٰى رَبَّنَا ﴾ [الفرقان: ۲۱]

”اور جو لوگ ہم سے ملنے کی امید نہیں رکھتے، کہتے ہیں کہ ہم پر فرشتے کیوں نہ نازل کئے گئے یا ہم اپنی آنکھ سے اپنے پروردگار کو دیکھ لیں۔“

گویا اس دور کے کفار و مشرکین فرشتوں کے خارجی وجود کے اس طرح قائل تھے جس طرح اللہ تعالیٰ کے خارجی وجود کے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو جواب یہ دیا کہ

﴿ يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلٰئِكَةَ لَا بُشْرٰى لِيْ يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَلٰكِنْ لِّلسَّٰغِرِ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ وَعَذَابٌ لِّهٖمْ اَلَمٌ ﴿۲۲﴾ ﴾ [سورة الفرقان: ۲۲]

”جس دن یہ فرشتوں کو دیکھیں گے اس دن گنہگاروں کے لیے کوئی خوشی کی بات نہ ہوگی۔“

تو کیا یہ سب سوال و جواب محض خارجی یا باطنی قوتوں سے متعلق ہی ہو رہے ہیں۔ باطنی قوتیں تو کم و بیش شخص میں اور ایسے ہی کفار میں بھی موجود ہوتی ہیں۔ پھر آخراں کا مطالبہ کیا تھا؟

نیز یہ بات تو سید صاحب بھی تسلیم کرتے ہیں کہ عبد کا لفظ روح اور جسم کے مرکب پر بولا جاتا ہے (دیکھیے:

تفسیر القرآن، از سرسید۔ بذیل واقعہ اسراء) اس کا استعمال نہ تو صرف روح پر ہو سکتا ہے۔ نہ صرف جسم پر اور نہ ہی خارجی یا باطنی قوتوں پر۔ اب دیکھیے قرآن کریم نے جیسے عبد کا لفظ انسانوں کے لیے استعمال کیا ویسے ہی فرشتوں کے لیے بھی استعمال کیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَجَعَلُوا الْمَلَائِكَةَ الَّذِينَ هُمْ عِبَادُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا﴾ [سورة الزخرف : ۱۹]

”انہوں نے فرشتوں کو کہ وہ بھی خدا کے بندے ہیں، اُناتھ (یعنی خدا کی بیٹیاں) مقرر فرما دے لیا۔“

جبریل کی حقیقت اور نبوت کا مقام سرسید کے نزدیک:

آپ تفسیر القرآن جلد ۱ صفحہ ۲۳ پر ارشاد فرماتے ہیں:

”نبوت درحقیقت ایک فطری چیز ہے جو انبیاء میں بمقتضای ان کی فطرت کے مثل دیگر قوی انسانی کے ہوتی ہے۔ جس انسان میں وہ قوت ہوتی ہے وہ نبی ہوتا ہے۔ اور جو نبی ہوتا ہے اس میں وہ قوت ہوتی ہے، جس طرح کہ تمام ملکات انسانی اس کی ترکیب اعضاء دل و دماغ و خلقت کی مناسبت سے علاقہ رکھتے ہیں۔ اسی طرح ملکہ نبوت بھی اس سے علاقہ رکھتا ہے۔ بعض دفعہ کوئی خاص ملکہ کسی خاص انسان میں از روئے خلقت و فطرت کے ایسا قوی ہوتا ہے کہ وہ اس کا امام یا پیغمبر کہلاتا ہے۔ لو بار بھی اپنے فن کا امام یا پیغمبر ہو سکتا ہے۔ مگر جو شخص روحانی امراض کا طبیب ہوتا ہے اور جس میں اخلاقی انسانی کی تعلیم و تربیت کا ملکہ بمقتضای اس کی فطرت کے خدا سے عنایت ہوتا ہے وہ پیغمبر کہلاتا ہے۔ اور جس طرح کہ اور قوائے انسانی بمناسبت اس کے اعضاء کے قوی ہوتے جاتے ہیں، اسی طرح یہ ملکہ بھی قوی ہوتا جاتا ہے۔ اور جب وہ اپنی پوری قوت پر پہنچ جاتا ہے تو اس سے وہ ظہور میں آتا ہے جس کو عرف عام میں بعثت سے تعبیر کرتے ہیں۔“ [ایضاً ص ۲۴]

”اور پیغمبر میں۔ بجز اس ملکہ نبوت کے جس کو ناموس اکبر اور زبان شرع میں جبریل کہتے ہیں اور کوئی ایلی پیغام پہنچانے والا نہیں ہوتا، اس کا دل ہی وہ آئینہ ہوتا ہے جس میں تجلیات ربانی کا جلوہ دکھائی دیتا ہے۔ اس کا دل ہی وہ ایلی پیغام ہوتا ہے جو خدا کے پاس پیغام لے جاتا ہے اور خدا کا پیغام لے آتا ہے۔ وہ خود ہی مجسم چیز ہوتا ہے جس میں خدا کے کلام کی آوازیں نکلتی ہیں۔ وہ خود ہی وہ کان ہوتا ہے جو خدا کے بے حروف و بے صوت کلام کو سنتا ہے۔ خود اس کے دل سے فوارہ کی مانند وحی اُٹھتی ہے اور خود اسی پر نازل ہوتی ہے، اس کا عکس اس کے دل پر پڑتا ہے جس کو وہ خود ہی الہام کہتا ہے، اس کو کوئی نہیں

بلواتا، بلکہ وہ خود بولتا ہے اور خود ہی کہتا ہے: وما ينطق عن الهوى ان هو الا وحى يوحى ہزاروں شخص ہیں جنہوں نے مجنوںوں کی حالت دیکھی ہوگی وہ بغیر بولنے والے کے اپنے کانوں سے آوازیں سنتے ہیں۔ تنہا ہوتے مگر اپنی آنکھوں سے اپنے پاس کسی کو کھڑا ہوا دیکھتے ہیں اور باتیں کرتے ہیں ہاں ان دونوں میں اتنا فرق ضرور ہے کہ پہلا مجنون ہے اور دوسرا پیغمبر۔ گو کہ کافر پچھلے کو بھی مجنون بتاتے تھے۔“ [الضأص ۲۵]

فطری ملکہ اور نبوت میں فرق:

سید صاحب کا یہ نادر انکشاف کئی لحاظ سے غلط ہے:

۱۔ یہ فطری ملکہ اگر ابتدائے فطرت سے ہوتا ہے تو اس کا اظہار بھی ابتداء ہی سے ہونا چاہیے مثل مشہور ہے۔ ”ہونہار بردا کے چکنے چکنے پات۔“ شاعر نابذ اور فطین قسم کے لوگ ہیں جو ابتدائے فطرت سے یہ ملکہ لے کر پیدا ہوتے ہیں تو ایسا کبھی نہیں ہوتا کہ ایک مدت معینہ تک تو انہیں خود بھی اور دوسروں کو بھی ان کے اس ”ملکہ فطری“ کا علم تک ہی نہ ہو اور عمر کے ایک خاص حصہ میں اس کا پوری شدہ مد سے ظہور شروع ہو جائے۔ یہ چیز فطرت کے خلاف ہے۔ لیکن انبیاء میں ہم دیکھتے ہیں کہ ایک معین مدت تک نہ انہیں خود ہی ’وحی‘ کے نزول کا علم ہوتا ہے اور نہ ہی دوسروں کو ایسا گمان ہوتا ہے کہ اس میں ’وحی‘ والا فطرتی ملکہ موجود ہے۔

۲۔ اس فطری ملکہ کا جب ظہور شروع ہو جاتا ہے تو اس میں بدستور ارتقاء کا عمل جاری رہتا ہے اور وہ دو طرح سے ہوتا ہے: (۱) اس خاص فن میں مزید کمال حاصل ہوتا ہے۔ (۲) تجربہ کی بناء پر اس کے نظریات میں تبدیلی واقع ہوتی رہتی ہے۔

فطری ملکہ اور علامہ اقبال:

اب ہم ان باتوں کو ایک مثال سے واضح کرتے ہیں۔ علامہ اقبال کے متعلق یہ تو مسلمہ امر ہے کہ ان میں شعر کا فطری ملکہ موجود تھا، اب دیکھیے انہوں نے بچپن ہی میں کسی بچہ کو مخاطب کر کے ایک نظم کہی تھی جس کا پہلا شعر یہ ہے:

”میں نے چھینا تجھ سے چاقو اور چلاتا ہے تو مہرباں ہوں میں مگر نا مہربان سمجھا ہے تو“

لیکن علامہ موصوف کے آخری زندگی کے شعر بلحاظ شعریت اس نظم سے بدرجہا بلند ہیں مثلاً:

”سجھتی ہیں ما ل گل، مگر کیا زور فطرت ہے سحر ہوتے ہی کلیوں کو تم سم آ ہی جاتا ہے“

گویا اس خاص ملکہ فطری میں بھی ارتقاء پختگی کا عمل جاری رہتا ہے جیسا کہ مندرجہ بالا دونوں شعروں میں بلحاظ سلاست و شعریت زمین و آسمان کا فرق ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ آپ کے نظریات زندگی بدلتے رہتے تھے۔ ایک وقت تھا جب علامہ موصوف کے نیشنلسٹ وطن پرست تھے، اس وقت آپ نے یہ شعر پڑھا:

”مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیرکھنا ہندی ہیں ہم، وطن ہے ہندوستان ہمارا“

پھر جب آپ وطن پرست کی بجائے اسلام پرست یا ’مسلم بن گئے تو آپ کا نعرہ یہ تھا:

”چین و عرب ہمارا ہندوستان ہمارا مسلم ہیں ہم، وطن ہے سارا جہاں ہمارا“

پھر اس نظریہ میں اس قدر پختہ ہوئے کہ جب مولانا حسین احمد مدنی مہتمم دارالعلوم دیوبند نے انگریزوں کو وطن سے نکالنے کی خاطر کانگریس کے نظریہ کو قبول کر لیا اور یہ نظریہ پیش کیا کہ تو میں اوطان سے بنتی ہیں تو علامہ موصوف نے ان کو درج ذیل رباعی لکھ کر بھیجی:

عجم ہنوز نہ داند رموز دین ورنہ زد یو بند حسین احمد ایس چہ لوالحجی ست

سرود بر سر منبر کہ قوم از وطن است چہ بے خبر ز مقام محمد عربی ست

اسی طرح ایک وقت تھا جب علامہ موصوف روس کے فلسفہ اشتراکیت سے سخت متاثر تھے۔ اس دور میں آپ نے اشتراکیت کے حق میں بہت سے اشعار قلمبند کیے اور لینن کو وہ پیغمبر سے کم نہیں سمجھتے تھے، کہتے ہیں:

”نیست پیغمبر و لیکن در بغل دارد کتاب“

پھر جب آپ نے اسلام کا بنظر غائر مطالعہ کیا تو اس نظریہ اشتراکیت سے تائب ہو گئے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

”دین آن پیغمبر ناحق شناس! بر مساوات شکم دارا داساس“

اسی طرح کسی وقت آپ تصوف سے اس قدر متاثر تھے کہ آپ کے گھر پر ابن عربی کی فتوحات مکیہ کا درس ہوا کرتا تھا۔ پھر جب آپ نے اسلامی تعلیمات کو اپنایا تو اس رہبانیت سے بیزار ہو کر لکھتے ہیں:

گوسفندے درلباس آدم است! حکم اُور جان صوفی محکم است
 برتخیل ہائے افرماں رواست جام او خواب آورگیتی رباست
 قوم ہا از شکر او مسوم گشت خفت و از ذوق عمل محروم گشت

غور فرمائیے کہ کیا پیغام نبوت میں بھی ایسے تغیرات کی گنجائش ہے؟ نبی بھی بہر حال انسان ہی ہوتا ہے اگر ملکہ نبوت کی صورت بھی دوسرے ملکات انسانی کی طرح ہے تو پھر یہ ان تغیرات سے کیوں محفوظ رہ سکتا ہے؟ قرآن کی پہلی وحی بلحاظ فصاحت و بلاغت اور ہدایت وہی درجہ رکھتی ہے جو آخری وحی کا ہے۔ پھر اس کا اپنا دعویٰ ہے کہ اس کلام میں پورے ۲۳ سال کے عرصہ میں کوئی تضاوتیں آئے گا۔ اس پر نہ ارتقائے فن کا کچھ اثر ہے نہ ارتقائی نظریات کا۔ پھر ہم سرسید کے اس نادر فلسفہ کو کیونکر صحیح قرار دے سکتے ہیں؟

۳۔ وحی کے متعلق یہ شعور کہ ”وہ ایک نبی کے دل سے اٹھتی ہے، پھر اسی کے دل پر گرتی ہے۔ جب اٹھتی ہے تب تو اس منہ سے بے آواز نکلتی ہے۔ البتہ جب گرتی ہے اس وقت منہ سے آواز نکلنے لگتی ہے۔ اور وہ بھی اس حالت میں کہ وہ سمجھتا ہے کہ اس کے پاس کوئی موجود ہے جو اس سے ہم کلام ہو رہا ہے (جیسے قل للہ الامر جمیعاً) یعنی وہ فرضی خارجی ہستی اس نبی کو کچھ بتلا رہی ہے۔ اس بات کا واضح اشارہ ہے کہ نبی پر وحی کے نزول کے وقت اس کے ہوش و حواس قائم نہیں ہوتے! (نعوذ باللہ من ذلک) یہ صوفیانہ تخیل سید صاحب کو شائد ان کے اہلیس ہی نے سمجھایا ہے۔ کسی نبی کے متعلق اس کے متبعین ایسا تصور کبھی برداشت نہیں کر سکتے۔ اس طرح تو وحی ساری کی ساری مشکوک ہو کر رہ جاتی ہے۔

ہم حیران ہیں کہ آپ نے جبریلؑ کے وجود کی نفی میں جو مجنون کی مثال کا سہارا لیا ہے تو یہ بات بھی آپ کے نظریہ کے خلاف ہے۔ مجنون اسے کہتے ہیں جسے جن پڑ گئے ہوں، یا جو آسیب زدہ ہو۔ اور سرسید جن کے وہ معنی نہیں لیتے جو عام فہم ہیں بلکہ وہ جن سے دیہاتی لوگ مراد لیتے ہیں۔ اب یہ عقدہ بھی سید صاحب ہی حل فرما سکتے ہیں کہ مجنون کے سامنے جو چیز آکھڑی ہوتی ہے اور اس سے باتیں کرتا اور مجنون سے سوال و جواب ہوتا ہے تو وہ ہستی کیا چیز ہوتی ہے؟

۴۔ پیغامبر کی یہ شرح بھی عجیب ہے کہ وہ خدا تک پیغام لے جاتا ہے اور پھر وہ پیغام واپس بھی لاتا ہے تو پھر اس معاملہ میں خدا کی ضرورت بھی کیا ہے؟ کیا نبی اپنا پیغام خدا کے پاس Approve کرانے کے لیے جاتا ہے۔ آخر اس ڈبل ڈیوٹی کا فائدہ کیا ہے جو آپ نے پیغمبر کے سر پر ڈال دی ہے؟ فرماتے

ہیں کہ وہ آواز بھی ہوتا ہے اور کان بھی۔ خود ہی کہتا ہے خود ہی سنتا ہے۔ اب اس میں خدا کا کیا واسطہ رہا؟ آواز تو اس کی اپنی ہی ہوتی ہے۔ پھر وہ اندر کی بے صوت و بے حرف کلام کب سنتا ہے؟ اور اسے کیسے سمجھتا ہے؟ عجیب قسم کے گورکھ دھندا میں آپ مسلمانوں کو گھسیٹنا چاہتے ہیں۔

۵۔ یہ بے صوت و بے حرف کلام کا نظریہ خالصتہً معتزلین کا مردود نظریہ ہے۔ وہ خدا کو صفت کلام سے عاری قرار دیتے تھے۔

نبوت اور قرآن کریم:

۶۔ اب دیکھیے قرآن کریم جبریل اور نزول وحی کے متعلق کیا تصور پیش کرتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ عِلْمَهُ شَدِيدُ الْقُوَىٰ ذُو مِرَّةٍ فَاسْتَوَىٰ وَهُوَ بِالْأَفْقِ الْأَعْلَىٰ لَمَّا دَنَا فَضَلَّىٰ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَىٰ فَأَوْحَىٰ الْإِلٰهِي عَبْدَهُ مَا أَوْحَىٰ﴾
[سورة النجم: ۳ تا ۱۰]

”اور (محمد ﷺ) اپنی نفسانی خواہش سے نہیں بولتا وہ خدا کی طرف سے وحی ہے جو اس کی طرف بھیجی جاتی ہے۔ اسے بڑی زبردست قوت والے نے سکھایا، طاقت ور (جبریل) نے۔ پھر وہ سیدھا اور قائم ہو گیا اور وہ آسمان کے اونچے کنارے پر تھا۔ پھر قریب ہوا اور جھک گیا۔ پھر وہ کمان کے دو گوشوں کے برابر یا اس کے بھی قریب ہو گیا تو (اس وقت) اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کی طرف وحی کی جو کچھ کرنا مقصود تھی۔“

دیکھ لیجئے ان آیات میں وحی ڈالنے والی کسی خارجی ہستی کا ثبوت ملتا ہے یا نہیں؟ سورہ جن میں فرمایا کہ جب وحی اتاری جاتی ہے تو اس بنا پر فرشتے کے ارد گرد پہرہ بھی لگایا جاتا ہے تاکہ پوری محفوظیت سے یہ وحی نبی تک پہنچ جائے اور اس میں کسی قسم کی آمیزش نہ ہو۔ ایک دوسرے مقام پر پیغامبر فرشتے کو یعنی جبریل کو روح الامین کے لقب سے پکارا گیا ہے۔ یعنی وہ پیغام رسانی میں پوری امانت و دیانت سے کام لیتا ہے۔ یہ ہے اہتمام وحی کو نبی کے دل تک پہنچانے کا۔ اب بتلائیے اس اہتمام و حفاظت وحی کو مجنونانہ تخیلات یا ماہرانہ کمالات سے کچھ نسبت ہو سکتی ہے؟

قرآن کریم میں ایک مقام پر دو فرشتوں کے نام بھی آئے ہیں اور نام اسی چیز کا ہوتا ہے جس کا کوئی علیحدہ تشخص ہو۔ اب دیکھیے ان کے متعلق سید صاحب کیا کہتے ہیں:

جبریل اور میکائیل:

”اس سبب سے یہود جبریل کو اپنا دشمن سمجھتے تھے اور اس سے عداوت رکھتے تھے، اسی کی نسبت خدا نے فرمایا ہے کہ، جو کوئی جبریل کا یا میکائیل کا دشمن ہے، بیشک خدا اس کا دشمن ہے۔ مگر جبریل و میکائیل کا اس آیت میں حکایۃ نام آنے سے ان کے ایسے وجود پر، جیسا کہ یہودیوں نے اور ان کی پیروی میں مسلمانوں نے تصور کیا ہے، استدلال نہیں ہو سکتا۔“ [ایضاً ص ۱۰۶]

”یہود یہ سمجھتے تھے کہ جبریل جو ہمارا دشمن ہے۔ وہ آنحضرت کو یہ بات سکھاتا ہے۔ خدا نے پیغمبر سے کہا کہ ”تو کہہ دے کہ ہاں جبریل ہی اللہ کے حکم سے میرے دل میں باتیں ڈالتا ہے۔ مگر جو کوئی ان باتوں کا اور فرشتوں کا اور جبریل اور میکائیل کا اور رسولوں کا دشمن ہے، خدا اس کا دشمن ہے۔“ فرشتوں کی دشمنی بیان کرنے کے بعد جبریل و میکائیل کا بالخصوص نام لینا گویا یہود کے خیالات کا اعادہ ہے اور وہ نام مقصود بالذات نہیں ہیں۔ کیونکہ اگر یہودیوں کا یہ خیال نہ ہوتا تو غالباً وہ نام نہ لیے جاتے۔ پس ان دونوں کے نام قرآن میں آنے سے یہ ثابت نہیں ہو جاتا کہ درحقیقت اس نام کے دو فرشتے مع تشخصہما علیحدہ علیحدہ ایسی ہی مخلوق ہیں جیسے زید و عمر۔“ [ایضاً ص ۱۳۰]

اب دیکھیے کہ بحث اس میں نہیں کہ جبریل و میکائیل کے نام یہودیوں نے رکھے تھے یا خدا نے؟ اگر بالفرض یہودیوں نے ہی رکھے ہوں اور خدا نے ان ناموں کا اعادہ کر دیا ہو تو بھی یہ خدا ہی کی طرف سے ہوئے۔ بحث اس میں ہے کہ آیا فرشتے اپنا علیحدہ وجود رکھتے ہیں یا نہیں؟ اس کے لیے سید صاحب نے کیا دلیل دی ہے؟ محض ان کے خیالات تو قابل تسلیم نہیں بن سکتے.....!!

پھر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ ایک بات یہودیوں میں مشہور ہو گئی خواہ وہ کیسے ہوئی، پھر مسلمانوں میں آ گئی۔ اگر وہ غلط تھی یعنی فرشتوں کے علیحدہ وجود کے تصورات ٹھیک نہ تھے تو اللہ تعالیٰ کو ان کی تردید کرنا چاہیے تھی، نہ کہ ان کا اعادہ کر کے ان غلط تصورات کو مزید تائید بخشا جائے تھی.....!“

☆ فرشتوں کے بارے میں غلام احمد پرویز کے افکار و نظریات

”پرویز صاحب نہ تو فرشتوں کے خارجی وجود کے قائل ہیں اور نہ ہی ذاتی تشخص کے، لہذا فرشتوں پر ایمان بالغیب کے مسئلہ نے بھی انہیں خاصا پریشان کر رکھا ہے۔ اس سلسلہ میں بھی ان کی تحریقات و تاویلات دلچسپی سے خالی نہیں۔ اب ہم آپ کو یہ بتلائیں گے کہ وہ فرشتوں سے کیا کیا مرادیں لیتے ہیں:

۱۔ ملائکہ سے مراد خارجی قوائے فطرت:

”ملائکہ سے مراد مفہوم وہ قوتیں ہیں جو کائنات کی عظیم القدر مشینری کو چلانے کے لیے مامور ہیں یعنی قوائے فطرت، اس لیے قانون خداوندی کی زنجیر کے ساتھ جکڑی ہوئی ہیں کہ ان سے انسان کام لے سکے اسی لیے قصہ آدم میں کہا گیا ہے کہ ملائکہ نے آدم کو سجدہ کر دیا۔ مطلب یہ کہ فطرت کی قوتیں انسان کے تابع فرمان بنادی گئی ہیں۔“ [ابلیس و آدم: صفحہ ۱۴۴]

اب سوال یہ ہے کہ اگر ملائکہ سے مراد فطرت کی قوتیں لیا جائے تو یہ فطرت کی قوتیں ہرگز انسان کے تابع فرمان نہیں ہیں۔ طوفان باد و باران سے سینکڑوں انسان مر جاتے ہیں۔ مکانات منہدم ہو جاتے ہیں۔ چھتیس اڑ جاتی ہیں۔ آفات ارضی و سماوی سے تیار شدہ فصلیں تباہ ہو جاتی ہیں، کیا انسان کا ان فطرت کی قوتوں پر اس وقت کوئی بس چلتا ہے؟ پھر انسان ایسے ”ملائکہ“ کا مسجود کیسے ہوا؟ اور دوسرا سوال یہ ہے کہ ان کائنات کی قوتوں کا تو کوئی دہریہ بھی منکر نہیں ہوتا پھر ایسے ”ملائکہ“ پر ایمان بالغیب لانے کا کیا مطلب ہوا؟

حالمین عرش ملائکہ کی وضاحت:

قرآن میں ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے عرش کو آٹھ فرشتے اٹھائے ہوئے ہوں گے (۶۹/۶)

اب اس کی تشریح پرویز صاحب کی زبان سے سنئے:

”عرش وہ مرکز حکومت خداوندی ہے جہاں کائنات کی تدبیر امور ہوتی ہے اور چونکہ یہ تدبیر امور ملائکہ

☆..... [غلام احمد پرویز کے فرشتوں کے بارے میں افکار و آراء پر مذکورہ بالا تنقید مولانا عبدالرحمن کیلانی کی کتاب: ”آئینہ پرویزیت“ (ص ۸۸۴ تا ۸۸۸) سے ماخوذ ہے۔ (مؤلف)]

کی وساطت سے سرانجام پاتی ہے اس لیے ملائکہ، عرش الہی کے اٹھانے والے اور کمر بستہ اس کے گرد گھومنے والے ہیں۔“ [ایضاً ص ۱۴۷]

اب دیکھئے اس تشریح میں پرویز صاحب نے قرآن کریم کے دو مختلف مقامات کی آیات کو گڈ مڈ کر کے پیش کر دیا ہے۔ آٹھ فرشتوں کے عرش الہی کو اٹھانے کا ذکر سورۃ الحاقۃ (۶۹) کی ساتویں آیت میں ہے اور گھومنے والے ”فرشتوں کا ذکر سورہ زمر (۳۹) کی آخری آیت ۵ میں ہے۔ اور یہ گھومنے والے حافین کا ترجمہ کیا گیا ہے جو ویسے بھی غلط ہے اس کا صحیح ترجمہ گھیراؤ ڈالے ہوئے ہے نہ کہ گھومنے والے۔

علاوہ ازیں گھیراؤ ڈالنا یا گھومنا الگ عمل ہے اور عرش کو اٹھانا الگ عمل ہے جو عرش اٹھائے ہوں وہ گھوم نہیں سکتے اور جو گھوم رہے ہوں وہ اٹھانے والے نہیں ہوں گے۔ جو کچھ بھی ہوان دونوں آیات سے فرشتوں کا خارجی وجود اور ذاتی تشخص دونوں باتیں ثابت ہو رہی ہیں جو آپ کے پہلے نظریہ ”قوائے فطرت“ کے برعکس ہیں۔

۲۔ ملائکہ سے مراد داخلی قوتیں:

”لہذا یہ ملائکہ ہماری اپنی داخلی قوتیں ہیں یعنی ہمارے اعمال کے اثرات جو ہماری ذات پر مرتب ہوتے رہتے ہیں اور جب انسانی اعمال کے نتائج محسوس شکل میں سامنے آتے ہیں، قرآن اسے قیامت سے تعبیر کرتا ہے“۔ [ایضاً ص ۱۶۲]

اب دیکھئے اس مختصر سے اقتباس میں پرویز صاحب نے بہت سے پیچیدہ مسائل کو حل فرما دیا مثلاً:

۱۔ ہماری داخلی قوتیں، قوت باصرہ، لامسہ، ذائقہ، سامعہ، دافعہ، حافظہ وغیرہ یا جو کچھ بھی ہیں، ہیں۔ اگر یہی قوتیں ملائکہ ہیں تو پھر ان پر ایمان بالغیب لانے کا قرآنی مطالبہ ہی غلط قرار پاتا ہے۔ اس لیے کہ ان داخلی قوتوں کو تو کافر اور دہریے بھی تسلیم کرتے ہیں۔

۲۔ آپ کی پہلی تعریف کے مطابق ملائکہ سے مراد خارجی قوتیں تھیں، اب اس تعریف کے لحاظ سے ملائکہ سے مراد انسان کی داخلی قوتیں بن گیا!

۳۔ اب ان داخلی قوتوں سے بھی مراد یہ ہے کہ ہمارے اعمال کے اثرات جو ہماری ذات پر مرتب ہوتے رہتے ہیں۔ گویا ملائکہ کی تیسری تعریف ہماری ذات پر مرتب ہونے والے اثرات ہیں۔

۴۔ قیامت کا مفہوم آپ نے یہ بتایا کہ جب انسانی اعمال کے نتائج محسوس شکل میں سامنے آجائیں تو قرآن اسے قیامت سے تعبیر کرتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ایک کسان اگر بیج بوتا ہے تو جب اس سے کونیل نکل آئے یا زیادہ سے زیادہ فصل پک کر تیار ہو جائے اور اس کے عمل کا نتیجہ محسوس شکل میں سامنے آ گیا تو گویا قرآن کی رو سے اس کی قیامت آگئی۔ اس تصریح سے آپ کے قیامت پر ایمان لانے کے تصور پر خاص روشنی پڑتی ہے۔

۳۔ ملائکہ سے مراد طبعی تغیرات:

”ان مقامات سے ظاہر ہے کہ جو طبعی تغیرات انسان کے جسم میں رونما ہوتے ہیں اور جن کا آخری نتیجہ انسان کی طبعی موت ہوتی ہے انہیں بھی ملائکہ کی قوتوں سے تعبیر کیا گیا ہے۔“ [ایضاً ص ۱۵۹]

اب دیکھئے یہ طبعی تغیرات بھی دو قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ جو کسی عمل کے نتیجہ کے طور پر سامنے آتے ہیں مثلاً پانی پینے سے پیاس بجھ جاتی ہے، کھانا کھانے سے بھوک مٹ جاتی ہے، سیر اور ورزش کرنے سے جسم مضبوط اور صحت بحال رہتی ہے۔ دوسرے طبعی تغیرات وہ ہیں جن میں انسان کے عمل کو کوئی دخل نہیں ہوتا جیسے اس کا بچہ سے بڑا ہونا، جوان ہونا، پھر بوڑھا ہونا، پھر مر جانا یہ سب امور ایسے ہیں جن کا ایمان بالغیب سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ طبعی ہیں اور واقع ہو کے رہیں گے۔ پھر ان طبعی تغیرات کو ملائکہ سے تعبیر کرنا کیسے درست ہو سکتا ہے ان طبعی تغیرات کو تو دہریے بھی تسلیم کرتے ہیں پھر ”ایسے ملائکہ“ پر ایمان بالغیب لانے کا کیا مطلب؟

۴۔ ملائکہ سے مراد نفسیاتی محرکات:

”ان مقامات (یعنی بدر کے موقع پر تین ہزار ملائکہ کا نزول یا ایسی ہی دوسری آیات) پر غور کیجئے، ”ملائکہ کی مدد“ کے متعلق بتایا گیا ہے کہ اس سے جماعت مومنین کے دلوں کو تسکین ملی تھی اور ان کے عزائم پختہ ہو گئے تھے۔ دوسری طرف دشمنوں کے دل خوف زدہ ہو گئے تھے اور ان کے حوصلے چھوٹ گئے۔ اس سے ظاہر ہے کہ ان مقامات میں ملائکہ سے مراد وہ نفسیاتی محرکات ہیں جو انسانی قلوب میں اثرات مرتب کرتے ہیں۔“ [ایضاً ص ۱۵۵]

اب دیکھئے اس اقتباس میں بھی پرویز صاحب نفسیاتی محرکات کو داخلی قسم کی کوئی شے قرار دے کر فریب

دینے کی کوشش فرما رہے ہیں۔ جب معاملہ داخلی قسم کا ہو تو اللہ تعالیٰ اسے اسی انداز میں پیش فرماتے ہیں جیسے مومنوں کے لیے فرمایا: ﴿فانزل اللہ سکتہ علیہ﴾ [۹۷/۱] اور کافروں کے لیے فرمایا: ﴿وقذف فی قلوبہم الرعب﴾ [۵۹/۲] لیکن یہ میدان بدر کا معاملہ داخلی قسم کا نہیں ہے بلکہ خارجی امداد یا محرکات تھے جیسے اگر ایک انسان دوسرے کو گالی دے تو وہ سب پا ہو جاتا ہے یا کوئی کسی دوسرے کا خوف رفع کر دے تو وہ مطمئن بھی ہو جاتا ہے اور اس مصیبت کو رفع کرنے کا مشکور بھی ہوتا ہے یہی صورت حال بدر میں پیش آئی تھی۔ اب اگر اس سے وہی مطلب لیا جائے جو پرویز صاحب فرما رہے ہیں تو تین سو تیرہ مجاہدین کے لیے تین ہزار یا پانچ ہزار ملائکہ کی مدد کی کیا صورت بن سکتی ہے؟

رحمت اور عذاب کے فرشتے:

”اگر ایک طرف ملائکہ ایمان و استقامت کی بنا پر اللہ کی رحمتوں کی نور افشانی کرتے ہیں تو دوسری طرف کفر و سرکشی کے لیے عذاب خداوندی کے حامل بھی ہوتے ہیں۔ ”عذاب خداوندی“ سے مفہوم یہ ہے غلط قوموں کی روش کے تباہ کن نتائج۔ لہذا اس باب میں ملائکہ سے مراد وہ قومیں ہیں جو قانون خداوندی کے مطابق انسانی اعمال کے نتائج مرتب کرنے کے لیے سرگرم عمل رہتی ہیں۔“ [ایضاً ص ۱۵۸]

اب دیکھئے حضرت لوط کے پاس فرشتے آئے اور لوط کو بستی سے نکل جانے کو کہا جب وہ نکل گئے تو ان فرشتوں نے قوم لوط کی بستی کو لوط کے جرم میں الٹ مارا۔ اب اگر محض قوانین خداوندی اور علت و معلول کا سہارا لیا جائے تو ہر لوطی قوم کا یہی انجام ہونا ضروری ہے کیونکہ قوانین خداوندی میں تغیر و تبدل نہیں ہوتا مگر ہم دیکھتے ہیں کہ انگلستان میں یہی عمل قوم لوط موجود ہے اور اسے قانونی جواز کی سند بھی حاصل ہے۔ اب قوانین خداوندی کے مطابق ان قوموں (ملائکہ) کو یقیناً ان کے اعمال کا نتیجہ ویسا ہی مرتب کرنا چاہئے جیسا کہ قوم لوط کے اعمال کا مرتب ہو اگر ایسا نہیں ہو رہا۔ جس کا واضح نتیجہ یہ ہے کہ اعمال کو مرتب کرنے والی ہستی کوئی باشعور ہستی ہے جو اپنی مشیت کے مطابق ہی نتائج مرتب کرتی ہے۔ جو اپنے ہی بنائے ہوئے قوانین کی پابند نہیں ہے اور نہ ہی ملائکہ بے جان و بے شعور قومیں ہیں جو لگے بندھے نتائج مرتب کریں۔ وہ فرشتے جاندار اور باشعور ہستیاں ہیں اور وہ قانون خداوندی کی نہیں بلکہ خداوند کے حکم کی اطاعت کرتی ہیں یہی وجہ ہے کہ وہی فرشتے جب حضرت ابراہیم اور لوط کے پاس آتے ہیں تو رحمت کے فرشتے ہوتے ہیں اور وہی فرشتے قوم لوط کے لیے عذاب کے فرشتے بن جاتے ہیں۔

دو، دو، تین، تین چار، چار پروں والے فرشتے:

”دو، تین، چار پروں سے اپنی قوت کے اعتبار سے ملائکہ کے مختلف مدارج و طبقات کا ذکر مقصود ہے۔“ [ایضاً ص ۱۶۷]

گویا پرویز صاحب کے نزدیک جیسے کوئی بجلی کی موٹر ۲ ہارس پاور کی ہوتی ہے کوئی تین ہارس پاور کی اور کوئی چار کی، یہی صورت حال فرشتوں کی بھی ہے لیکن مشکل یہ ہے کہ قوت اور مدارج یہ دونوں عربی زبان کے لفظ ہیں اور قرآن میں انہی معروف معانی میں استعمال بھی ہوتے ہیں پھر آخر فرشتوں کے لیے قوت اور درجہ کی بجائے اَجْنَحَةٌ (بازو۔ پر) کے لفظ استعمال کرنے کی کیا ضرورت تھی؟

علاوہ ازیں چڑیا کے بھی دو پر ہوتے ہیں اور چیل کے بھی لیکن ان دونوں کے دو دو پر ہونے کے باوجود قوت میں بڑا فرق ہے اور مختلف مدارج کا معاملہ تو پرویز صاحب ہی بہتر جانتے ہیں، ہم تو اتنا ہی جانتے ہیں کہ ہر انسان کے دو دو ہی بازو ہوتے ہیں لیکن ان میں سے ہر ایک کی قوت میں فرق ہوتا ہے اور مدارج میں بھی۔ مدارج کا انحصار بازوؤں پر نہیں بلکہ تقویٰ پر ہوتا ہے۔

سو یہ ہے فرشتوں پر ایمان بالغیب۔ اصل مسئلہ یہ تھا کہ آیا فرشتے کوئی الگ مخلوق ہیں یا نہیں اور ان کا کوئی خارجی تشخص ہے یا نہیں؟ چونکہ یہ مسئلہ مافوق العادت (Supper Natural) ہے اس لیے آپ کو ہر مقام پر تاویلات کرنا پڑیں۔ آپ نے ملائکہ کی جتنی بھی تعبیریں پیش فرمائی ہیں یہ سب انسانوں حتیٰ کہ کافروں اور دہریوں میں بھی مسلم ہیں لہذا ان کا نہ ایمان بالغیب سے کوئی تعلق ہے اور نہ ہی قرآن کے واضح ارشادات سے.....!“

پرویزی فرقہ فرشتوں پر ایمان نہیں رکھتا! ☆

”فرشتوں پر ایمان لانا بھی مسلمانوں کے بنیادی عقائد میں شامل ہے اور قرآن کریم کے متعدد مقامات پر اس کی صراحت موجود ہے کہ فرشتے اپنا خارجی وجود اور ذاتی تشخص رکھتے ہیں۔ وہ غیبی مخلوق ہیں۔ صحیح مسلم میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کی روایت کے مطابق فرشتے نور سے تخلیق کیے گئے ہیں، لہذا ان پر ایمان لانا ایمان بالغیب کا ایک جز ہے۔ سب فرشتے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والے ہیں، اور ان میں سے کسی میں بھی خدائی صفات نہیں پائی جاتیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی اطاعت اور فرمانبرداری کے لیے پیدا فرمایا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے ہیں، اور کسی بات میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے سرتابی نہیں کرتے، بلکہ وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے تابع فرمان رہتے ہیں۔

وہ آسمان سے نیچے بھی اترتے ہیں اور زمین سے اوپر آسمان کو بھی چڑھتے ہیں۔ جبرئیل اور میکائیل انہی میں سے ہیں۔ پھر کچھ فرشتے دودو، تین تین، چار چار پروں والے بھی ہیں، فرشتوں نے بدر کے میدان میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے مسلمانوں کی نصرت بھی کی تھی۔ یہ سب چیزیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ فرشتوں کا خارجی وجود ہے، لیکن چونکہ وہ محسوسات اور مشاہدات کی زد سے باہر ہیں اس لیے بعض لوگ ان کے خارجی وجود کو ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں جیسا کہ فرشتوں کے خارجی وجود سے انکار کرتے ہوئے پرویز صاحب لکھتے ہیں:

”ملائکہ ہماری اپنی داخلی قوتیں ہیں یعنی ہمارے اعمال کے وہ اثرات جو ہماری ذات پر مرتب ہوتے رہتے ہیں۔“ [ابلیس و آدم از پرویز: ص ۱۶۲]

پرویز کے نزدیک ’فرشتے‘ کیا ہیں؟

پرویز کے بقول ملائکہ (فرشتے) انسانوں سے الگ مخلوق نہیں ہیں، بلکہ انسان کی اندرونی قوتوں اور

☆..... [واضح رہے کہ یہ حصہ فتنہ انکارِ حدیث (خاص نمبر ماہنامہ ’محدثات‘ اگست، ستمبر ۲۰۰۲ء، ص: ۳۸ تا ۴۳) کے ایک مضمون ’مستر غلام احمد پرویز کے کفریہ عقائد‘ سے ماخوذ ہے۔ لیکچریر: مضمون نگار؛ مولانا محمد رمضان سلفی، نائب شیخ الحدیث جامعہ لاہور الاسلامیہ (رحمانیہ) نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور (مؤلف)]

نفسیاتی توانائیوں کو ہی ملائکہ کہا گیا ہے، اس کے برعکس قرآن کریم میں انسانوں سے بالکل الگ تھلگ مخلوق کو ملائکہ سے تعبیر کیا گیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾

”یعنی اے جماعتِ مومنین! دیکھو خدا اور اس کے فرشتے سب نبی پر درود و سلام بھیجتے ہیں، اے ایمان والو! تم بھی پیغمبر ﷺ پر درود و سلام بھیجا کرو۔“ [سورۃ الاحزاب: ۵۶]

بنا بریں اگر ملائکہ (فرشتوں) سے مراد ہماری داخلی قوتیں ہوتیں جیسا کہ مسٹر پرویز کا دعویٰ ہے تو آیت مذکورہ میں ملائکہ (فرشتوں) کو مسلمانوں کے ساتھ خطاب سے الگ ذکر کرنے اور ان کے درود کو مسلمانوں کے درود سے جدا بیان کرنے کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ اہل اسلام کے درود بھیجنے کے حکم میں ان کی داخلی قوتیں..... جنہیں پرویز صاحب ملائکہ اور فرشتے سمجھتے ہیں..... بھی شامل تھیں، اس کے برعکس ملائکہ کو اہل ایمان سے الگ ذکر کرنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ملائکہ (فرشتے) انسان کی داخلی قوتوں کا نام ہی نہیں بلکہ انسانوں سے الگ نورانی مخلوق ہے جس کا وجود انسانی وجود سے بالکل جداگانہ ہے۔

مسٹر پرویز کا وہاں چونکہ مادی تھا، اس لیے وہ کسی ایسی ذات کو ماننے کے لیے ذہنی طور پر آمادہ نہیں تھے جو غیر مرئی ہو اور ان کی یہ جسارت یہاں تک جا پہنچی تھی کہ وہ اللہ تعالیٰ کو بھی ایک مرئی اور محسوس پیرائے میں پیش کرنے کی تگ و دو کرتے رہے جیسا کہ ایک مقام پر وہ کہتے ہیں:

”اللہ سے مراد وہ معاشرہ ہے جو قانونِ خداوندی کو نافذ کرنے کے لیے متشکل ہو۔“ [نظام ربوبیت:

ص ۱۵۸]

غور فرمائیں جس شخص کی ذہنی آوارگی سے اللہ تعالیٰ کی مقدس ذات محفوظ نہیں رہ سکی، لفظ ملائکہ اس کی ذہنی اوج سے کیسے بچ سکتا ہے۔ چنانچہ وہ ملائکہ کی بھی ایسی ہی مادی توجیہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”ملائکہ یعنی کائنات کی قوتیں جن سے رزق پیدا ہوتا ہے، انسان کے تابع فرمان ہیں۔“ [ایلیس و آدم از پرویز:

ص ۵۲]

اس طرح نبی کریم کو بھی فرشتہ ہونا چاہیے!

لیکن اس پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر واقعی ملائکہ سے مراد رزق پیدا کرنے والی قوتیں ہیں اور ایلیس

و آدم کے سابقہ اقتباس کے مطابق یہ انسان کی داخلی قوتیں ہیں اور بقول پرویز یہ ملائکہ کا قرآنی مفہوم بھی یہی ہے تو صاحب قرآن ﷺ کو اس قرآنی مفہوم کے ساتھ بدرجہ اتم متصف ہونا چاہیے تھا، کم از کم آپ کو تو اپنے ملک (فرشتہ) از ملائکہ ہونے کی نفی نہیں کرنا چاہیے تھی کیونکہ آپ ﷺ عملی میدان میں قرآنی مفاہیم و مطالب کی چلتی پھرتی تصویر تھے اور جب رزق پیدا کرنے والی قوتیں (ملائکہ) آپ میں مکمل طور پر موجود تھیں تو آپ ﷺ خواہ مخواہ 'ملک' از ملائکہ قرار پاتے ہیں۔ مگر اس کے برعکس قرآن کریم میں یہ وضاحت موجود ہے کہ رسول کریم ﷺ بجا ننگ و ہل اپنے ملک از ملائکہ ہونے کی نفی کرتے تھے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ لَا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبُ وَلَا أَقُولُ لَكُمْ إِنِّي مَلَكٌ إِن تَبِعُوا إِلَّا مَا يُوْحَىٰ إِلَيَّ.....﴾ [سورة الانعام : ۵۰]

”اے پیغمبر! تم ان لوگوں سے کہہ دو کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں اور نہ ہی میں غیب جانتا ہوں، اور نہ ہی میں کہتا ہوں کہ میں 'ملک' ہوں، میری حیثیت تو فقط یہ ہے کہ اس بات پر چلتا ہوں جو خدا کی طرف سے مجھ پر وحی کی جاتی ہے۔“

پھر ملائکہ کی دوسری تعبیر:

مسٹر پرویز اندھیرے میں تیر چلانے اور نادانوں کی طرح ٹاک ٹوئیاں مارنے کے بہت عادی تھے، اسی وجہ سے ان کی تصنیفات، تضادات کا پلندہ ہیں۔ ان کی تالیفات کا مطالعہ کرنے والے کو ان میں ایک خواب کی مختلف تعبیروں سے واسطہ پڑتا ہے، ہو سکتا ہے ایسے موقع پر پرویز صاحب کا کوئی عقیدت مند اور ان کا تقلید پسند تفسیر کے نام سے اسے بخوشی قبول کرنے پر آمادہ ہو جائے، لیکن ایک حقیقت پسند شخص اس کے تضادات کو دیکھ کر حیران رہ جاتا ہے کہ وہ ان کی کس بات کا اعتبار کرے اور ان کی کس رائے کو حتیٰ قرار دے۔ یہی کام انہوں نے ملائکہ کی تعبیر سے متعلق دکھایا ہے۔ پہلے تو وہ انہیں انسان کی داخلی قوتیں بناتے رہے جن سے رزق پیدا ہوتا ہے، لیکن اب وہ اس کے برخلاف انہیں خارجی قوتیں بناتے ہوئے لکھتے ہیں:

”فرشتے ملائکہ وہ کائناتی قوتیں ہیں جو مشیت الہی کے پروگرام کو بروئے کار لانے کے لیے زمانے کے تقاضوں کی شکل میں سامنے آتی ہیں۔“ [اقبال اور قرآن: از پرویز، ص ۱۶۵]

لیکن متعدد قرآنی آیات سے نظریہ پرویز کی تردید ہوتی ہے اور ان سے ملائکہ کو کائناتی قوتیں بنانے کا عقیدہ باطل قرار پاتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿الْحَمْدُ لِلَّهِ فَاطِرِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ جَاعِلِ الْمَلَائِكَةِ رُسُلًا أُولَىٰ أَجْنَحَةٍ مِّثْنَىٰ وَتِلْكَ رُزُوعٌ يَزِيدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَاءُ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ [سورة فاطر: آیت ۱]

”سب تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لیے سزاوار ہیں جو آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والا ہے اور فرشتوں کو قاصد بنانے والا ہے جن کے دو دو اور کسی کے تین تین اور کسی کے چار چار پر ہیں اور وہ اپنی مخلوق میں جو چاہتا ہے اضافہ کرتا ہے، بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔“

اس آیت میں آنے والے لفظ اجنحة کے متعلق پرویز صاحب لکھتے ہیں:

”سورة فاطر میں ’ملائکہ‘ کے متعلق کہا ہے اولیٰ اجنحة (۱/۳۵)..... اس کے لفظی معنی ہیں بازوؤں (پروں) والے۔“ [لغات القرآن: از پرویز: ج ۱ ص ۳۳۳]

اگرچہ اس کے بعد مسٹر پرویز نے اس لفظ کا مجازی معنی گھڑ کر ڈنڈی مارنے کی کوشش کی ہے لیکن ہمیں اس کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ اہل اصول کے ہاں یہ بات طے شدہ ہے کہ حقیقی معنی کے ہوتے ہوئے مجاز کی طرف رجوع کرنا جائز نہیں ہے۔ اسی طرح سورہ زخرف میں ارشاد الہی ہے:

﴿وَجَعَلُوا الْمَلَائِكَةَ الَّذِينَ هُمْ عِبَادُ الرَّحْمَنِ إِنَانَا﴾ [سورة الزخرف: ۱۹]

”یعنی انہوں نے فرشتوں کو جو اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں، اس کی بیٹیاں بنا ڈالا۔“ نیز ارشاد باری ہے:

﴿قُلْ يَتَوَفَّكُم مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِي وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُمْ تُرْجَعُونَ﴾ [السجدة: ۱۱]

”(یعنی اے نبی!) بتادیں کہ موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر کیا گیا ہے، تمہیں فوت کرتا ہے، اس کے بعد تم اپنے پروردگار کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔“

پرویز نے اس آیت میں ’ملک‘ کا معنی کائناتی قوتوں سے کیا ہے لیکن سوال یہ ہے کہ ’ملک‘ کا لفظ واحد ہے جو قرآن کریم میں ہے، اور کائناتی قوتیں ’جمع‘ ہے جو پرویز صاحب نے اس کا مفہوم بتایا ہے۔ تو کیا مسٹر پرویز یہ سمجھتے ہیں کہ معاذ اللہ، اللہ تعالیٰ سے ملائکہ کی بجائے لفظ ’ملک‘ لانے میں ذہول ہو گیا ہے یا مسٹر پرویز ہی ’مفہوم القرآن‘ کے نام سے لوگوں کو گمراہ کرنے کے درپے ہیں!

.....☆.....

مصنف کی دیگر تحقیقی و اصلاحی مطبوعات

[جدید اسلوب اور عام فہم انداز کے ساتھ..... معیاری اور مستند لٹریچر]

[1]..... سلسلہ اصلاح عقائد:

(۱): اللہ اور انسان..... [عقیدہ توحید و ایمان باللہ کا بیان]

یہ کتاب عقیدہ توحید کے بیان پر مشتمل ہے۔ پہلے باب میں وجود باری تعالیٰ، مذاہب عالم کا تصور اللہ اور اسلام کا تصور اللہ وغیرہ شامل ہے۔ دوسرے باب میں انسان کی پیدائش، مقصد پیدائش اور نظریہ ارتقاء کا جائزہ وغیرہ شامل ہے۔ تیسرے باب میں اللہ اور انسان کا باہمی تعلق تین پہلوؤں سے واضح کیا گیا ہے یعنی خالق اور مخلوق۔ عابد اور معبود۔ غنی اور محتاج۔ اس کتاب میں عقیدہ توحید قرآن و سنت کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے اور کسی پرکچھ نہیں اچھالا گیا۔ کسی کا عقیدہ توحید درست کرنا ہو تو یہ کتاب اسے ضرور پیش کریں۔ یہ آپ کے لیے بہترین صدقہ جاریہ ہوگا۔

(۲): انسان اور رہبر انسانیت..... [عقیدہ رسالت اور اتباع سنت کا بیان]

یہ کتاب عقیدہ رسالت اور اتباع سنت کے بیان پر مشتمل ہے۔ اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ ہم میں سے ہر شخص کا بنیادی طور پر تین طرح کا تعلق ہونا چاہیے؛ ایک تو یہ کہ ہم آپ پر صدق دل سے ایمان لائیں، دوسرا یہ کہ ہم آپ سے دنیا جہاں کی ہر چیز سے بڑھ کر محبت کریں اور تیسرا یہ کہ ہم ہر ممکنہ حد تک آپ کی اطاعت کریں۔ اس کتاب میں سنت و رسالت سے متعلقہ تمام اہم مسائل پر قرآن و حدیث کی روشنی میں بحث کی گئی ہے اور مختلف غلط فہمیوں کا ازالہ کرتے ہوئے نہایت عام فہم اسلوب میں حضور نبی کریم ﷺ سے محبت اور آپ کی سنت پر عمل کا جذبہ بیدار کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

(۳): انسان اور قرآن..... [قرآن کے ساتھ ایمان و عمل کے تعلق کی مضبوطی کا بیان]

اس کتاب میں یہ بتایا گیا ہے کہ قرآن مجید کے ساتھ ہمارا بنیادی طور پر تین طرح کا تعلق ہے؛ ایک تو یہ کہ ہم قرآن مجید پر صدق دل سے ایمان لائیں، دوسرا یہ کہ ہم پورے آداب کے ساتھ اس کی تلاوت کو روزانہ کا معمول بنائیں اور تیسرا یہ کہ ہم ممکنہ استطاعت کی حد تک اس کے احکام پر عمل کریں۔ اس کتاب میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ قرآن مجید کے ساتھ جذباتی وابستگی ہی کافی نہیں جب تک کہ اس کے ساتھ ایمان و عمل کی وابستگی نہ پیدا کی جائے۔

(۴): انسان اور فرشتے..... [فرشتوں پر ایمان اور انسانوں کے ساتھ انکے تعلقات کا بیان]

اس کتاب میں یہ بتایا گیا ہے کہ انسانوں اور فرشتوں کے تعلق کی نوعیت کیا ہے؟ فرشتوں پر ایمان لانے کا مطلب کیا ہے؟ مشہور فرشتے کون سے ہیں؟ فرشتوں کی ذمہ داریاں کیا ہیں؟ فرشتے انسانوں کے حق میں دعائیں کب کرتے ہیں؟ کن بد بختوں پر فرشتے بد دعائیں کرتے ہیں؟ فرشتے کن انسانوں کی مدد کے لیے اترتے ہیں؟ اور وہ کب اور کیسے مدد کرتے ہیں؟ وغیرہ وغیرہ، اس کے علاوہ اس کتاب میں منکرین ملائکہ کے دلائل کا رد بھی شامل ہے۔

(۵): انسان اور شیطان..... [شیطان کی حقیقت اور اسکے مکرو فریب سے بچاؤ کا بیان]

اس کتاب میں یہ بتایا گیا ہے کہ شیطان کیا ہے؟ اسے کیوں پیدا کیا گیا؟ انسان کے ساتھ اس کا کیا تعلق ہے؟ ابلیس [یعنی شیطان اکبر] اور عام شیاطین میں کیا فرق ہے اور ان کا آپس میں کیا تعلق ہے؟ کیا شیطان ہر انسان کے ساتھ ہوتا ہے؟ شیطان انسان کو گمراہ کیسے کرتا ہے؟ شیطان کے مکرو فریب سے بچاؤ کی تدابیر کیا ہیں؟ وغیرہ وغیرہ۔ اس کے علاوہ اس کتاب میں فلسفہ خیر و شر کی تفصیلات اور منکرین شیاطین کے دلائل کا رد بھی شامل ہے۔

(۶): انسان اور جادو جادات..... [جادو جنات کے توڑ اور روحانی علاج معالجہ کا بیان]

اس کتاب میں جادو جنات کی حقیقت، جادو کرنے کروانے، سیکھنے سکھانے اور جادو گروں اور جنات سے مدد حاصل کرنے کی شرعی حیثیت اور جادو، جنات کا توڑ قرآن و سنت اور عملی تجربات کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے۔ نیز مختلف بیماریوں کا روحانی علاج بھی مستند دلائل اور صحیح احادیث کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے۔ اپنے موضوع پر ایک اہم کتاب!

(۷): انسان اور کالے پیلے علوم..... [عقائد کی خرابی کا باعث بننے والے علوم کا بیان]

اس کتاب میں دست شناسی، چہرہ شناسی، قیافہ شناسی، علم ریل، جفر، اعداد، فال، لاٹری، کہانت، ہینڈ نازم، مسمریزم، وغیرہ جیسے ان تمام علوم کا قرآن و سنت کی روشنی میں تجزیہ کیا گیا ہے جن کے ذریعے غیب دانی کا دعویٰ کیا جاتا ہے اور جو اسلامی عقائد میں خرابی کا ذریعہ بنتے ہیں۔ اردو زبان میں اپنے موضوع پر اولین مستند کتاب.....!

(۸): انسان اور آخرت..... [موت، قبر، برزخ، قیامت، محشر اور جنت و جہنم کا بیان]

مرنے کے بعد ہر نیک و بد انسان جن مراحل سے گزرتا ہے، اس کتاب میں قرآن و سنت کی روشنی میں ان کی مکمل و مرتب تفصیلات پیش کی گئی ہیں اور اسلامی عقائد میں ایمان بالآخرت کی ضرورت و اہمیت کو اجاگر کیا گیا ہے۔ اس کتاب کا مطالعہ ایک انسان میں اپنی اور دوسروں کی آخرت بہتر بنانے کا جذبہ پیدا کرتا ہے۔

(۹): انسان اور قسمت..... [تقدیر پر ایمان اور اس سے متعلقہ مسائل و احکام کا بیان]

مسئلہ تقدیر کیا ہے؟ تقدیر پر ایمان لانے کا مطلب کیا ہے؟ کیا انسان اپنی تقدیر خود بناتا ہے؟ کیا انسان اپنی تقدیر بدل سکتا ہے؟ کیا انسان اپنی تقدیر کے بارے پیشگی معلومات حاصل کر سکتا ہے؟ تقدیر پر ایمان کے بعد عملی جدوجہد کی ضرورت کیوں باقی رہتی ہے؟ اس کتاب میں ان تمام سوالات کا قرآن و سنت اور عقلی دلائل کی روشنی میں ایک عمدہ تجزیاتی مطالعہ پیش کیا گیا ہے اور ایمان بالقدیر کی ضرورت و اہمیت پر صحیح اسلامی نقطہ نظر واضح کیا گیا ہے۔

(۱۰): انسان اور کفر..... [نواقض ایمان اور ضوابط تکفیر کا بیان]

اس کتاب میں یہ بتایا گیا ہے کہ وہ کون سی صورتیں ہیں جن سے ایک بندہ مومن کا ایمان ضائع ہو جاتا ہے۔ نیز کسی پر کفر کا فتویٰ لگانے سے پہلے وہ کون سے آداب و ضوابط ہیں جن کا لحاظ رکھنا از بس ضروری ہے۔

[2]..... سلسلہ اصلاح خاندان:

(۱): ہدیۃ العروس..... [ازدواجی و خانگی احکام و مسائل کا بیان]

نکاح کی ضرورت و اہمیت۔ ترک نکاح کے نقصانات۔ شادی بیاہ کا اسلامی طریقہ اور غیر اسلامی رسومات کی تفصیلی تردید۔ حقوق زوجین۔ خوشگوار ازدواجی زندگی کے رہنما اصول۔ آدابِ مباشرت، خلع و طلاق اور لعان، ایلاء اور ظہار وغیرہ کے مسائل۔ نکاحِ متعہ، حلالہ اور شغار وغیرہ کے شرعی مسائل، تعددِ زواج اور پاکستانی معاشرے کے مسائل۔ میاں بیوی کے مخصوص مسائل۔ ساس بھوکا جھگڑا اور اس کا منصفانہ حل اور ایسے ہی میمیوں (ازدواجی و خانگی احکام و مسائل پر مشتمل ایک جامع، مستند اور مقبول عام کتاب۔ اس کے کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں، الحمد للہ!

(۲): ہدیۃ الوالدین..... [اولاد اور والدین کے باہمی مسائل و احکام کا بیان]

اولاد اور والدین کے باہمی حقوق و فرائض۔ اولاد کی دینی و اخلاقی تربیت۔ والدین کی خدمت اور ان سے اختلاف رائے کے آداب۔ اولاد اور والدین کے باہمی مسائل و تنازعات [جھگڑے] کے اسباب و وجوہات اور ان کے سد باب کی تدابیر کا بیان، قرآن و حدیث اور واقعاتی حقائق کی روشنی میں۔ اپنے موضوع پر پہلی لیا جواب اور مستند کتاب!

(۳): ہدیۃ النساء..... [خواتین کی دینی و اخلاقی تربیت اور احکام نسواں کا بیان]

عبادات سے لے کر معاملات تک خواتین کے جملہ دینی و شرعی احکام، ان کے حقوق و فرائض اور ان کی دینی و اخلاقی تربیت پر ایک جامع اور مستند کتاب۔ صحیح احادیث اور ممتاز علماء کے فتاویٰ سے مزین۔

[3].....مصنف کی دیگر تصنیفات:

(۱): انسان اور نیکی:

اس کتاب میں یہ بتایا گیا ہے کہ نیکی کیا ہے؟ نیکی کا حصول اور نیک بننے کا طریقہ کار کیا ہے؟ نیک اعمال کی قبولیت کی صورت کیا ہے؟ گناہ میں لذت زیادہ ہے یا نیکی میں؟ دنیا اور آخرت میں کام آنے والی نیکیاں کون سی ہیں؟ گناہوں کو دھو ڈالنے والی نیکیاں کون سی ہیں؟ نیکی کرنے کا دنیا میں کیا انعام ملتا ہے؟

(۲): انسان اور گناہ:

اس کتاب میں یہ بتایا گیا ہے کہ گناہ کیا ہے؟ انسان گناہ کیوں کرتا ہے؟ گناہوں کے جسمانی، طبعی، اخلاقی، روحانی اور اخروی نقصانات کیا ہیں؟ دنیا میں گناہوں کی سزا کیسے ملتی ہے؟ اور گناہ چھوڑنے سے انعامات کیسے ملتے ہیں؟ اسکے علاوہ مہلک گناہوں کی تفصیل، توبہ کا طریقہ، توبہ کے موافق اور دیگر متعلقہ تفصیلات بھی اس میں یکجا کر دی گئی ہیں!

(۳): جدید فقہی مسائل:

اس کتاب میں اکیسویں صدی میں پیش آنے والے جدید فقہی مسائل پر قرآن و سنت کی روشنی میں بحث کی گئی ہے، مثلاً: شیمرز [حصص] کے کاروبار کی شرعی حیثیت، کلوننگ، ٹیسٹ ٹیوب بے بی، ڈبل سٹوری قبرستان، انتقال خون، پوسٹ مارٹم، اعضاء کی پیوند کاری، ملٹی لیول مارکیٹنگ سکیمس اور ان کا کاروبار، زکاۃ کے جدید مسائل، وغیرہ وغیرہ

(۴): قیامت کی نشانیاں:

اس کتاب میں قرب قیامت کی ان تمام علامات اور نشانوں کو جمع کر دیا گیا ہے جنہیں آنحضرت ﷺ نے بیان فرمایا تھا۔ اس سلسلہ میں زمانی ترتیب کا خیال رکھا گیا ہے، صحیح احادیث کا بالخصوص اہتمام کیا گیا ہے، ہر بحث کے بعد فوائد و نکات بیان کیے گئے ہیں۔ قیامت کی جو نشانیاں ظاہر ہو چکی ہیں، ان کی نشاندہی بھی کی گئی ہے اور اس بارے غلط نقطہ ہائے نظر کی تردید کی گئی ہے۔ الحمد للہ اردو زبان میں اپنے موضوع پر یہ سب سے مقبول کتاب ہے۔

(۵): پیش گوئیوں کی حقیقت:

اس کتاب کا تعلق بنیادی طور پر آنحضرت ﷺ کی ان پیشگوئیوں کی تعبیر سے ہے جو قرب قیامت کے مختلف احوال و واقعات سے بحث کرتی ہیں۔ احادیثِ فتن، المحلۃ العظمیٰ، شخصیات، علاقہ جات اور آخری

زمانے میں ہونے والی جنگوں سے متعلقہ نبویؐ پیش گوئیوں کی جمع و ترتیب اور بعض مفکرین کی غلط تعبیروں کا تنقیدی جائزہ بھی بالتفصیل پیش کیا گیا ہے۔ خواب، پیشین گوئی اور نبویؐ پیشین گوئی میں فرق پر اصولی بحث بھی کی گئی ہے۔

(۶): اسلام میں تصور جہاد:

اس کتاب میں بنیادی طور پر دو چیزوں کو پیش کیا گیا ہے: ایک تو یہ کہ اسلام میں جہاد کا صحیح تصور کیا ہے۔ اس کے آداب و ضوابط، حدود و قیود اور اغراض و مقاصد کیا ہیں؟ حکومت کی سرپرستی، والدین کی اجازت، معاہدوں کی پابندی، غیر مسلموں سے تعاون وغیرہ جیسے مسائل میں آنحضرتؐ کی سیرت سے ہمیں کیا رہنمائی ملتی ہے جبکہ دوسری یہ چیز پیش کی گئی ہے کہ دور حاضر میں اپنے حقوق کے دفاع، ظلم کے خاتمہ اور قیام امن کے لیے جہاد کیسے کیا جائے۔

(۷): جہاد اور دہشت گردی:

اس کتاب میں یہ بتایا گیا ہے کہ دہشت گردی کیا ہے؟ اسلام اور مسلمانوں کو دہشت گرد کیوں کہا جا رہا ہے؟ اصل دہشت گرد کون ہیں؟ دہشت گردی کے اسباب و علل کیا ہیں؟ دہشت گردی، بنیاد پرستی اور انتہا پسندی کے حوالے سے اسلامی نقطہ نظر کیا ہے؟ جہاد اور دہشت گردی میں کیا فرق ہے؟ خود کش اور فدائی حملوں کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

(۸): جہیز کی تباہ کاریاں:

اس کتاب میں جہیز کی شرعی حیثیت پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ مروجہ جہیز کے نقصانات پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔

(۹): شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اور موجودہ مسلمان:

اپنے موضوع پر ایک منفرد اور اہم کتاب ہے۔ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے محبت و عقیدت رکھنے والے ہر شخص کو کھلے ذہن اور بغیر تعصب کے اس کتاب کا لازماً مطالعہ کرنا چاہیے، اور شیخ کی مؤحدانہ تعلیمات سے استفادہ کرنا چاہیے!

(۱۰): خوشگوار گھر یلو زندگی:

اس کتاب میں یہ بتایا گیا ہے کہ خوشگوار گھر یلو زندگی کیسے ممکن ہے اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ گھروں کی تباہی و بربادی کی وجوہات کیا ہیں اور ان کا ازالہ و سدباب کیسے ممکن ہے۔ اس کا مطالعہ گھر برباد ہونے سے بچانے کا ان شاء اللہ!

(۱۱): موسیقی حرام نہیں؟:

تصنیف: علامہ ناصر الدین البانیؒ۔ ترجمہ و ترتیب: مولانا جمیل اختر۔ اعداد و اضافہ: حافظ مشر حسین

(۱۲): جادو، جنات اور نظر بد کاتوڑ:

تصنیف: امام ابن تیمیہؒ، ابن قیمؒ، ابن کثیرؒ ترجمہ و ترتیب: مولانا جمیل اختر نظر ثانی: حافظ مشر حسین

سلسلہ اصلاح عقائد

عقائد و ایمانیات کے جملہ مباحث پہلی بار
ایک نئے اور عام فہم اسلوب میں

- 1 اللہ اور انسان [عقیدہ توحید کا بیان]
- 2 انسان اور جبر انسانیت ﷺ [عقیدہ رسالت اور اتباع سنت کا بیان]
- 3 انسان اور قرآن [قرآن مجید کے ساتھ ایمان و عمل کے تعلق کی مضبوطی کا بیان]
- 4 انسان اور فرشتے [فرشتوں پر ایمان اور انسانوں کے ساتھ ان کے عجیب و غریب تعلقات کا بیان]
- 5 انسان اور شیطان [شیطان کی حقیقت اور اس کے مکر و فریب سے بچاؤ کی تدابیر کا بیان]
- 6 انسان اور جادو، جنات [جادو، جنات کا توڑ اور مسنون روحانی علاج معالجہ کا بیان]
- 7 انسان اور کالے پیلے علوم [عقائد کی خرابی کا ذریعہ بننے والے علوم کا بیان]
- 8 انسان اور آخرت [موت کے بعد پیش آنے والے جملہ اخروی مراحل کا بیان]
- 9 انسان اور قسمت [قسمت و تقدیر اور محنت و کوشش کا بیان]
- 10 انسان اور کفر [نواقض ایمان اور ضوابط تکفیر کا بیان]

خصوصیات: عام فہم اور دلچسپ اسلوب، قرآن و سنت سے استدلال، فکر سلف کی ترجمانی، صحت دلائل اور صحت استدلال، مگر اہانہ آفاکار و عقائد کا رد، شستہ انداز اور معتدل فکر، تعصب اور طنز و تشبیح سے پاک، مستند حوالہ جات کا اہتمام اور ناقابل حجت روایات سے اجتناب

خوبصورت اور معیاری طباعت، قیمت انتہائی مناسب

یہ کتابیں: دعوتی نقطہ نظر سے بے حد مفید اور روز بان پڑھنے اور سمجھنے والوں کے لیے انتہائی قابل فہم ہیں۔ مطالعہ کیجیے، دوسروں تک پہنچائیے اور صدقہ جاریہ کا ذریعہ بنائیے!

A 47



4500403200994

پاکستان میں کتاب و سنت کی اشاعت کا قدیم ادارہ

حق شریف اردو بازار لاہور
فون: 042-7321865
موبائل: 0334-4229127

نعمانی کتب خانہ

ڈسٹری بیوٹر



Web: nomanbooks.com | Mail: noman2000@hotmail.com